بجواب

نقش ماہر

حضرت علّامہ مولانا

مفتی محمد عبد الحفیظ صاحب حقّانی

هٰذا كتابنا ينطق عليكم بالحق

الحمد للہ کہ ماہنامہ فاران کے توحید نمبر کے تمام مضامین کا اصولی و اجمالی
اور نقشِ اوّل کا مفصّل جواب

موسوم بہ

اِرغامِ ھاذر

بجواب

نقشِ ماھر

ازافاضات

حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالحفیظ صاحب حقانی مفتی و صدر مدرس دارالعلوم مظہریہ
جامع مسجد آرام باغ کراچی

بحُسنِ اہتمام

جناب مولوی سید سعادت علی صاحب قادری (مولوی فاضل)، مدرس
دارُالعلوم ھٰذا

ملنے کا پتہ:- سید سعادت علی قادری مدرسہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان

تعارف

برادرانِ اہلِ سنت، کراچی سے ایک رسالہ ماہنامہ فاران" زیر ادارت جناب ماہر القادری صاحب ہر ماہ شائع ہوتا ہے اس مرتبہ توحید نمبر جاری ہوا ہے جس میں جناب ماہر صاحب کے ہم خیال مضمون نگاروں کے مضامین توحید اور بدعت کے عنوان پر بکثرت درج ہیں اُن تمام مضامین کا خلاصہ اور چربہ جناب ماہر صاحب کا نقشِ اول ہے جس میں معتقدات و معمولات اہلِ سنت کے خلاف بڑا زہر اُگلا ہے، کوئی نئی باتیں تو نہیں ہیں۔ وہی ہیں جو معلم اول ابن عبدالوہاب کوفی کی کتاب التوحید اور معلم ثانی مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان" اور اُن کے بعد والے مولویوں کی کتابیں براہین قاطعہ فتاویٰ رشیدیہ بہشتی زیور وغیرہ میں ہیں۔ ماہر صاحب نے اتنی نیکی ضرور کمائی کہ سب کے مضامین یکجا کر دیئے ہیں۔

برادرانِ اہلِ سنت نے حضرت العلامہ مفتی محمد عبدالحفیظ صاحب حقانی صدر مدرس دارالعلوم مظہریہ جامع مسجد آرام باغ سے اصرار کے ساتھ جواب کی درخواست کی۔ حضرت ممدوح نے باوجود عدیم الفرصتی جواب تحریر فرمایا جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ بظاہر یہ نقشِ اول کا، لیکن حقیقۃً توحید نمبر کے تمام نقوش کا مدلل و محقق جواب ہے۔ برادرانِ اہلِ سنت سے استدعا ہے کہ رسالہ ہذا خود پڑھیں اور پھر دوسروں کو شوق دلائیں تاکہ اشاعت میں وسعت ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ فائدہ بخش ہو۔

خادم العلماء

سید سعادت علی مدرس سوم دارالعلوم مظہریہ
جامع مسجد آرام باغ کراچی

خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ علی نبیہ الامین الکریم وعلی آلہ واصحابہ مع التسلیم

ناظرینِ کرام۔ لیجئے بڑی آب و تاب بڑی شد و مد بڑی شان و شوکت بڑی جسامت و ضخامت کے ساتھ فاران کا توحید نمبر شائع ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ بذریعہ ڈاک میرے پاس بھی پہنچ گیا۔

میں پہلے سے یہ سمجھتا تھا کہ جناب ماہر صاحب نرے شاعر اور زبان اُردو کے صرف ادیب ہیں مگر رسالہ کے نقش اوّل کی نقاشی سے پتہ چلا کہ ماشاء اللہ آپ عالم اور مستند اور متبحر عالم بھی ہیں۔ علم کلام میں خاصی دسترس ہے علم تفسیر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور غالباً فن مناظرہ میں بھی مہارت ہے حدیث دانی کا بھی ملکہ ہے۔ ذہن میں فطنت و ذکا بھی ہے۔ مزاج میں جدت طرازی اور طباعی بھی ہے۔ توحید پر بہترین نقاشی فرمائی ہے مسائل توحید میں خوب رنگ آمیزیاں کی ہیں۔

ہم نے نقش کا ایک ایک خط و خال دیکھا اور بغور دیکھا واللہ ہم نے اگر کتاب التوحید ابن عبدالوہاب کی اور تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کبھی نہ دیکھی ہوتی تو صاف لفظوں میں آپ کو اس مضمون پر متبدع اور واقعی نقاش اول کا خطاب دے ہی دیتے مگر کمال مہارت دکھائی جناب ماہر صاحب نے کہ نقالی فرمائی اُن دونوں کتابوں کی طور اُڑایا اُن دونوں کتابوں سے لیکن اس انداز سے کہ بے خبر انسان یہ سمجھے کہ توحید پر کیسا انوکھا اور اچھوتا مضمون

سپرد قلم فرمایا کہ باید وشاید۔

ناظرین کرام۔ آپ بالکل مطمئن رہیں کہ اس مضمون میں سب کچھ وہی ہے جو کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں ہے جن کے جملہ جملہ لفظ لفظ کے جوابات بارہا شائع ہو چکے ہیں اور لاجواب رہے ہیں مگر آج کل کا کچھ دستور ایسا ہو گیا ہے کہ چت کیا ہوا پہلوان فوراً کھڑا ہو جاتا ہے اور پشت کی مٹی جھاڑ کر کہتا ہے کہ پھر بھی جب ہارا ہوا میدان سے نہیں ہٹتا تو جیتا ہوا کیوں میدان چھوڑے۔

ہمارے جناب ماہر صاحب نے مضمون توحید پر جہاں یہ نو نہ کہوں گا کہ دھوکہ دیا ہے بلکہ دھوکہ کھایا ہے اس سے ناظرین کو مطلع کرنا حسب الحکم ولا تکتموا الحق ضروری سمجھتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب ماہر صاحب نے توحید کا ذکر فرماتے ہوئے شرک کا بھی ذکر کر دیا ہے اور یہ ضروری تھا کہ بمصداق الاشیاء تعرف باضدادھا کسی چیز کی حقیقت بہت واضح ہو جاتی ہے جب مقابلہ میں ضد کی ماہیت بھی بیان کر دی جائے لیکن سوا چند جزئی مسائل کے کہیں توحید و شرک کی جامع مانع تعریف بیان نہ فرمائی تاکہ ایک کلی معیار قائم ہو جاتا اور جس چیز کو آپ نے شرک سمجھا ہے آیا وہ اس معیار کے مطابق ہے یا نہیں۔ یہی ابن عبدالوہاب نے کتاب التوحید اور مولوی اسمٰعیل نے تقویۃ الایمان میں وتیرہ اختیار کیا ہے کہ سینکڑوں شرک کے جزئیات بیان کر دیئے مگر توحید و شرک کی تعریف کہیں نہ بتائی۔

اور غالباً یہ اس لئے کہ جن چیزوں کو انھیں شرک قرار دے کر ایک عالم کو مشرک بنانا تھا وہ تعریف بیان کر کے مشرک نہ بنا سکتے تھے اور جس اسکیم

کے لئے وہ اُٹھے تھے کامیاب نہ ہو سکے تھے جناب ماہر صاحب نے چونکہ نقالی فرمائی ہے اس لئے اُن کو بھی تعریف لکھنے کی طرف خیال نہ ہوا تو کم از کم میں ہی عرض کر دوں تاکہ میں بھی اُس معیار پر جانچ سکوں اور ناظرین بھی سمجھ سکیں۔

توحید

لا الٰہ الا اللہ یہ کلمہ توحید ہے اور توحید کی تبلیغ کے لئے نازل کیا گیا ہے لا حرف نفی ہے الٰہ منفی الا حرف استثنا اللہ مثبت لا سے جس کی نفی کی گئی الا سے اسی کا اللہ کے لئے ثبوت کیا گیا ہے الٰہ بمعنی مالوہ معبود کے معنی میں ہے غیر کے معبود ہونے کی نفی کی گئی اور اسی معبود ہونے کا اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات کیا گیا ہے لا و الا قاعدہ کے مطابق مفید حصر ہیں یہ ہی حصر توحید ہے جس کے سادہ طور پر معنیٰ ہوتے کہ معبود صرف اللہ ہے پس اس کلمہ سے توحید معبودیت ثابت ہوئی یہ توحید کی ایک قسم ہوئی۔

بیان توحید میں کلمہ جلالت ذکر کیا گیا جو علم ذات ہے تاکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ معبود وہ کون ہے جو اللہ ہے اور کلمۂ جلالت اللہ علم ہے اُس ذات کا جو واجب الوجود ہے مستجمع جمیع صفات کمالیہ ہے اور ایسا کہ جو واجب الوجود ہو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہو اور کمال صفات یہ ہے کہ وہ بھی قدیم ہوں کسی کی عطا سے نہ ہوں فنا ہو جانے والی نہ ہوں) ایک ہی ہو سکتا ہے یہ دوسری قسم کی توحید ہوئی یعنی توحید وجوب ذات وصفات پس کلمہ

کے معنی اپنے منطوق ومفہوم کے اعتبار سے یہ ہوئے کہ معبود وہ ہی ایک ہے جو واجب الوجود ہے یعنی توحید یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ ہی واجب الوجود جامع صفات کمالیہ ہے اور اُس کی صفتیں سب ذاتی غیر عطائی ہیں قدیم ہیں باقی ہیں ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہیں اور وہ ہی معبود ہے۔

شرک

توحید کی ضد ہے تو لامحالہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ غیر خدا کو یا تو واجب الوجود اور اُس کی صفتوں کو ذاتی قدیم ازلی ابدی سمجھے یا معبود جانے۔ علامہ سعد تفتازانی شرح عقائد میں ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں الاشراک ہو اثبات الشریک فی الالوہیۃ (۱) بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس (۲) او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام۔

یاد رکھئے کہ توحید حاصل نہ ہوگی جب تک کہ توحید کی دونوں قسموں توحید وجوب و توحید معبودیت پر ایمان نہ ہو۔ لیکن شرک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دونوں مجتمع ہوں تو شرک ہوگا۔ اگر غیر خدا کو کوئی واجب الوجود تو مانتا نہیں مگر معبود سمجھتا ہے تو وہ مشرک ہوگا اگر کوئی غیر خدا کو واجب الوجود قدیم جانتا ہے مگر معبود نہیں مانتا تو وہ بھی مشرک ہے اور کوئی غیر خدا کو نہ واجب الوجود جانتا ہے نہ معبود کہتا ہے بلکہ اُس کی صفتوں کو ذاتی حقیقی قدیم مانتا ہے تو وہ بھی مشرک ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی غیر خدا کو نہ واجب الوجود مانتا ہے نہ اُس کی صفتوں کو ذاتی قدیم جانتا ہے نہ معبود سمجھتا ہے بلکہ اُس کو بندہ اور مخلوق یقین کرتا ہے اور اُس

کی صفتوں کو عطائے الٰہی ممکن حادث کہتا ہے تو اُسے ہرگز مشرک نہ کہا جائے گا اس لئے کہ اُس نے نہ معبودیت میں شرک کیا نہ وجوب ذات وصفات میں یعنی اُس کی صفتیں ویسی نہ مانیں جیسی خدا کی ہیں۔

غور فرمایئے عقائد حقہ میں سے ایک عقیدہ جو ذات وصفات باری سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے ولا یشبہہ شیئ ای لا یماثلہ اللہ کی کوئی چیز مماثل ومشابہ نہیں اس کی دلیل میں فرمایا فلان شیئاً من الموجودات لا یماثلہ فی شیئ من الاوصاف اس لئے کہ موجودات میں سے کوئی چیز کسی وصف میں خدا کے قائم مقام مثل ونظیر نہیں۔ اس پر خیال آیا کہ بندوں میں بھی تو انہی نام کی صفتیں علم حیات ارادہ سمع بصر وغیرہ موجود ہیں اور کچھ نہ کچھ ان صفات کا اثر وظہور بندوں میں ہے تو مماثلت ہو گئی اس خیال کو یوں دفع فرماتے ہیں فان اوصافہ من العلم والقدرۃ وغیر ذلک اجل واعلی مما فی المخلوقات لا مناسبۃ بحیث بینہما۔ خداوند تعالیٰ کی صفات علم وقدرت وغیرہ مخلوق کی صفتوں علم وقدرت وغیرہ سے اس قدر بلند وبالا ہیں کہ دونوں میں کوئی مناسبت نہیں۔ پھر اس کی وضاحت فرمائی قال فی البدایۃ ان العلم منا موجود وعرض وعلم محدث .... وجائز الوجود یتجدد فی کل زمان فلو اثبتنا العلم صفۃ للہ تعالیٰ لکان موجودا وصفۃ قدیمۃ وواجب الوجود ودائما من الازل الی الابد فلا یماثل علم الخلق بوجہ من الوجوہ۔

یعنی ہماری صفت علم عرض ہے حادث ہے ممکن ہے اور اُس میں

تجدد ہے ابھی نہ تھی اب پائی گئی اور خدا کی صفت علم صفت قدیمہ ہے واجب الوجود ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک ہے لہذا خدا کے علم کا بندہ کا علم کسی حیثیت سے مماثل نہیں (شرح عقائد نسفیہ)

دیکھئے بندہ کے لئے صفت علم وقدرت وغیرہ سب مان رہے ہیں مگر شرک نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ بندے میں کسی صفت کا ماننا جس کا نام خدا کی صفت کا نام ہو شرک نہیں اس لئے کہ یہ شرکت فی التسمیۃ ہے شرکت فی الحقیقت نہیں فی التسمیۃ نہیں شرک فی الصفات فی حقیقۃ الصفات نہیں۔

ناظرین کرام! اب تو آپ کو توحید و شرک کی تعریف معلوم ہو گئی اور ایک معیار قائم ہو گیا اب میں آپ سے کہوں گا کہ ذرا جناب ماہر صاحب کے پاس جا کر سفارش فرما دیں کہ اب ذرا میرے ساتھ میدان تفصیل میں دوڑ لگائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے مزعومہ شرکیات اس معیار پر اُترتے ہیں یا نہیں۔

جناب ماہر صاحب نے بطور تمہید توحید کی خوبی و اُس کی ضرورت اور اُس کی تبلیغ کے لئے حضرات انبیاء کی بعثت اور توحید کی چند صورتیں بیان کرنے اور توحید کے اجمال کی تفصیل بتانے کے بعد فرمایا

"دعا اور عبادت میں دفع بلا اور طلب نعمت میں استمداد و استعانت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح کسی بندے سے چاہے وہ نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو اگر معاملہ کیا جائے گا تو اس سے توحید کا عقیدہ مجروح ہو گا"

سچ فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح معاملہ کرے تو شرک ہو گا

لیکن خدا کی ذات کی طرح نہ ہو یعنی وہ کسی کو خدا کی ذات کی طرح نہ واجب الوجود جانتا ہے نہ اس کی صفتوں کو ذاتی قدیم واجب حقیقی جانتا ہے مگر اُس سے کوئی نعمت و دولت طلب کرتا ہے کسی مصیبت کے نازل ہونے پر لوگوں سے اُس مصیبت کے رفع دفع کرنے مثلاً آگ لگی تو لوگوں سے بجھانے، یا کنوئیں میں گرا تو لوگوں سے نکالنے، یا گرفتار ہوا تو لوگوں سے رہا کرانے، یا کسی نے اُس پر حملہ کیا تو لوگوں سے اُسے روکنے کے لئے کہا اسی طرح اپنی ضروریات وحاجات میں اپنے ماں باپ بھائی بہن اُستاد شاگرد رعایا بادشاہ سے مدد طلب کی اور یہ چیزیں فطری طور پر نظامِ عالم کے ماتحت روزمرہ وجود میں آتی ہیں تو فرمایئے کہ یہ بھی توحید کے خلاف اور شرک ہیں یا نہیں اور یہ مسلمان مشرک اور غیر موحد کی جماعت میں داخل ہوا یا نہیں اگر ان صورتوں میں بھی وہ مشرک ہو گیا اور عقیدہ توحید مجروح ہو گیا تو پھر بتایئے کہ دنیا میں کتنے مسلمان رہے اور اگر خدانخواستہ آپ کے گھر میں آگ لگے، یا آپ گڑھے میں گر پڑیں یا رات کو چور گھس کر آپ پر حملہ کریں، تو آپ اِن مصائب کے دفعیہ میں صرف خدا ہی سے معاملہ رکھیں گے اور بندوں کو تو آگ کے بجھانے، کنوئیں سے نکالنے اور حملہ سے بچانے کے لئے نہ بلائیں گے نہ کوئی مدد طلب کریں گے مگر نہیں آپ ضرور اہل محلہ سے کہیں گے اور مدد چاہیں گے تو فرمایئے آپ کا عقیدہ توحید مجروح ہو کر آپ مشرک یا شبیہ مشرک ہوں گے یا نہیں اگر ہوں گے تو بچنے کی فکر نہ کیجئے اور آگ کو جلانے دیجئے کنوئیں میں پڑے

رہیئے چوروں سے پٹتے رہیے اور اگر نہ ہوں گے تو پھر آپ اپنے گذرے ہوئے قول کی خود تردید کر دیں گے یا پھر وجہ فرق بتانا شروع کریں گے اور لامحالہ آپ کو کہنا ہی پڑے گا کہ ہمارا یہ معاملہ اللہ کی ذات کی طرح بندوں سے نہیں ہے اور ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ مسبب حقیقی معین و ممد تحقیقی ہے اس کی یہ صفتیں ذاتی قدیم ہیں بندوں کو ہم نے ایسا نہیں جانا بلکہ خدا نے عالم اسباب میں یہ اسباب پیدا فرما دیئے ہیں اور ان کو مدد کرنے کی توفیق بخشی ہے اس لئے ضرورت بندگی کے ماتحت اُن کو سبب جانتے ہوئے معاملہ کیا پہلا شرک ہے یہ شرک نہیں۔

جناب ماہر صاحب آپ کو ان مصائب میں گرفتار ہونے اور یہ معاملہ کرنے کے بعد یہ سب کچھ ماننا اور کہنا پڑے گا ہم نے شریعت کے قواعد کلیہ اور توحید کی تعریف اور شرک کی حقیقت معلوم کرنے کے بعد پہلے ہی سے کہہ دیا کہ مطلقاً کسی سے مدد چاہنا دفع بلا کی درخواست کرنا کسی نعمت و دولت کا مانگنا شرک نہیں۔ شرک صرف یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو ان صفات سے بالذات متصف ماننا اور اس کو معین حقیقی سمجھنا اور دافع اصلی منعم تحقیقی جاننا شرک اس لئے نہیں ہوا کہ اس نے نبی و ولی تو بہت اونچے مرتبہ کے حضرات ہیں چھوٹے انسانوں کو بھی ایسا نہ جانا صرف یہ جانا کہ یہ اللہ کے بندے ہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے انھیں یہ توفیق عطا فرمائی ہے اور ہم کو مدنی الطبع بنایا ہے عالم اسباب کے کارخانہ کو اسی طرح چلایا ہے لہٰذا یہ معاملہ اس طرح ان سے کیا جاتا ہے

جناب ماہر صاحب اب ذرا آپ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث

دہلوی کا ارشاد سن لیجئے دیکھئے ہمارے عقیدہ کی تائید کرتا ہے یا آپ کے مزعومہ کی اور حضرت شاہ صاحب قبلہ غالباً آپ کے یہاں کبھی معتمد ہوں گے تفسیر سورہ فاتحہ میں فرماتے ہیں۔

"اگر توجہ صرف خدا کی طرف ہے اور اس بزرگ کو مظہر عون الٰہی سمجھتے ہوئے کارخانۂ اسباب و حکمت پر نظر رکھتے ہوتے غیر سے استعانت کرے تو ایمان و عرفان سے دور نہیں شریعت میں جائز ہے"

جناب ماہر صاحب ذرا اس لفظ مظہر عون الٰہی کو دیکھئے جس نے آپ کی ساری نقاشی پر خط نسخ پھیر دیا اور ذرا اس جملہ ایمان و عرفان سے دور نہیں" کو بھی ملاحظہ فرمایئے جس نے آپ کے سارے مزعومات کا بطلان کر دیا۔ جناب والا مضمون توحید کے لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا تو حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت کو پیش نظر رکھنا تھا تاکہ وہ صاف صاف بات نکلتی کہ کسی کو انگلی رکھنے کی جرأت نہ ہوتی مگر کیا کریں آپ کو تو ابن عبدالوہاب اور مولوی اسمٰعیل سے فیض حاصل کرنا تھا نہ کہ قبلہ شاہ صاحب سے اور یہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب مولوی اسمٰعیل کی انھیں بے راہ رویوں اور بد عقیدگیوں سے ناراض تھے۔ افسوس گر نتی دامن لیکن دامن پارہ پارہ

جناب ماہر صاحب فرماتے ہیں :-

"عرب کے مشرکین خدا کے وجود کے منکر نہ تھے وہ اللہ تعالیٰ کو خالق بھی مانتے تھے مگر وہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارشی سمجھ کر ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے تھے جو اللہ کے ساتھ کرنا چاہیے یعنی بتوں کے روبرو سجدہ ریزی

اُن کی دہائی دینا اُن سے مدد چاہنا (وغیرہ) ان مشرکانہ حرکات کے ساتھ ان کا خدا کو ماننا اللہ کے یہاں مقبول نہ ہو سکا"

آپ نے سجدہ ریزی کو بھی مشرکانہ حرکت میں شمار کیا تو فرمایئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو فرشتوں نے سجدہ کیا فسجدوا قرآن میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام کو گیارہ ستاروں اور شمس و قمر نے سجدہ کیا ۔ قرآن میں ہے وخروا لہ سجدا تو فرشتوں کا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کا حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو اللہ کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا تو بقول آپ کے یہ سجدہ ریزی مشرکانہ حرکت ہوئی اور یہ سب مشرک ہوئے اور خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کا حکم فرمایا قرآن میں ہے و اذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم تو معاذ اللہ خدا نے مشرکانہ حرکت کا حکم فرمایا آپ کیا جواب دیں گے اور آیتوں میں وارد ہونے والے لفظ سجدہ کی تاویل کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں وہ اپنے معنی میں لفظ صریح ہے ۔

جناب ماہر صاحب آپ نے ایسی توحید بیان کی کہ فرشتوں اور حضرت یعقوب کو بھی شرک میں دھر گھسیٹا اور خدا کو شرک کا حکم دینے والا ٹھیرایا اسی لئے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ جناب آپ کا مقام شاعری ہے توحید جیسے نازک مسئلہ پر گفتگو کرنا نہیں ہے ۔

ہاں فرمایئے آپ کیسے پیچھا چھڑائیں گے لا محالہ آپ کو کہنا پڑے گا کہ مطلق سجدہ شرک نہیں بلکہ شرک ہے معبود سمجھ کر سجدہ کرنا نہ بطور تعظیم

سجدہ کرنا خداوند تعالیٰ نے سجدہ عبودیت کا حکم نہ دیا کہ وہ ازلاً ابداً شرک ہے
اُس میں تغیر و تبدل ترمیم و تنسیخ نہیں حکم سجدۂ تعظیمی کا تھا اور فرشتوں
اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے معبود سمجھکر سجدہ نہ کیا اُن کا دوسرے کو معبود
سمجھنا محال ہے کہ وہ معصوم ہیں بلکہ سجدۂ تعظیمی کیا بغیر اس تقسیم کے چارہ
نہیں ورنہ بڑا تصادم و تضاد پیدا ہو جائے گا اور اسلام پر بڑی نکتہ چینی
ہوگی۔

دیکھیے امام فخر الدین رازی کا قول سجدہ کے بارے میں ہماری تائید
کرتا ہے یا آپ کی مدد وہ فرماتے ہیں اجمع المسلمون علی ان ذلک السجود
لیس سجود عبادۃ لان سجودا لعبادۃ لغیر اللہ کفر والامر لا یرد بالکفر
تمام اہل اسلام کا اجماع ہے کہ یہ سجدہ سجدۂ عبادت نہیں تھا اس لئے کہ
سجدہ عبادت کفر ہے اور خدا کفر کا حکم نہیں دیتا۔

پھر کون سا سجدہ ہے فرماتے ہیں ان السجدۃ کانت لآدم علیہ السلام
تعظیماً لہ، وتحیۃ لہ کالسلام منھم علیہ وقد کانت الامم السابقۃ تفعل
ذلک کما یحیی المسلمون بعضھم بعضاً بالسلام یہ سجدہ سجدۂ تعظیمی تھا
جیسے آج کل مسلمانوں کا دستور تعظیمی سلام ہے (تفسیر کبیر)

جناب ماہر صاحب اگر آپ کو امام رازی پر اعتماد تھا تو سجدہ ریزی
پر قلم ریزی فرمانے سے پہلے اس امام کا قول دیکھ لیا ہوتا مگر میں پھر کہوں گا
کہ آپ کی نگاہ میں تو صرف ابن عبدالوہاب اور مولوی اسمٰعیل دہلوی ہی جمے
ہوئے ہیں اور غالباً آپ کے نزدیک اُن کے مقابلہ میں امام رازی جیسے بدعتی کی

کیا قدر ہوگی فرمایئے آپ کے دل کی سی بات میں نے کہی یا نہیں۔

اسی طرح دہائی دینے مدد چاہنے، عالم میں تصرف کرنے کی بھی تقسیم ہو سکتی ہے یعنی غیر خدا کو خدا سمجھتے ہوئے اُس کی دہائی دینا مدد چاہنا متصرف سمجھنا شرک ہے ورنہ شرک نہیں جس کا قاعدہ شرک و توحید کی تعریف میں بیان ہو چکا

جناب ماہر صاحب نے پھر دو آیتیں لکھیں۔ ویعبدون من دون اللہ الآیہ وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ اگر یہ آیتیں صرف اس لئے لکھی ہیں کہ لوگ پڑھتے پڑھتے کہدیں کہ دیکھو دو آیتیں بھی لکھدیں تو آپ کا یہ مطلب تو اس سے حاصل ہو جائے گا کہ لوگ آپ کو عالم بالقرآن سمجھنے لگیں گے اور اگر بطور دلیل اور دعوے کے ثبوت کے لئے لکھی ہیں تو قربان آپ کی سمجھ پر اس لئے کہ آپ کا مدعا ان سے ثابت نہیں ہوتا۔

پہلی آیت میں دو چیزوں کا ذکر ہے ایک مشرکین کے حال کا دوسرے اُن کے مقال کا ویعبدون حال ہے ھولاء شفعاء نا مقال ایک کا دوسرے پر عطف ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے تو دونوں دو چیزیں ہوئیں۔ (۱) ایک تو بتوں کی عبادت کرنا (۲) دوسرے اُن کو شفیع سمجھنا، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں میں شرک کیا ہے معبود سمجھنا یا شفیع سمجھنا، یا دونوں سمجھنا معیار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تو صرف معبود سمجھنا شرک ثابت ہوتا ہے نہ شفیع سمجھنا اس لئے کہ شفیع ہونا خدا کی صفت نہیں بلکہ خاص مخلوق کی صفت ہے شفیع کے لئے مشفوع الیہ کا ہونا ضروری ہے جو خدا کے سوا کوئی نہیں اگر خدا کو شفیع سمجھا جائے گا تو اس کے لئے دوسرا خدا جو مشفوع الیہ ہو ماننا پڑے گا

وھذا باطل۔ پس کسی کو شفیع سمجھنا شرک نہیں اس لئے کہ شفیع ہونا خدا کی صفت نہیں۔

اس کو پھر دوسری طرح یوں سمجھئے کہ عبادت و شفاعت دونوں میں سے کسی چیز کا اثبات قرآن کریم میں دوسرے کے لئے ہے یا نہیں اگر ہے تو شرک نہیں اس لئے کہ شرک میں یہ گنجائش نہیں کہ کسی حالت میں شرک ہو اور کسی حالت میں نہ ہو۔ جو چیز شرک ہے ازلاً ابداً شرک ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی کی عبادت کو نہ فرمایا۔ فرمایا تو منع فرمایا لا تعبدوا لیکن جہاں ایک قسم کے لوگوں کے لئے شفاعت کا انکار فرمایا تو دوسرے قسم کے لوگوں کے لئے اثبات بھی فرمایا من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ میں اثبات شفاعت ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کو شفیع سفارشی سمجھنا شرک نہیں۔

لیکن اس میں بندہ آزاد نہیں رکھا گیا کہ اپنی مرضی سے جس کو چاہے شفیع سمجھے شفیع اس ہی کو سمجھ سکتے ہیں جس کو خدا نے شفیع بنایا ہے پس نبی و ولی کو خدا نے شفیع بنایا ہے اور حضور نے اُس کی خبر دی لہٰذا اُن کو شفیع سمجھنا حق اور بتوں کو شفیع نہیں بنایا اُن کو شفیع سمجھنا باطل کفار نے اپنی مرضی سے بتوں کو شفیع سمجھا اس لئے ان کی مذمت کی گئی اور صحابہ کرام نے حضور کو شفیع سمجھا لہٰذا اُن کی مذمت نہ خدا نے فرمائی نہ رسول نے بلکہ رسول نے صاف فرمادیا انا اول شافع سب سے پہلا شفیع میں ہوں شفاعتی لاہل الکبائر من امتی، میں اپنی اُمت کے گنہگاروں کی شفاعت کروں گا۔

جناب ماہر صاحب اس کو کہتے ہیں تحقیق نہ یہ کہ آنکھ بند کی اور پھینکی چاروں طرف جو شرک نہیں اس کو بھی شرک ٹھہرادیا۔

اسی طرح آیہ وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ کا مطلب بھی سمجھ لیجئے کہ شرک صرف عبادت اصنام ہے اور ذریعہ ووسیلہ تقرب سمجھنا باطل محض ہے ان کو کیا حق ہے کہ خدا کی خدائی میں رہیں اور جس کو چاہیں وسیلہ وذریعہ سمجھیں وسیلہ وذریعہ وہی ہو سکتا ہے جس کو خدا نے بنایا بتوں کو وسیلہ نہیں بنایا۔ لہذا ان کو وسیلہ سمجھنا خیال خام انبیاء۔ اولیاء کو خدا نے وسیلہ بنایا لہذا اُن کو وسیلہ سمجھنا حق اور ایمان۔

جناب ماہر صاحب، ہم تو خدا کے حکم کے تابع ہیں جیسا حکم دیا سر تسلیم خم کر دیا حکم دیا بتوں کو شفیع ووسیلہ نہ سمجھو، نہ سمجھا۔ فرمایا تمھارے شفیع و وسیلہ انبیاء۔ اولیا ہیں مان لیا مشرکین سے کہا کہ بتوں کو شفیع ووسیلہ نہ سمجھو، کم بختوں نے سرتابی کی اور بتوں کو شفیع ووسیلہ جانا خدا کے باغی ہوئے ابن عبدالوہاب اور دہلوی سے کہا گیا کہ انبیا اولیا کو شفیع ووسیلہ سمجھو، نہ مانا اور بغاوت کی فاللہ یحکم بینھم یوم القیامہ

جناب ماہر صاحب وہ بت جن کی کفار پرستش کرتے تھے مرادیں مانگتے تھے وغیرہ وغیرہ خواہ وہ اگلی اُمت کے صلحاء کی تصویریں اور مجسمے ہوں یا انبیا کی صورت بدل گئی حکم بدل گیا۔

جناب ماہر صاحب یہ تو صالحین کے مجسمے بنا کر بت بنائے اور معبود سمجھا مشرک ہوئے فرمایئے اگر کوئی اللہ کے نام کا بت بنالے اور سمجھے کہ

سیاہ ہرانے کو لیسے معاذ اللہ صالح کا مجسمہ بنایا تھا؟

خدا کا اس میں جلوہ ہے اور اُس کی پوجا کرنے لگے تو غالباً آپ کے نزدیک شرک نہ ہوگا کیونکہ یہ غیر خدا کا بت نہیں اور اگر اس کو بھی آپ شرک سمجھیں اور حقیقۃً شرک ہے تو پھر اتق صلحا کے بتوں کی کیا تخصیص ہے جو بار بار دُہرایا جارہا ہے۔

جناب ماہر صاحب بات یہ نہیں جس کو آپنے سمجھ رکھا ہے میں جتا دُں کیا ہے۔ خدا کے سوا کسی کی بھی عبادت کرنا خواہ وہ خود مجسم ہو یا اُس کو مجسمہ یا خدا ہی کے نام کا بت ہو شرک ہے کہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک ہے خواہ اجسام کی پوجا کرے یا ارواح کی یا دونوں کی ایک ساتھ۔ لیکن طلب واستمداد مستقلاً شرک نہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔

جناب ماہر صاحب! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پردے پردے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ کا مطلب یہ ہے کہ قدیم سے جو مسلمانوں کا یہ دستور چلا آرہا ہے کہ وہ مزارات اولیا پر حاضر ہوکر روحانی طریقہ سے کسب فیوض کرتے ہیں اس کو آپ نے ارواح کی پوجا قرار دیا ہے اور ان ارواح سے استفاضہ کو طلب واستمداد قرار دے کر ایک عالم کو مشرک بنانے کی بنیاد ڈالی ہے۔

جناب ماہر صاحب یہ زمانہ مادیت کی لہروں کا زمانہ ہے اُسی سے کچھ آپ بھی متاثر نظر آتے ہیں۔ روحانیت کا فقدان ہے اس سے کچھ آپ تہی دست معلوم ہوتے ہیں اسی لئے روحانیت کے رموز واسرار کو آپ نہ سمجھ پائے اور کسب فیوض کو ارواح کی پوجا قرار دیا داستان ما بینہما۔ انشاء اللہ کسی فرصت کے موقعہ پر اس رمز کو بھی سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

جناب ماہر صاحب اہل حق نے وہابیہ کے رد میں ایسا صاف اور ستھرا اصول۔

پیش کیا تھا اور بالذات اور بالعطاء کا فرق بتا کر لوگوں کو شرک سے اور وہابیوں کو مشرک گری سے بچانا چاہا تھا۔ اس کو جناب نے اپنی شاعری زبان میں فریب آمیز مغالطہ قرار دیا مگر کوئی دلیل کوئی برہان پیش نہ فرمائی۔

جناب ماہر صاحب کیا فرمائیں گے آپ جب آپ سے کوئی کہے اللہ حی ہے قادر ہے مشیت والا ہے، سمیع ہے بصیر ہے متکلم ہے اور بندہ بھی حی ہے کچھ قدرت رکھتا ہے مجبور محض نہیں، کسی نہ کسی چیز کا ارادہ بھی کرتا ہے سننے دیکھنے کی صفت بھی ہے اور گفتگو بھی کرتا ہے تو شرک ہو گیا آپ اس شرک کو کیسے اٹھائیں گے یا سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں گے۔

لامحالہ آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا کی یہ صفتیں ذاتی ہیں اور بندے میں عطائے الٰہی بغیر اس تقسیم و تفریق کے چارہ ہی نہیں جو بات مجبور ہو کر بعد میں آپ کو کہنی پڑے وہ پہلے ہی خود سمجھ لیتے خوبی اسی میں تھی، اچھا آپ ہی بتائیے کہ بندے کی یہ ساری اچھی صفتیں اور نعمتیں خدا کی عطا فرمودہ نہیں اگر آپ فرمائیں نہیں تو ایمان کی خیر لیجئے اور قرآن کی آیت پڑھیئے وما بکم من نعمۃ فمن اللہ تمہارے پاس کی ہر نعمت خدا کی عطا کردہ ہے۔ اور اگر فرمائیں ہاں عطا کردہ ہیں اور کہنا ہی پڑے گا تو آپ نے خود عطائی اور ذاتی کا فرق تسلیم کر لیا تو جنھوں نے عطائی اور ذاتی کا فرق بتایا وہی اہل بدعت اور فریب دہندہ کیوں ہوئے آپ بھی تو کھینچ کر اسی صف میں آ گئے۔

جناب ماہر صاحب آپ نے اپنے رسالہ کے صـ۱۵ پر لکھا ہے "بعض فتنوں کی بھی حضور نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم و بصیرت کی بنا پر خبر دی ہے" یہ جناب

نے دیئے ہوئے لفظ کا استعمال کیوں فرمایا جب ذاتی اور عطائی کی تفریق اہل بدعت کا مغالطہ ہے آپ عطائی کا اقرار کرکے خود اہلِ بدعت اور دھوکہ دینے والے قرار پائے یا نہیں۔ جناب ماہر صاحب آپ کو اپنی منہ کی کہی بات بھی یاد نہ رہی اور ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جب انسان مصنوعی بات کہتا ہے تو اُسے یاد نہیں رہتی اور کسی نہ کسی وقت خود اُس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حقیقی بات کہنے والا ص۴ سے ص۱۵ تک پہنچنے میں بھولا نہیں کرتا۔

آپ نے ص۷۸ سے ص۷۹ تک شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت نقل کی ہے اُس میں ایک جملہ یہ بھی ہے یا علم ذاتی از غیر اکتساب بجواس دو دلیل عقلی الخ شاہ صاحب نے ذاتی فرماکر عطائی ذاتی کی تفریق و تقسیم فرمادی فرمائیے آپ کے نظریہ کے مطابق یہ بھی اہل بدعت اور مغالطہ دہندہ ہوئے ذرا جلدی جلدی جو کچھ فرمانا ہے فرماتے چلئے۔

ص۱۰۹ پر قاری طیب صاحب کی یہ عبارت موجود ہے "گو یہ فرق بھی مسلم ہی کہ اللہ کا علم ذاتی اور رسولوں کا عطائی" دیکھئے آپ کے قاری صاحب نے بھی عطائی اور ذاتی کے فرق کو تسلیم کیا فرمائیے یہ بھی آپ کے نزدیک اہلِ بدعت اور خادع ہوئے فتویٰ دیجئے اور قاری صاحب کو لکھئے کہ آپ نے ذاتی اور عطائی کا فرق تسلیم کرکے ہماری ناک کیوں کٹوائی۔

جناب ماہر صاحب! آپ نے اہلِ حق کی اس تقسیم اور استدلال کو نمرود کا استدلال قرار دیا اور آیہ انا احی و امیت نقل کرکے اپنے استدلال کی داد حاصل کرنا چاہی نتیجہ کے طور پر آپ نے بڑا دل خراش جملہ دھر گھسیٹا کہ "اہلِ بدعت کی طرح

نمرود نے بھی ذاتی اور عطائی قدرت کے لفظی مغالطہ کو اپنا استدلال بنایا۔

جناب ماہر صاحب، آپ نے بالکل غلط سمجھا کیا آپ کسی تفسیر کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ نمرود نے ذاتی اور عطائی قدرت کا فرق درمیان میں رکھا۔ میں نے غلطی کی کہ آپ سے تفسیر کا حوالہ طلب کیا ماشاءاللہ آپ خود ماہر مفسر القرآن ہیں جو آپ فرمائیں، وہی حقیقی تفسیر جو آپ سمجھ لیں وہی حقیقی معنیٰ آپ کو تفسیر کی پرانے ذخیروں سے کیا واسطہ آپ کو تو قرآن کا علم نئے انداز سے حاصل کرنا ہے نہ کہ پرانی تفسیروں سے کما ہو قول امالکم۔

بہرحال سمجھا آپ نے غلط نمرود کے ذہن میں ذاتی اور عطائی کا فرق کہاں سے آسکتا ہے وہ تو کافر تھا مدعی الوہیت تھا کافروں کے ذہن میں عطائی اور ذاتی کا فرق نہیں آسکتا یہ فرق تو صرف مسلمان اور پابند حقانیت مسلمان کے ذہن میں آسکتا ہے۔

بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی صفت بیان فرمائی کہ میرا خدا زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے نمرود نے کہا انا احی وامیت میں بھی زندہ رکھتا اور مار ڈالتا ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زندہ کرنا صفت بتائی اس احمق نے زندہ رکھنا سمجھا اور اپنی صفت ٹھہرائی کرنے اور رکھنے میں فرق نہ سمجھا حالانکہ بڑا فرق ہے خدا کی صفت احیا کے معنیٰ ہیں۔ زندگی پیدا کرنا اور کسی مستوجب قتل و موت کو سزا نہ دینا اور قتل و موت سے رہا کر دینا احیا نہیں چونکہ بات یہ باریک تھی اس احمق کی سمجھ میں نہ آئی، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رُخ بدلا اور یہ بھی اور جلد سمجھ میں آجانے والی بات کا ذکر کیا کہ میرا خدا سورج

مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے۔

یہاں نمرود تاویل نہ کر سکتا تھا معنی احیا میں تاویل کر کے زبان
دوری دکھائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے ذاتی اور عطائی
فرق کرنے پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ معنی احیا نہ سمجھنے پر اُس طریقہ کو ترک فرما کر
دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔

اسی کے آگے دو آیتیں ہیں پہلی میں اَوْ کالذی مر علی قریۃ کا واقعہ اماتہ
واحیا اور دوسری آیت میں جانوروں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ
سے مردہ بنوا کر پھر زندہ کر کے بیان فرما کر معنی احیا سمجھائے اگلی دونوں آیتیں
احیا کے معنیٰ سمجھانے کے لئے ہیں نہ کہ ذاتی اور عطائی کا فرق مٹانے کے لئے دونوں
آیتیں سبق دے رہی ہیں کہ نمرود نے احیا کے معنی نہ سمجھے جو معارضہ کر بیٹھا ذاتی
اور عطائی سے اس آیت کو بال سے زیادہ باریک رشتہ بھی نہیں۔

جناب ماہر صاحب ذرا تفسیر روح البیان کے ان جملوں کو دیکھ لیجئے کہ آپ کے
مفید مطلب ہیں یا ہمارے حامی۔

فجعل نوع القتل احیاء وکان ھذا تلبیا منہ آیہ فان اللہ کے بعد فرمایا
جواب شرط مقدر تقدیرہ قال ابراھیم اذا دعیت الاحیاء والاماتۃ
ذاتیت بمعارضۃ مموھۃ ولم تعلم معنی الاحیاء فالحجۃ ان اللہ یاتی
بالشمس من المشرق الایۃ

غور فرمایئے کہ کہیں ذاتی وعطائی کی بحث ہے بلکہ صرف معنی احیا نہ
سمجھنے کی گفتگو ہے۔

جناب ماہر صاحب! آپ نے اہل حق کے استدلال کو نمرود کے استدلال کی برابر ٹھیرا کر اس کے مقولہ اور آیت قرآنی کو بطور حلف پیش کرکے ایسا ہی دھوکہ دیا ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان نے قسم کھا کر دھوکہ دیا تھا۔ وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین اللھم انی اعوذبک من ھمزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرون۔

جناب ماہر صاحب فرماتے ہیں "مشرکین عرب اپنے بتوں کو خدا نہ سمجھتے تھے بلکہ ان بتوں کو اللہ کی بارگاہ میں اپنا شفیع اور ذریعہ تقرب خیال کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل اور عقیدہ کو شرک سے تعبیر کیا"

حیرت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مشرکین بتوں کو خدا نہ سمجھتے تھے اور خدا فرماتا ہے کہ یہ مشرکین ان کو خدا اور معبود جانتے اور مانتے ہیں قرآن میں اُن کا یہ عقیدہ ایک دو جگہ نہیں متعدد جگہ ذکر کیا گیا ہے آپ نے خود آیت نقل کی ہے ویعبدون من دون اللہ جس سے ظاہر ہے کہ مشرکین بتوں کو معبود جانتے ہیں آپ نے خود یہ جملہ نقل کیا ہے حتیٰ تخذ وہا الہا یعبدون من دون اللہ جس سے روشن ہے کہ وہ انہیں الٰہ خدا معبود جانتے تھے اگر معبود نہ جانتے تھے تو انھوں نے اجعل الالھۃ الہًا واحداً کیوں کہا اور توحید کی تبلیغ پر کیوں اعتراض کیا۔

جناب ماہر صاحب آپ نے توحید پر مضمون اپنے خیال میں دین کی خدمت اور تبلیغ کے لئے لکھا ہے مگر افسوس اتنے بڑے نیک کام کے ساتھ آپ غلط بیانی سے بھی کام لیتے جا رہے ہیں کہ مشرکین بتوں کو خدا نہ جانتے تھے خیر کے ساتھ شر کو حق کے ساتھ باطل کو تو نہ ملایئے۔

جناب والا مشرکین خدا بھی جانتے تھے معبود بھی سمجھتے تھے اور شفیع اور ذریعہ و وسیلہ بھی تصور کرتے تھے اور شرک ان کا صرف معبود اور خدا سمجھنا تھا۔ شفیع اور وسیلہ سمجھنا نہ تھا اس لئے کہ شفیع اور وسیلہ ہونا خدا کی صفت نہیں۔ جو دوسرے میں ماننے سے شرک ثابت ہوجائے جناب ماہر صاحب نے شفیع اور وسیلہ کے معنے اور حقیقت ہی کو اب تک نہ سمجھا۔ شفاعت اور توسل کے لئے تین کا ہونا ضروری ہے (۱) شفاعت کرنے والا اور وسیلہ (۲) جس کی شفاعت کی جائے اور جس کا وسیلہ ہو (۳) جس کے پاس شفاعت کی جائے اور جس کے دربار میں وسیلہ پیش کیا جائے۔ اگر کسی کو شفیع اور وسیلہ ماننا شرک ہے تو اس کے معنی یہی ہوئے کہ خدا شفیع اور وسیلہ ہے اور جب خدا شفیع اور وسیلہ ہے تو اس کے لئے آپ کو ایک اور دربار ماننا پڑے گا جہاں خدا شفیع اور وسیلہ ہوگا اب آپ ہی سمجھ لیجئے کہ یہ توحید ہوتی کہ خدا کے سوا دوسرا خدا ماننا جس کے یہاں خدا شفیع اور وسیلہ ہو یا شرک ہوا۔

دیکھئے حضور نے ایک اعرابی کو کس طرح ڈانٹا تھا جب اس نے کہا تھا کہ اللہ کو آپ کے پاس شفیع بناتا ہوں تو حضور نے فرمایا انہ لا یستشفع باللہ علی احد خدا کسی کا شفیع نہیں خدا کی شان بڑی ہے۔ یعنی اس کے پاس دوسرے شفیع ہوں گے نہ کہ خدا دوسرے کے پاس شفیع۔

جناب ماہر صاحب کو چاہیے تھا کہ توحید پر مضمون لکھنا تھا تو پورا سامان جمع کر کے لکھتے تاکہ ایسی فاحش غلطیاں نہ ہوتیں ایسا کون سا ان کے

ذمہ فرض عین تھا کہ بلا مایہ و سرمایہ لکھنے پر مجبور ہوئے۔

ہاں بتوں کو شفیع سمجھنا جہالت حماقت گدھاپن ہے اس لئے کہ خدا نے اُن کو شفیع اور وسیلہ بننے کا حق ہی نہیں دیا تو جس کو خدا نے شفیع اور وسیلہ نہیں بنایا اُس کو شفیع و وسیلہ سمجھنا اور اپنی رائے کو دخل دینا خلاف عقل ہے یعنی شفیع اور وسیلہ اُن کو سمجھو جن کو خدا نے یہ منصب دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بت جماد محض بے حس و حرکت غیر شاعر ہیں اُن کو شفیع و وسیلہ بنانے سے کیا فائدہ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اسی وجہ کو ذکر فرمایا فرماتا ہے ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من لا یستجیب لہ وھم عن دعائھم غافلون ان سے زیادہ گمراہ کون جو خدا کے سوا ایسے کو پکاریں جو اُن کو جواب نہ دے سکیں حالانکہ وہ اُن کے بلانے سے غافل و بے خبر ہیں۔ یہ من لا یستجیب لہ وھم عن دعائھم غافلون کے مصداق سوا جمادات کے اور کون ہو سکتا ہے اسی لئے تمام مفسرین نے فرمایا لانھم جماد لا یعقلون (تفسیر جلالین) ممن یعبد الاصنام وہی جماد لا قدرۃ لہا علی استجابۃ دعائہم (تفسیر ابوحیان اندلسی) وھم ای الاصنام عن دعائھم غافلون لکونھم جمادات لا یعقلون فکیف یستجیبون (روح البیان) ہر شخص جماد ہونے کی علت بیان کر رہا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ دعا و ندا شفاعت و توسل کی نفی جمادات سے ہے نہ کہ ذوی عقل و ہوش انسانوں سے اسی طرح استمداد وغیرہ کی نفی بھی انھیں جمادات سے ہے نہ کہ ذوی العقول سے۔

چونکہ مشرکین اپنے بتوں کو خدا الٰہ سمجھتے تھے اسی واسطے خداوند تعالیٰ نے بتوں کو خدا سمجھنے اور اُن کی عبادت کرنے پر مشرک فرمایا۔ باقی صرف تعظیم اور دعا اور استمداد پر مشرک نہیں کہا اس لئے کہ یہ چیزیں اگر شرک ہوتیں تو کسی کے لئے بھی اجازت نہ ہوتی حالانکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ومن یعظم شعائراللہ جو خدا کے شعائر کی تعظیم کرے اور صفا و مروہ کو خدا نے شعائر فرمایا ان الصفا و المروۃ من شعائراللہ صفا و مروہ غیر خدا ہیں پھر بھی تعظیم کا حکم دیا جا رہا ہے معلوم ہوا کہ صرف تعظیم شرک نہیں خدا سمجھکر تعظیم کرنا شرک ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ اس سے اچھی بات کس کی جو اللہ کی طرف لوگوں کو پکارے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ثم ادعھن فرمایا پھر ان جانوروں کو پکارو معلوم ہوا کہ صرف دعا و ندا شرک نہیں شرک ہے خدا سمجھکر دعا و ندا کرنا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان استنصروکم فی الدین اگر یہ لوگ تم سے دین میں استمداد کریں معلوم ہوا کہ مطلق استمداد شرک نہیں شرک ہے خدا سمجھکر استمداد کرنا۔ اور یہ متعین ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو پہلے الٰہ معبود جانتے اور مانتے ہیں پھر تعظیم استمداد و دعا و ندا کرتے ہیں تو یہ سب کچھ خدا سمجھ کر کرتے ہیں۔ لہٰذا شرک قرار پایا۔

مسلمان اور سنّی مسلمان اولیا۔ کو خدا نہیں کہتا' نہیں جانتا' نہیں مانتا تو شرک تو ختم ہو گیا۔ اب اُن کو بلانا استمداد اُن کی تعظیم شرک نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ چیزیں مستقلاً شرک نہیں ورنہ قرآن میں دوسروں کی اجازت نہ ہوتی

جناب ماہر صاحب نے فرمایا "آج بزرگان دین کی قبروں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جا رہا ہے جو مشرکین عرب بتوں کے ساتھ کرتے تھے"

لیجئے جناب ماہر صاحب نے جو اتنی لمبی چوڑی پاڑ باندھی تھی اس کا نتیجہ اب ظاہر ہو گیا۔ یہ ساری تمہید اور مضمون توحید اس لئے تھا کہ بزرگانِ دین کے مزارات کو بتوں سے تشبیہ دیں اور مسلمانوں کو مشرکینِ عرب سے۔ نہاں کے ماند آں راز سے کزو سازند محفلہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مشرکینِ عرب بتوں کو خدا جانتے ہیں اور مسلمان نہ قبور کو خدا جانتا ہے نہ صاحبِ قبور کو۔ مشرک بتوں کی پوجا کرتا ہے مسلمان نہ قبر کی پوجا کرتا ہے نہ صاحب قبر کی۔ مشرک بتوں کو پکارتا ہے استمداد کرتا ہے خدا سمجھ کر مسلمان ندا کرتا ہے مدد چاہتا ہے درخواست دعا کرتا ہے طلب شفاعت کرتا ہے، مگر خدا نہیں جانتا، نہ شریک خدا بلکہ خدا کا محبوب و برگزیدہ جانتا ہے۔ مشرک بُت جیسے جماد محض بے حس و حرکت بے عقل و بے شعور کو ندا دیتا ہے درخواست دعا کرتا ہے شفیع سمجھتا ہے۔ وسیلہ مانتا ہے مسلمان اس سے جو روحانی زندگی رکھتا ہے دیکھتا سنتا ہے بساط تقرب الٰہی میں حاضر ہے خدا کے انعامات سے بہرہ ور ہے جن سے فیوضات و برکات جاری ہیں جس کا ثبوت بزرگان دین سے موجود ہے دونوں کے نظریات میں آسمان و زمین کا فرق ہے پھر مسلمان مشرکین عرب کی طرح کیسے ہو جائے گا اگر فرق سمجھے کی خدا توفیق دے تو اسی قدر بہت ورنہ اندھے کے آگے روئیے اپنے بھی کھوئیے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے وفیھا دلالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا مغایرۃ لما یحس بہ من البدن تبقی بعد الموت دراکۃ وعلیہ جمہور الصحابۃ والتابعین وبہ نطقت الایات والسنن ایہ بل احیاء عند ربھم اس امر پر دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں جسم کی طرح نہیں موت کے بعد اور اکات باقی رہتے ہیں یہی مذہب صحابہ وتابعین کا ہے آیات واحادیث سے یہی ثابت ہے فرمایئے یہ بتوں کے لئے بتایا جا رہا ہے یا اصحاب قبور کے لئے علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب میں فرماتے ہیں واما الادراک کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت لہ بل ولسائر الموتی ادراک جیسے علم اور سننا بلا شک حضور کے لئے بلکہ سارے اموات کے لئے ثابت ہے فرمایئے یہ بتوں کے لئے ہے یا اصحاب قبور کے لئے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں فان کان الانکار من جھۃ انہ لا سماع لھم ولا علم ولا شعور بالزائرین واحوالھم فقد ثبت بطلانہ اگر انکار استمداد اس بنا پر ہے کہ اصحاب قبور سنتے نہیں اُن کو علم وشعور نہیں زائرین کو وہ جانتے نہیں تو ان خیالات کا بطلان ہو چکا ہے (لمعات شرح مشکوٰۃ) پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں وقد ثبت فی الدین ان الروح باقیۃ ولھا علم وشعور بالزائرین سیما الارواح الکمل قرب ومکان من جانب الحق تعالیٰ کما کان فی الحیوۃ اواتم من ذلک۔ دین اسلام میں یہ ثابت ہے کہ روح باقی ہے اور اُسے زائرین کا علم ہوتا ہے

خصوصًا کاملین کی روحوں کو خدا کی جانب سے بڑا مرتبہ حاصل ہے جیسا کہ زندگی میں تھا بلکہ اُس سے کہیں زیادہ ۔ امام غزالی رحمۃ اللہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کل من یستمد بہ فی حیوتہ یستمد بہ بعد مماتہ جن سے زندگی میں استمداد کر سکتے تھے اس سے بعد وصال بھی کر سکتے ہیں۔

حضرت شیخ محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں طریقہ استمداد کی تعلیم فرماتے ہیں ان الداعی المحتاج الفقیر الی اللہ یدعو اللہ ویطلب حاجتہ من فضلہ ویتوسل بروحانیۃ ھذا العبد المقرب المکرم عندہ تعالیٰ ویقول اللھم ببرکۃ ھذا العبد الذی رحمتہ واکرمتہ وما لک بہ من اللطف والکرم اقض حاجتی واعط سوالی انک انت المعطی الکریم اوینادی ھذا العبد المکرم والمقرب عند اللہ تعالیٰ ویقول یا عبد اللہ ویا ولی اللہ اشفع لی وادع ربک وسل ان یعطی سوالی ویقضی حاجتی داعی محتاج الی اللہ خدا سے دعا کرے اپنی حاجت اس سے طلب کرے اور اس بزرگ کو وسیلہ بنائے اور یوں کہے کہ اے اللہ اس بزرگ مقرب کی برکت سے میری حاجت قضا فرما میرا سوال پورا فرما یا اس بندہ مقرب کو ندا کرے اور کہے اے اللہ کے بندے اے اللہ کے ولی آپ خدا کے دربار میں سفارش فرما دیجئے دعا کر دیجئے اور عرض کر دیجئے .... کہ خدا میری حاجت پوری کر دے ۔ اور عرس کے اجتماع کے لئے خصوصیت سے شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " دوسری شکل یہ ہے کہ بصورت اجتماعی بہت سے آدمی جمع ہوں ختم کلام اللہ کریں اور شیرینی وطعام پر فاتحہ پڑھیں اور اس کو

تقسیم فرمادیں۔ یہ قسم اگرچہ حضور اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ تھی
اگر کوئی ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ اس قسم
میں کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ زندوں مردوں دونوں کا
فائدہ ہے۔

(فتاویٰ عزیزیہ)

جناب ماہر صاحب سے پوچھا جائے کہ یہ اسلام کے معتمد علیہ حضرات
جو یہ سب کچھ اصحاب قبور کے لئے فرما رہے ہیں ان کے ذہن میں کیا مشرکین
کے حالات و نظریات نہیں ہیں کیا ان کی نگاہوں میں مشرک و مومن کے
حالات میں امتیاز نہیں ہے کیا یہ قبور اور بتوں میں فرق نہیں جانتے ہیں
کیا بتوں کے لئے بھی انھوں نے اس قسم کی اجازتیں دی تھیں یا آج
آپ ہی کے دماغ میں یہ خلجان پیدا ہوا اور ان معمولات کو توحید کے
خلاف سمجھا کیا ان حضرات کے ذہن میں توحید کے نظریات نہیں ہیں. جو
اس قسم کی اجازتیں دے رہے ہیں جن کو آپ توحید کے خلاف سمجھ رہے ہیں
کیا آپ ان حضرات سے زیادہ توحید کی باریکیوں کو اس کی کنہ و حقیقت
کو اور اس پر ضرب لگانے والی چیزوں کو زیادہ سمجھتے ہیں جو آپ کو نقش اول
اور توحید نمبر کی ضرورت پیش آئی۔

جناب ماہر صاحب اپنا اور گذرے ہوئے بزرگوں کا مقام پہچانئے
اور ان بزرگوں کے ارشادات ہوتے ہوئے اپنی اختراع اور رائے پر عمل
کرنے سے پرہیز کیجئے احتیاط اسی میں ہے قرآن و حدیث ان کے پیش نظر

بھی ہے اور اس کے سمجھنے کی اہلیت اور استعداد اُن میں بہ نسبت آپ اور
آپ کے ابنائے زمانہ کے خداوند تعالیٰ نے زیادہ عطا فرمائی ہے دنیا سے
خراج تحسین حاصل کر کے ایک قابل وثوق ساحل پر پہنچ چکے ہیں آپ کی کشتی
ابھی درمیان میں ہے اہوا نفس کی باد مخالف سے ٹکراؤ کا اندیشہ بھی ہے علم
وشعور کے طناب بھی کمزور ہیں۔ شیطانی اور مادی طوفان کا خطرہ بھی لاحق ہے
اسی کی طرف بطور نصیحت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا
ہے من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ
اقتدا کرنا ہے تو گذرے ہوئے حضرات سے وابستگی پیدا کرو اس لئے کہ زندہ وقوع
فی الفتنہ سے مامون ومحفوظ نہیں۔

شرک

یہاں تک تو جناب ماہر صاحب نے توحید پر گلفشانی فرمائی اب نمبر آیا
شرک کا اس پر بھی جناب کی نے دے ملاحظہ فرمایئے آپ فرماتے ہیں" قربان جایئے
اس موحد اعظم علیہ السلام اور شرک و بدعت کے ماحی وقاطع پر روحی لہ الفداً
کے کہ جس نے " جو اللہ چاہے اور محمد چاہے کہنے تک سے روکا"

جناب ماہر صاحب نے اس سلسلہ میں مشکوٰۃ باب الاسامی سے ایک
حدیث نقل کی ہے مگر دیانت کا کیا ہے یہ روایت منقطع ہے اس کو تو نقل
فرمادیا اور اس کے پہلے مرفوع حدیث چھوڑ دی وہ یہ ہے لا تقولوا ما شاء اللہ
وشاء فلان قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان اللہ چاہے اور فلاں چاہے

مت کہو کہنا چاہتے ہو تو یہ کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔ فرمایئے دونوں جملوں میں کیا فرق معنوی ہے کہ لفظ اور کے ساتھ منع فرمایا اور لفظ پھر کے ساتھ اجازت دی اس کو آپ نے کیوں نہ نقل کیا کیا ایمان داری اسی کو کہتے ہیں؟ بس اس وقت اتنا ہی عرض کریں گے اور لفظ اور اور پھر کو آپ سوچیں اور وضاحت فرمائیں۔

جناب ماہر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لان یمتلی جوف رجل قیحا یریہ خیر من ان یمتلی شعرا (باب الاسامی کے بعد والا باب) آدمی کا اپنے پیٹ میں پیپ بھر لینا بہتر ہے شعر بھرنے سے آپ نے حدیث پر عمل فرمایا اور شاعری ترک کی وہ حضور کا فرمان ہے تو کیا یہ حضور کا فرمان نہیں اس طرف توجہ دلائی اس سے اعراض کیا۔

پھر جناب ماہر صاحب نے ایک حدیث نقل کر کے ترجمہ فرمایا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی یوں نہ بولے کہ میرا بندہ اور میری بندی تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمھاری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں اور غلام بھی اپنے آقا کو میرا مولا (مالک) نہ کہے کیونکہ تم سب کا مولیٰ (مالک) اللہ ہے۔

جناب ماہر صاحب یہ تو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم فرماتا ہے والصالحین من عبادکم واما ئکم تمھارے نیک عبد اور امہ بندے اور باندیاں اور حضور نے فرمایا لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فی فرسہ (مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ) مسلمان کے عبد اور گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں۔ حضور نے فرمایا من کاتب عبدہ علی مائۃ اوقیۃ الخ جو اپنے عبد کو ایک سو اوقیہ پر مکاتب بنائے۔ حضور

نے فرمایا وَالعبد المملوک اذا ادی حق اللہ وحق موالیہ۔ وہ عبد مملوک جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مولاؤں کا حق ادا کیا۔ (باب الایمان مشکوٰۃ) حضور نے فرمایا ایما عبد ابق من موالیہ فقد کفر جو عبد اپنے مولاسے بھاگے اُس نے کفر کیا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں جس کا مولی علی اس کے مولا یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مومن ومومنۃ اے علی تم ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔

جناب ماہر صاحب نفی کی حدیث آپ نے نقل کی اور اجازت کی نقول سے اعراض فرمایا۔ خیر میں نے ذکر کر دیں اب تطبیق آپ کے ذمہ ہے لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ان اجازت والی حدیثوں نے آپ کے مزعومہ کا قلع قمع ضرور کر دیا۔

آپ آیۂ قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لکھکر فرماتے ہیں کہ اس کے ترجمہ میں ی کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو قرار دیتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالی نے فرمایا۔ تم کہو اے میرے بندو یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کے بندو! حالانکہ پورا قرآن ان اہل بدعت کی اس نکتہ شناسی کی نفی کرتا ہے۔

جناب ماہر صاحب اگر قرآن کے انداز پر ذرا بھی غور فرماتے تو اس نکتہ چینی کی کبھی جرأت نہ فرماتے۔

جناب ماہر صاحب کو غالبًا یہ نہیں معلوم کبھی قول کا ایک مقولہ ہوتا ہے جو اسی قائل کا ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کا مثلاً آیۂ کریمہ قل

یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ اے نبی کہئے اب اس کے بعد
یا ایھا الناس حضور ہی کا مقولہ ہے یعنی یہ بات حضور نے فرمائی کہ اے
لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں یا ایھا الناس خدا کا مقولہ
نہیں ورنہ معنی یہ ہو جائیں گے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں رسول ہوں اسی طرح
قل یا ایھا الکفرون لا اعبد ما تعبدون ۔ یا ایھا الکفرون الایہ حضور
کا مقولہ ہے یعنی حضور فرما رہے ہیں ۔ اے کافرو! جس کو تم پوجتے ہو اُس
کو میں نہیں پوجتا ۔ معاذ اللہ اگر خدا کا مقولہ کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ
خدا فرماتا ہے کہ میں اس کی پوجا نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو ۔

اللہ تعالیٰ نے نبی سے فرمایا قل انما انا بشر مثلکم الایہ اے نبی
کہہ دیجئے میں تمھاری طرح بشر ہوں ۔ یہ حضور ہی کا مقولہ ہے نہ کہ معاذ اللہ
خدا کا ۔

غرضیکہ قل، قال، یقول کے بعد جو جملہ ہوگا وہ قائل ہی کی بات ہوگی
نہ دوسرے کی ۔ اب یہاں دیکھئے قل اللہ نے فرمایا اے نبی کہہ دیجئے اس
کے بعد ہے یا عبادی الذین اسرفوا تو یہ مقولہ حضور ہی کا ہوگا اور جب
حضور کا ہوا تو لامحالہ یا متکلم حضور ہی کے لئے ہوئی اس کے آگے ہے
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اگر یا عبادی خدا کا مقولہ ہوتا تو فرمانا چاہئے تھا
لا تقنطوا من رحمتی تاکہ انداز سخن ایک سا ہوجاتا یعنی اللہ فرماتا ہے اے
میرے بندو! میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بعد میں من رحمۃ اللہ یہی بتا
رہا ہے کہ یا عبادی حضور کا مقولہ ہے اور حضور فرما رہے ہیں ۔ اے میرے

عباداللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بہرحال اس توجیہ کی بہت گنجائش ہے جو ایک قاعدہ نحو کے ماتحت ہے بیگانہ نہیں۔ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباداللہ کو عبادالرسول کہہ سکتے ہیں جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

اب اس کی تائید بھی ملاحظہ فرمایئے۔

"مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی اسی معنی کا ہے آگے فرمایا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اگر مرجع اُس کا اللہ ہوتا ہے تو فرماتا۔ من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی (شمائم امدادیہ کا ترجمہ نفحات مکیہ ص ۱۳۵)"

جناب ماہر صاحب حاجی امداداللہ صاحب، اور مولوی اشرف علی صاحب آپ کے نزدیک عاشقان رسول ضرور ہیں اور بقول آپ کے اُن کی توحید کے معاملہ میں اتنی بے پروائی اور تساہل اور ڈھیل اور ایسے ایسے نکتے تراشنے والے اور لطیفے اختراع کرنے والے ہوئے یا نہیں اور اُن کی توحید غبار آلود بلکہ مجروح ہوئی یا نہیں۔ فرمایئے اِن کے دل میں توحید کا مزہ اور اُس کی صحیح اہمیت کا احساس ہے یا نہیں۔ فرمایئے یہ اہل بدعت ہوئے یا نہیں۔

اور کیا فرماتے ہیں آپ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے وہ فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواند احمد در رشاد   جملہ عالم را بخواں قل یاعباد

فرمایئے ان کی توحید بھی مجروح ہوئی یا نہیں اور یہ بھی لطیفہ اختراع کرنے والے ہوئے یا نہیں۔

اور کیا فرماتے ہیں آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ وہ فرماتے ہیں قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت عبدہٗ وخادمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں اُن کا بندہ اور خادم تھا یہاں بھی وہی فتوی جڑ دیجئے۔

جناب ماہر صاحب ان حضرات کے مقابلہ میں آپ کے اجتہاد کی کیا حثیت و وقعت ہے یہ تیرہ سو برس کے بعد آج آپ کو توحید نظر آئی اور وہ بھی ایسی کہ جس نے سب کو مشرک قرار دیا برائے مہربانی آپ اپنی توحید کی پڑیا باندھ کر اپنے علم کی تجوری میں محفوظ رکھیے۔

اور ہاں کیا فرمائیں گے آپ مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی کے بارے میں جو اپنے پیر مولوی رشید احمد کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں   عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

یہ مسلمانوں کو رشید احمد کے بندے کہہ رہے ہیں اور اتنی تعلی کے ساتھ کہ اُن کے کالے بندے کو یوسف ثانی کا مرتبہ دے رہے ہیں۔

آپ اسی پر رو رہے تھے کہ اہلِ بدعت نے مسلمانوں کو حضور کا

بندہ بنادیا اور یہ آپ کے گھر کے لوگ آپ کے رونے کی پرواہ نہیں کرتے اور حضور کے علاوہ مسلمانوں کو ایک مولوی کا بندہ بنا رہے ہیں۔ جناب ماہر صاحب ذرا خلوت کے اوقات میں سوچئے اور اپنے قلم کو لعنت کیجئے۔

انبیاء کی دعائیں

جناب ماہر صاحب کو بڑی آزادی اور بڑے اطمینان کا وقت مل گیا ہے کہ خوب جی بھر بھر کے نقص کی جویائی کی ہے اور ہر پہلو وہی اختیار کیا ہے جس میں خدا کے محبوب بندوں کی قدر و منزلت گھٹتی ہے اس سرخی کے ماتحت آپ علمی مظاہرہ فرماتے ہیں۔

"اس لئے قرآن پاک کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے انبیاء کے حالات بالکل سادہ الفاظ میں پیش کئے جس میں سب سے زیادہ زور ان کی عبدیت اور بشریت پر دیا گیا ہے۔"

جناب ماہر صاحب آپ نے قرآن بھر میں سے صرف وہی آیتیں یاد کرلی ہیں یا کروائی گئی ہیں جن میں عبدیت و بشریت کا تذکرہ ہے اور وہ آیتیں شاید آپ کے قرآن میں نہیں جن میں خلیفۃ اللہ ہونے اور فرشتوں کے سجدہ کرنے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سجدہ کرنے اور حکومت و سلطنت کے دیئے جانے اور مرتبہ خلت و ہم کلامی سے مشرف فرمانے اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے لقب دیئے جانے اور ورفع بعضھم درجات کی منزل پر پہنچنے اور نور منور ہونے اور شاہد و سراج منیر کے خطاب ملنے اور لا تجعلوا دعاء

الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً کا شرف عطا فرمانے اور جن کے دربار میں ذرا چلا کر بولنے پر اعمال کے حبط و بیکار ہو جانے اور جن کی شان میں ذرا سی گستاخی کفر و ارتداد ٹھیرانے اور جن پر ایمان لانے کے لئے تمام انبیاء کو حکم دیئے جانے کے جلیل و جمیل تذکرے ہیں اور وہ بھی سادہ طریقہ سے نہیں بلکہ اس طرح ابالله وآیاته ورسوله کنتم تستهزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔

یہ کون کہتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام عبد نہیں بشر نہیں، انسان نہیں، اولاد آدم نہیں، مگر کہنے کہنے کا فرق ہوتا ہے اور اسی فرق سے قائل کا پتہ اور اس کی نیت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ شیطان نے بھی تو کہا تھا أأسجد لبشر خلقته من طین اور نوح علیہ السلام کی قوم کافرین نے کہا تھا ما نراك الا بشرا مثلنا اور دوسرے کافروں نے اپنے نبیوں سے کہا تھا انؤمن لبشرین مثلنا اور مکہ کے کافروں نے کہا ما لهذا الرجل یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔

یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ لوگ کس انداز میں عبد و بشر کہتے ہیں آیا اس انداز میں جس کی مثالیں گذریں یا اس انداز میں جس انداز میں حضور نے فرمایا انما انا بشر مثلکم لیکن بقولہٖ ولتعرفنهم فی لحن القول کہ انداز گفتگو سے بہت کچھ پتہ چل جاتا ہے آج کل حضور کی عبدیت اور بشریت پر وعظ کہنے والے کچھ اچھے طریقہ پر نہیں چلتے۔

جناب ماہر صاحب آج کل یہود و نصاریٰ کی سی ذہنیت تو ہے نہیں

کہ انبیا کو خدا یا خدا کا بیٹا کہیں ہر مسلمان خدا کا بندہ اور انسان ہی جانتا ہے تو پھر عبدیت، اور بشریت پر اس قدر زور دینے اور گلے کی رگیں پھلا پھلا کے منہ سے پھین گرا گرا کے منبر پر ہاتھ مار مار کے خطبہ دینے کی ضرورت ہی کیا مگر ہمیں معلوم ہے کہ جب ایک سچا مسلمان کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے برہان رب تھے۔ سراج منیر تھے خدا کے محبوب تھے خدا اُن کی رضا چاہتا ہے خدا نے اُن کو اپنی خدائی میں اپنا خلیفہ اعظم وزیر اعظم بنایا خدا نے دونوں جہان کی حکومتیں انھیں عطا فرمائیں وہ مستجاب الدعوات تھے تو آپ میں کا کوئی اس کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ اجی وہ تو بندے تھے بشر تھے کھاتے پیتے تھے بیاہ شادی اُنھوں نے کی، اولاد ہوئی گرمی سردی اُنھیں لگتی تھی بس یہیں سے پتہ چل جاتا ہے کہ ان کا عبد اور بشر کہنا کسی اچھی نیت سے نہیں ہے۔ آپ کا انداز بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے دیکھیے آپ کے اگلے جملے اسی انداز کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

"خود انبیائے کرام کی زبانی اس کی نفی کرائی گئی ہے کہ وہ کائنات میں کوئی اختیار رکھتے ہیں یا لوگوں کے نفع و نقصان کے مالک ہیں۔

مگر خود اللہ تعالیٰ انھیں کچھ اختیار عطا فرماتا ہے اور نفع نقصان کا کچھ مالک بناتا ہے آپ نے آیہ قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ماشاء اللہ پر غور نہ فرمایا اور حقیقت میں آپ کو غور کرنے کا موقعہ ہی کہاں.. سنیئے لا حرف نفی ہے املک لنفسی مستثنیٰ منہ ہے الا حرف استثنا ہے ماشاء اللہ مستثنیٰ ہے غالباً اس قدر تو آپ جانتے ہوں گے کہ مستثنیٰ منہ میں حرف

نفی سے جس چیز کی نفی کی جاتی ہے الا سے اُسی میں سے کچھ کا اثبات
کہا جاتا ہے اب معنی یہ ہوتے کہ میں نفع و نقصان کا مالک نہیں، ہاں اُس
قدر کا مالک ہوں جس قدر کا اللہ مالک بنا دے۔ فی الجملہ ملکیت کا ثبوت
اسی آیت سے ہو گیا مگر اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو نحو کا بہترین عالم ہو۔
بہرحال آپ کا مطلق دعویٰ بالکل غلط ہو گیا۔

علاوہ بریں قرآن میں دوسری جگہ صاف صاف اس کی تصریح
ہے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے فرمایا
کہ ہم نے جنات، پہاڑ، جانوروں کو ہوا کو اُن کے تابع حکم کر دیا مسخر
کر دیا اُن کو با اختیار بنا دیا۔

جناب ماہر صاحب قرآن حکیم کی یہ آیتیں کبھی پڑھ لی ہوتیں یا لکھتے
وقت کسی سے دریافت ہی کر لیا ہوتا صرف اپنے ذہن کو کام میں لانا بڑے
خطرے پیدا کر دیتا ہے۔

خلاصہ عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مالک الملک والملکوت ہے۔
قادر و مختار مطلق ہے ملکیت حقیقیہ اُسی کے لئے ہے اُس نے اپنے فضل
و کرم سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا مالک عطا فرمایا اللھم مالک
الملک تؤتی الملک من تشاء اپنے بندوں کو عاجز و مجبور نہیں بنایا بلکہ
اُن میں وہ استعداد رکھی کہ وہ خدا کی صفات کے آئینے اور مظاہر ہوئے
کچھ قدرت کچھ اختیار کچھ تصرف عطا فرمایا۔

ہائے افسوس جناب ماہر کاش کہ آپ دینیات کی کچھ کتابیں ہی پڑھے

ہوتے تاکہ علماء حق کے کلمات سے ہی استفادہ فرما لیتے۔ حضرت ملا محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ اصول فقہ کی کتاب مسلم الثبوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں "ربنا لک الحقیقۃ حقا وکل مجاز دونک الامر تحقیقا وکل مجاز ذا" اے ہمارے رب حقیقت تیرے لئے ہے اور تیرے سوا سب مجاز ہیں اور آمریت حاکمیت و مالکیت حقیقۃً تیرے لئے ہے اور تیرے سوا سب تیرے اجازت دیئے ہوئے ہیں یعنی تو نے ہی انھیں عطا فرمایا ہے کاش کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہی پڑھ لیتے وہ فرماتے ہیں انی اخلق لکم کہیئۃ الطیر فانفخ فیہا فتکون طیرا باذن اللہ میں مٹی سے جانور کی شکل بناتا ہوں اور اس میں پھونک دیتا ہوں تو وہ اڑنے لگتا ہے اور یہ اللہ کی طرف سے مجھے اجازت ہے وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ اور میں مادرزاد اندھے اور برص والے کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور اس کی مجھے اللہ کی طرف سے اجازت ہے فرمایئے یہ کائنات میں خدا کی عطا سے کچھ اختیار اور ملکیت نفع و ضرر ہے یا نہیں۔

جناب ماہر صاحب نہ معلوم آپ نے کس عالم میں یہ خطرناک سطور قلم بند کئے ہیں اللہ تعالیٰ اس عالم میں استغراق سے اہلِ سنت کو محفوظ رکھے۔

آپ آیہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ لکھکر فرماتے ہیں "ذاتی وعطائی کی جاہلانہ اور گمراہ کن تفریق کے بت کو بھی پاش پاش کر دیا۔"

جی نہیں آیہ ولا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء اور آیہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ اور آیہ قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ اور آیہ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ اور آیہ اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء نے آپ کے ذاتی اور عطائی میں فرق نہ تسلیم کرنے کے شیطانی وسوسہ کو ھبًا منثورًا کر دیا۔

جناب ماہر صاحب انا اعطیناک الکوثر میں عطا کے جلوے نہیں ہیں آیہ ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب میں موہبت کی تجلیاں نہیں ہیں آیہ کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا میں داد و دہش کے انوار نہیں ہیں یہ آیات کریمہ صاف وصریح عطائی کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں اس کے مقابلہ میں ذاتی ہے تو ایک کے ذکر سے دوسرے کا ذکر مفہوم ہوا ذاتی اور عطائی دونوں موجود ہوئے جناب ماہر صاحب اب فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ذاتی اور عطائی کا فرق ظاہر کر دیا تو معاذ اللہ بقول آپ کے خدا کا یہ جاہلانہ اور گمراہ کن بت ہوا لقد قالوا کلمۃ الکفر اعاذنا اللہ منہ۔

جناب ماہر بات کا منہ سے نکال دینا بہت آسان ہے۔ اور وہ بھی اس آزادی کے زمانہ میں لیکن بات کے انجام کو سمجھ لینا ہر کسی کا کام نہیں۔ افسوس کہ آپ نے یہ سب کچھ لکھکر اپنے غیر شاعر اور غیر ماہر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور

جناب ماہر صاحب اب ذرا اسے ملاحظہ فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں و بینما انا نائم اُتیتُ بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔ میں سو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں وہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں اور فرماتے ہیں۔ و اعطیت الکنزین الاحمر والابیض مجھ کو دو خزانے سرخ و سفید دیئے گئے اور اختیار ملاحظہ فرمایئے حضور فرماتے ہیں یا عائشۃ لوشئت لسارت معی جبال الذھب اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ (مشکوٰۃ)

پس آیہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ میں نفی ذاتی اور کل کی ہے یعنی میں بالذات خزائن کا مالک نہیں اور نہ کل خزائن کا اس سے عطائی اور بعض کی بھی نفی سمجھنا اپنے شعور و احساس کو موت کی دعوت دینا ہے اسی طرح تصرف بھی کل کا اور بالذات نہیں ہے بلکہ بعض میں اور عطائی ہے اگر اس طرح تطبیق نہ دی جائے گی تو بعض آیات پر ایمان ہو گا اور بعض پر نہ ہو گا اور بعض پر نہ ہونا کل پر نہ ہونے کے مترادف ہے اور یہ جو آپ بار بار متصرف متصرف کی رٹ لگاتے ہیں تو آپ کو یہ بھی خبر ہے کہ آپ کی روح کی کیا تعریف ہے ذرا کتب کلام و فلسفہ دیکھئے الروح جوھر مجرد لیس بجسم ولا جسمانی متعلق بالبدن تعلق التدبیر و التصرف روح کا جسم سے تعلق مدبرانہ اور متصرفانہ طور پر ہے فرمایئے یہاں ہر مؤمن و کافر کی روح متصرف فی الاجسام ہے اگر کسی سنی مسلمان نے حضرات انبیا و اولیا کو بعض چیزوں میں بعطائے الٰہی متصرف کہدیا تو آپ

کی پیشانی پر بل آ گئے تیوریاں چڑھ گئیں۔

آپ فرماتے ہیں "مگر اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالنا قیاس مع الفارق کی بدترین مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا پابند تھا یا جو آپ کی رضا ہوتی تھی وہ ضرور بالضرور پوری ہو کر رہتی تھی"۔

جناب ماہر صاحب اوّل تو یہاں کوئی قیاس نہیں قیاس وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی نص صریح نہ ہو یہاں نص صریح موجود ہے ثانیاً یہ تو آپ کے صرف یاد کئے ہوئے لفظ ہیں۔ "قیاس مع الفارق" بُرا نہ مانئے گا اگر میں آپ سے پوچھ لوں کہ قیاس مع الفارق کی تعریف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں کونسا لفظ ہے اور اگر جواب دینے کی کوشش فرمائیں تو قسم ہے آپ کو جو کسی سے دریافت کر کے محض نقالی فرمائیں ذرا اصول الشاشی، نور الانوار، توضیح تلویح اور مسلم الثبوت سے دیکھئے سنئے اہلِ سنت کا مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ پر نہ وجوب ہے جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے نہ ایجاب ہے جیسا کہ فلاسفہ کا مذہب ہے بلکہ وہ مالک و مختار مطلق ہے یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید لیکن وہ محض اپنے فضل و کرم سے بلا وجوب و ایجاب کچھ عطا فرما دے تو یہ اُس کے اختیار کامل ملک تام کے منافی نہیں بلکہ یہ اس کے اختیار و ملک کی برہان ہے کہ وہ ایسا مختار و مالک ہے کہ دوسروں کو عطا فرماتا ہے آپ جیسے ذہنیت کے لوگ یہ کہکر کہ وہ کسی کو اختیار نہیں دیتا مالک نہیں بناتا اس کے اختیار و مالکیت کو سلب کرتے ہیں۔

جناب ماہر صاحب یہ کون کہتا ہے کہ وہ کسی کی رضا کا پابند ہے اُس

کے لئے کوئی جابر و موجب نہیں ہے لیکن اگر وہ خود فرما دے کہ میں اپنے محبوب کو راضی ہی رکھوں گا اُن کی رضا پوری ہی کروں گا تو آپ کا دل کیوں دکھتا ہے آپ کو کیوں حسد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔۔۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ خدا آپ کو یہاں تک عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ حدیث قدسی ہے خدا فرماتا ہے۔ انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک اے نبی ہم تم کو امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور آپ کو دکھ نہ پہنچائیں گے۔

دیکھیے ذرا مشکوٰۃ شریف۔ حضور فرماتے ہیں وحق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئا اللہ پر بندوں کا حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے بشرطیکہ وہ شرک نہ کریں ذرا تجزیہ تو فرمائیے کہ یہ اللہ پر بندوں کا حق ہونے کیا معنی ہیں جب کہ اللہ مختار مطلق اور مالک کامل ہے۔

اور خشوع و پابندی ذلت کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کے لئے حضور فرماتے ہیں کان لہ علی اللہ عھد ان یغفر لہ اس کے لئے اللہ پر ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے۔ فرمائیے یہ اللہ پر ذمہ کیسا جب کہ وہ مختار کامل مالک مطلق ہے کیا یہ چیزیں توحید کے منافی ہیں اگر ایسا ہے تو ان حدیثوں کو نکال ڈالیے اور انکار کر دیجئے۔

جناب ماہر صاحب آپ اور آپ کے ساتھیوں کے ان نظریات نے جو حدیثوں کے ساتھ رکھتے ہیں (کہ یہ حدیث قرآن کے اس فرمان کے مطابق نہیں اور وہ اُس فرمان کے خلاف ہے لہذا قابل تسلیم نہیں)

منکرین حدیث کی ایک جماعت کو پیدا کر دیا جنھوں نے آپ کی متقید جرأتوں کو دیکھکر مطلق جرائتیں اختیار کیں گندگی سے ہمیشہ گندگی ہی پیدا ہوتی ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی رضا اور تمنا کا پابند نہیں مگر خدا نے کسی کے راضی کرنے اور اس کی تمنا پوری کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے تب تو خدا اپنی بات کو پورا کرے گا۔ ما یبدل القول لدی ومن اصدق من اللہ قیلا اسی کا فرمان ہے اگر وعدہ کرکے نہ پورا کرے تو پھر کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے کذب عیب ونقص ومحال ہے۔

جناب ماہر صاحب اب سمجھ میں آیا کہ آپ کی جماعت نے جو یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہے غالباً اس کی توحید کے بیان میں اس کے اختیار کامل کی شان کو بڑھانے کے لئے ایجاد کیا ہے گویا آپ یہ فرما رہے ہیں کہ وہ ایسا مختار ہے کہ اُسے جھوٹ بولنے پر بھی اختیار ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ فما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً۔

جناب ماہر صاحب حضور کی اجابت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اس شرف اجتہاد کے باوجود قرآن یہ بھی بتاتا ہے استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم یہ آیت مشرکانہ عقائد پر ضرب نہیں شاہ ضرب لگاتی ہے یہ آیت ذرا سے بھی اشتباہ کے بغیر دوٹوک انداز میں بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بعض اوقات

انبیاء کرام اور ان میں بھی امام الانبیاء۔ اور افضل الرسل تک کی درخواست اور دعا قبول نہیں ہوتی۔"

جناب ماہر صاحب ہمیں تو آپ کے ان جملوں کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بمصداق استحوذ علیہم الشیطان آپ کے شعور پر وہ شاہ ضرب لگی ہے کہ آپ کی سمجھ کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ بھلا بتایئے کوئی کہتا ہے کہ حضور کی دعا ضرور مقبول ہوتی ہے آپ کہتے ہیں کہ کبھی نہیں بھی مقبول ہوتی تو بحث قبول و عدم قبول دعا میں ہے اس مسئلہ کو شرک سے کیا تعلق۔ جو آپ فرماتے ہیں اور خاص نشانی دے کر فرماتے ہیں "مشرکانہ عقائد پر ضرب نہیں بلکہ شاہ ضرب لگاتی ہے" سچ کہا ہے کسی نے۔

خدا جب کسی سے دین لیتا ہے تو پہلے عقل چھین لیتا ہے

علاوہ بریں اللہ تعالیٰ نے کہیں قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ میں مسلمان کی دعا کبھی کبھی رد بھی کرتا ہوں۔ ہاں فرمایا تو یہ فرمایا کہ اُجیب دعوۃ الداع اذا دعان میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اور فرماتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ مضطر کی دعا قبول کرنے والا کون ہے یعنی میں قبول کرتا ہوں حضور فرماتے ہیں مامن مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیہا اثم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بہا احدی ثلاث اما ان یعجل لہ دعوتہ واما یدخرہا لہ فی الاخرۃ و اما ان یصرف عنہ من السوء مثلہا۔ جو بندہ مسلم ایسی دعا مانگے جس میں گناہ اور قطع رحم نہ ہو تو اس دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُسے تین

باتوں میں سے ایک عطا فرماتا ہے یا تو وہ ہی دیتا ہے جو مانگتا ہے یا اس کو آخرت کے لئے جمع فرما دیتا ہے یا کوئی بلا دور فرما دیتا ہے (مشکوٰۃ) دیکھا آپ نے تمام مسلمانوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات انبیاء کی دعائیں کیسے نامقبول ہوں گی اُن کی ہر دعا قبول ہوتی ہے اور یہ اُس کا محض فضل و کرم ہے حضور فرماتے ہیں۔ ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرًا۔ اللہ تعالےٰ بڑا صاحب حیا ہے کریم ہے وہ اپنے بندہ سے حیا فرماتا ہے کہ وہ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے اور اُس کے ہاتھوں کو خالی واپس کردے (مشکوٰۃ) کیا خوب فرمایا کسی بزرگ نے

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی ۔۔۔ دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

جب عام بندوں سے خدا حیا فرماتا ہے تو حضرات انبیاء کرام تو اُس کے دربار میں فرشتوں سے بھی زیادہ مقرب اور برگزیدہ بندے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اُن کے ہاتھوں کو کیوں خالی واپس فرمائے گا۔

جناب ماہر صاحب (انبیا کی دعائیں) کے عنوان پر قلم اُٹھایا تھا تو پہلے کتاب الدعوات مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ فرما لیتے اور خصوصًا امام بخاری کا بخاری شریف میں روایت کردہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ (جو حضور سے مخاطب ہو کر عرض کرتی ہیں ما اریٰ ربک الا یسارع فی ھواک میں آپ کے خدا کو دیکھتی ہوں کہ وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں سرعت کرتا ہے) ضرور پیش نظر رکھنا تھا مگر آپ کو کیوں اس طرف

توجہ ہو آپ نے تو اپنے ذمہ یہ لے لیا ہے کہ میں وہی کہوں گا جس میں حضرات انبیاء کرام کی شان میں کچھ کمی ہو۔

این کار از تو آید و مردان چنیں کنند۔

مگر ہم نے بھی طے کر لیا ہے کہ جب آپ کا قلم اس قسم کی حرکت کرے گا تو ہم بھی اُسے قلم تراش سے درست کر دیں گے۔ رہی آیت استغفار۔ جناب والا پہلے یہ سُن لیجئے کہ یہ استغفار حقیقتہً سفارش وشفاعت گنہ گاران ۔۔۔ ہے اور مشرک وکافر ومنافق قابل مغفرت نہیں۔ قال اللہ تعالےٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور کو منع فرما دیا اور یہ منع کرنا دعا کرنے سے پہلے تھا صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں ان المنافقین طلبوا من الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یستغفر لھم فاللہ تعالےٰ نہاہ عنہ والنھی عن الشیئ لا یدل علی کون المنہی مقدما علی ذالک الفعل منافقین نے حضور سے کہا کہ آپ ہمارے لئے استغفار فرمائیں اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا اور کسی چیز سے منع کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس چیز سے منع کیا جائے وہ پہلے پائی جائے پھر فرمایا وانما قلنا انہ علیہ السلام ما اشتغل بالاستغفار لھم۔ تو جو ہم نے جو یہ کہا کہ حضور نے اُن کے لئے استغفار شروع نہیں کیا تھا اور خدا نے پہلے سے منع کر دیا اس کی چند وجہیں ہیں پھر ایک وجہ بیان فرماتے ہیں الرابع انہ تعالیٰ اذا کان لا یجیبہ الیہ بقی دعاء الرسول علیہ السلام مردودا عند اللہ وذلک نقصان۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ

اگر اللہ تعالیٰ حضور کی دعا قبول نہ کرے تو اس سے حضور کی شان گھٹ جائے گی یعنی چونکہ اللہ تعالےٰ کو یہ پسند نہیں کہ حضور کی شان گھٹنے پائے اور دعا قبول نہ کرے اس لئے دعا کرنے سے پہلے ہی منع کر دیا تاکہ قبول و عدم قبول کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

خدا کے بندے ذرا آنکھوں سے پٹی ہٹا کے کانوں سے روئی نکال کر دل سے پردہ اٹھا کر کام لیا ہوتا اور سوچ سمجھ کر آیت لکھی ہوتی ورنہ کم از کم تفسیر کبیر ہی دیکھ لی ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ آیت میں ممانعت اسی واسطے کی ہے کہ حضور دعا ہی نہ مانگیں تاکہ عدم قبول سے برا اثر پیدا نہ ہو آیت سے یہ کہاں ثابت ہے کہ حضور نے دعا مانگی اور خدا نے قبول نہ کی جو آنکھیں بند کر کے لکھ مارا " اور افضل الرسل تک کی درخواست اور دعا قبول نہیں ہوتی " انا للہ و انا الیہ راجعون بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ آج چودھویں صدی کا کٹ ملا فاقد الشعور اسی آیت کو لکھکر یہ نتیجہ نکالے کہ حضور کی دعا کبھی قبول بھی نہیں ہوتی اور گذشتہ مبارک زمانہ کا دین دار امام یہی آیت لکھکر فرماتا ہے کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ حضور نے دعا مانگی اور نہ قبول ہوئی بلکہ دعا ہی نہ مانگی اور دعا مانگنے سے پہلے ہی خدا نے منع فرما دیا تاکہ کوئی عقلمند یہ نہ کہہ سکے کہ حضور نے دعا مانگی اور قبول نہ ہوئی۔

جناب ماہر صاحب میں دیکھتا ہوں کہ اب تک کوئی بات آپ

نے ٹھکانے کی تو کی نہیں بلکہ جب قلم اٹھایا تو محبوبانِ خدا کی شان گھٹانے کے لئے۔

آپ ذرا تیز ہو کر اور کچھ تیوری چڑھا کر لکھتے ہیں۔ "یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اِن کا کہا ٹال ہی نہیں سکتا اور یہ جس بات پر اڑ جائیں بس اُسے پورا کر کے رہیں جو کوئی اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ درحقیقت عبد اور معبود کے رابطہ سے ناواقف ہے اور اللہ تعالےٰ کی عظمت کبریائی اور بے نیازی کا بڑا سطحی اور پست تصور رکھتا ہے"

اجی جناب ذرا مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کو مزاج ٹھنڈا کر کے تو دیکھئے حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ تقرب بالنوافل حاصل کرتا ہے تو وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے اور جب محبوب ہو جاتا ہے تو میں اُس کا سمع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے' پاؤں ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ چلتا ہے ولئن سألنی لاعطینہ اور جب وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں ضرور بالضرور اُسے دے دیتا ہوں'

اور سنئے حضور فرماتے ہیں ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ (متفق علیہ) اللہ کے بندوں میں ایسے بھی ہیں جو کسی چیز کے لئے اللہ پر قسم کھالیں (اڑ جائیں) تو اللہ تعالےٰ اسے پورا ہی کر دیتا ہے اور ٹالتا نہیں۔

جناب ماہر صاحب عبد اور معبود کے رابطہ اور تعلق سے آپ ہی

جیسے چودھویں صدی کی پیداوار سمجھتے ہیں حالانکہ جو آپ نے کہا اُسی کے بالکل خلاف حضور فرمارہے ہیں فرمایئے کہ کیا آپ کے نزدیک حضور بھی عبد و معبود کے رابطہ کو نہیں جانتے اور معاذ اللہ بقول آپ کے اللہ کی عظمت کبریائی اور بے نیازی کے بارے میں سطحی تصور رکھنے والے ہوتے ابالله وآیاته ورسوله کنتم تستهزئون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔

جناب ماہر صاحب نے مسئلہ استغفار کا ذکر کرتے ہوئے اور اسی طرح مسئلہ ہدایت کی بحث کرتے ہوئے استغاثہ کا مسئلہ چھیڑ دیا لکھتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور درخواست تک کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں یہ عالم ہو تو پھر دنیا کے پردے پر کون ایسا انسان اور عالم برزخ میں کون ایسی روح ہے جس سے ہم استغاثہ کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا کہا ٹال ہی نہیں سکتا الخ" پھر کہا "مگر ہدایت کا دینا اور سیدھی راہ پر لانا اور چلانا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضۂ اختیار سے باہر تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء وهو اعلم بالمهتدين اگر انبیا صلحا کی ارواح سے استغاثہ جائز ہوتا تو قرآن پاک میں کوئی ایک آیت تو اس کے جواز کی نازل ہوتی"۔

ان سے کوئی پوچھے کہ حضرات انبیا کا کافروں منافقوں کے لئے استغفار اور ان کو ہدایت کرنے سے استغاثہ و توسل کو کیا تعلق دونوں دو چیزیں ہیں جس کو غیر شاعر

وغیر ماہر بھی سمجھ سکتے ہیں چہ جائیکہ شاعر و ماہر نہ سمجھے۔ جناب ماہر صاحب ہر ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا اس کو قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ استغفار یہ ہے کہ وہ خدا سے عرض کریں کہ بندوں کے گناہ معاف کر دے۔ ہدایت یہ کہ بندوں کو وہ راہ حق دکھائیں۔ استغاثہ یہ کہ ہم حضرات انبیاء و اولیا سے عرض کریں فریاد کریں کہ آپ ہمارے واسطے دعا فرما دیجئے یا خود ان سے دفع بلا کے متعلق عرض کریں۔

آپ فرماتے ہیں کہ استغاثہ جائز ہوتا تو قرآن میں کوئی ایک آیت تو ہوتی تو آپ نے کیا سارا قرآن ختم کر لیا اگر ہاں تو آیہ کریمہ فاستغاثہ الذی ھومن شیعتہ علی عن دوہ نہیں پڑھی یا اس وقت آنکھیں بند کر لی تھیں جس میں صاف صاف جواز استغاثہ موجود ہے۔ ترجمہ بھی سن لیجے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے گروہ کے آدمی نے اپنے دشمن کی بلا دور کرنے کے لئے استغاثہ کیا۔

حضور نے فرمایا من اغاث ملھوفا کتب اللہ ثلثا وسبعین مغفرۃ ۱۲ (مشکوٰۃ)، جو کسی مضطر و مغموم کی فریاد رسی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ۷۳، مغفرتیں لکھ دیتا ہے۔

فرمایئے قرآن و حدیث دونوں میں استغاثہ کا جواز اور اغاثہ کا ثواب مذکور ہے آپ فرماتے ہیں اشارہ ہی ہوتا۔ اجی جناب صراحت موجود ہے آپ تو اس طرح لکھنے بیٹھے ہیں کہ آپ سمجھتے ہیں کہ بس دنیا میں ہم ہی عالم ہیں محقق ہیں اور باقی سب کندہ ناتراش۔ جناب ماہر صاحب دماغ سے

یہ نکال دیجئے فوق کل ذی علم علیم ہر جاننے والے سے زیادہ جاننے والا ہے اور آپ کا شمار تو طبقہ ذوی العلم میں ہی نہیں۔

سبحان اللہ آپ کی معقول دلیل تو ملاحظہ فرمایئے "ان میں سے کسی نبی نے اپنے پچھلے گذرے ہوئے نبی اور رسول کو مصیبت کے وقت نہیں پکارا نہ اُن سے اللہ کے حضور دعا کرنے کی درخواست کی۔"

ان سے کوئی پوچھے کہ نبی کو نبی کے پکارنے کی یا ان سے طلب دعا کی کیا ضرورت، نبی وہ ہے جس کے اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ نہیں تو وہ براہِ راست خدا کے دربار میں خود پہنچتا ہے پھر اُس کو دوسرے نبی کی کیا ضرورت۔ استغاثہ و توسل کی ضرورت تو ہم بندوں کو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیا و اولیا کو مغیث اور وسیلہ و شفیع بنایا اور دیگر بندوں کو مستغیث و متوسل و طالب شفاعت۔ جناب ماہر صاحب اب تو جو کچھ آپ لکھ چکے ہیں اُسے تو آپ واپس لیں گے نہیں جیسا کہ آپ کے بڑوں کی عادت ہو چکی ہے مگر آئندہ سمجھ بوجھ کے لکھنے کی کوشش کیجئے گا یہ نہیں کہ دعوی کچھ دلیل کچھ تمہید کچھ مقصود کچھ، جا ایچھے منہ آگے۔

آپ فرماتے ہیں "انتہا یہ ہے کہ کسی قرآنی دعا میں بہ حق اور بہ جاہ فلاں یا یہ کہ یا اللہ تو فلاں نبی کے وسیلہ سے ہماری دعا قبول فرما تک نہیں ملتا۔"

جی آپ کو کیا ملے جب کہ آپ نے ایک ہی آنکھ سے دیکھنے کی عادت ڈال لی ہو ہم بتاتے ہیں پڑھیے اس آیت کو دکان من قبل

یستفتحون علی الذین کفروا پھر تفسیر کبیر دیکھئے ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام ونزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسألون الفتح والنصرۃ وکانوا یقولون اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودی حضور کے تشریف لانے اور قرآن اُترنے سے پہلے طلب فتح و نصرت کرتے تھے اور کہتے تھے اے اللہ ہمیں فتح عطا فرما اور مدد کر نبی امی کے وسیلہ سے۔

پھر فرماتے ہیں وہما انزلت فی بنی قریظۃ والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ قبل البعث یہ آیت بنی قریظہ اور نضیر کے بارے میں اتری کہ وہ لوگ حضور کی پیدائش سے پہلے حضور کے وسیلہ سے اوس وخزرج پر طلب فتح کرتے تھے۔

اور اگر آپ کو قرآن میں نہ ملا تھا تو حدیث میں ہی تلاش کر لیا ہوتا حدیث بھی تو اسلام کی ایک دلیل اور اصل ہے پہلے تو ابن ماجہ کسی استاد سے پڑھیے اس میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضور نے ایک صحابی ضریر کو دعا تعلیم فرمائی اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ اے اللہ سوال کرتا ہوں تجھ سے اور توجہ کرتا ہوں تیری طرف تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے۔

فرمایئے حضور نے خود اپنے سے توسل کرنے کی تعلیم دی اور سنئیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بموقعہ استسقاء خدا سے عرض کرتے ہیں اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا (مشکوٰۃ)

اے اللہ ہم تیرے دربار میں اپنے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہمیں سیراب فرماتا تھا اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں ہمیں سیراب فرمادے۔

دیکھئے کس قدر صاف صاف بہ لفظ وسیلہ موجود اور نبی اور ولی دونوں کے وسیلہ کا ذکر اور وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل نہیں بلکہ عقیدہ۔

جناب ماہر صاحب ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ آپ دیوبندی ہیں وسیلہ کے منکر نہ ہوں گے مگر آپ کے انکار وسیلہ سے ہمیں کہنا پڑا کہ یا تو دیوبندیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ توسل کوئی چیز نہیں یا آپ دیوبندیوں سے ایک ہاتھ آگے یعنی وہابی متبع عقائد قرن الشیطان نجدی ہیں کہ وہ بالکل توسل کے قائل نہیں بہر حال آپ کو اہلِ سنت سے تو کوئی تعلق نہیں ذرا علامہ شامی کا فتوی سن لیجئے فتاوی شامی جلد ۵ میں ہے وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی الٰی ربہ ولم ینکرہ احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیہ فابتدع مالم یقلہ احد قبلہ .... علامہ سبکی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل مستحب و مستحسن ہے اور سلف و خلف میں سے کوئی توسل کا منکر نہیں ہوا ابن تیمیہ کے اُس نے وہ بدعت (انکار توسل) نکالی جو اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں، جناب دیکھئے آپ نے کسی کا دامن پکڑا ابن تیمیہ جیسے بدعتی خارج از اہل سنت کا۔ ابن تیمیہ کے متعلق کسی دوسرے موقعہ

پر عرض کریں گے۔

جناب ماہر صاحب نے اس کے بعد حضرات انبیا کی وہ دعائیں نقل کی ہیں جو قرآن میں وارد ہیں۔ آیات قرآنی ہیں کون منکر۔ حضرت انبیاء کی دعائیں ہیں کون منکر۔ لیکن آپ کا اس وقت نقل کرنا مقامِ گفتگو سے بیگانہ صرف ایک صفحہ زائد کرنے یا لوگوں کو مرعوب کرنے یا اپنی قرآن دانی کا مظاہرہ پیش کرنے کے لئے ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نبی کو نبی کے وسیلہ کی ضرورت نہیں۔

آخر میں آپ نے شفاعت کی آیت لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ نقل کرکے لکھا۔

"اس آیت میں ولا شفاعہ میں اس قسم کے عقیدہ شفاعت کی تردید منظور ہے جیسے بادشاہوں کے یہاں دربار اور ان کے مصاحب اور مقربین سفارش کیا کرتے ہیں الخ"

یہ جناب نے لفظ ولا شفاعۃ سے اس قسم کے عقیدہ شفاعت کیسے استخراج فرمائی یہاں تو کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو آپ کی اس قسم پر دلیل ہو اور لفظ شفاعت میں یہ قسم مضمر و پوشیدہ بھی نہیں، یہ تفسیر بالرائے یا اجتہاد محض یا اختراع خالص۔

حضور نے فرمایا ہے من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار جو قرآن میں اپنی رائے کو دخل دیتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بناتا ہے ولا شفاعۃ میں دو...... قسم کی نفی ہے یعنی شفاعت

بغیر اذن نہ ہوگی دوسرے یہ کہ کافر کی شفاعت نہ ہوگی خواہ وہ شفیع بنایا جائے یا مشفوع لہ۔ دیکھیے تفسیر جلالین و تفسیر بیضاوی و تفسیر امام رازی و تفسیر روح البیان وغیرہ تفاسیر اہل سنت۔

اور یاد رکھیے کہ یہ شفاعت کبھی محبت کے جلوے لیے ہوئے ہوگی کبھی وجاہت و تقرب کے حضرات انبیا و اولیا خدا کے دربار میں وجیہ بھی ہیں اور محبوب بھی۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نجدی کے اتباع میں تقویۃ الایمان میں جو بکواس کی ہے وہ سب مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اسی واسطے ہر زمانہ میں اُس پر نکتہ چینی رہی اور اب بھی جاری ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ شفاعت بالاذن ہی ہوگی اور یہ اذن وجود شفاعت کے لیے نہیں بلکہ وقت شفاعت کے لیے۔ مطلق شفاعت کی اجازت دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مل چکی ہے اور آپ شفیع قرار پا چکے ہیں اور شفاعت کا کام دنیا میں ادا فرما چکے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات یہ شفاعت ہے اسی واسطے امام رازی مسئلہ شفاعت میں اسی آیت کو لکھکر استغفار کے معنی لکھکر فرماتے ہیں۔ ولا معنے للشفاعۃ الا ھذا استغفار و شفاعت ایک ہی ہیں اور یہ ہے امر جو زمانہ حال پر دلالت کرتا ہے جس کا تعلق دنیا سے ہے جب دنیا میں شفاعت و استغفار کا حکم ہوگیا تو اجازت حاصل ہوگئی۔

پھر آیہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم الایہ لکھکر فرماتے ہیں۔ وھذا یدل علی ان شفاعۃ الرسول فی حق الکبائر مقبولۃ فی الدنیا فوجب ان تکون

مقبولۃ فی الاخرۃ لانہ لا قائل بالفرق - جب حضور کی شفاعت اہل کبائر کے حق میں دنیا میں مقبول تو ضروری ہوا کہ آخرت میں بھی مقبول ہو اس لئے کہ دونوں شفاعتوں میں کوئی فرق نہیں - جب فرق نہیں تو اس شفاعت کی اجازت حاصل ہو چکی تو اُس کی بھی حاصل ہو چکی اور یہ مسئلہ کچھ ایسا نہیں جس پر اتنا زور صرف کیا جائے جس قدر جناب ماہر صاحب بہادر نے خرچ کیا - یہاں مل چکی یا وہاں ملے گی، دینے والا دونوں جگہ خدا ہے آپ تو نہیں اگر خدا نے یہاں دے دی تو آپ کا سینہ کیوں پھٹتا ہے اور اگر خدا وہاں اجازت دے گا تو دنیا میں حضور کی کیا شان گھٹ گئی - آپ کی سمجھ میں اس قدر نہیں آتا کہ اللہ نے یہ وعدہ فرما لیا ہے کہ میں اجازت دوں گا اور جب وعدہ فرما لیا تو وہ پورا کرے گا تو اجازت ہی مل گئی -

یہ منصب شفاعت حضور کو حاصل ہو چکا ہے ورنہ حضور زوردار لفظوں میں کبھی نہ فرماتے انا اول شافع واول مشفع شافع و مشفع سب سے پہلے میں ہی ہوں اجازت صرف وقت ظہور شفاعت سے متعلق ہے نہ نفس شفاعت سے -

قولہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم غیب نہیں -

"اس عنوان کے ماتحت آپ لکھتے ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اور جتنا علم مناسب سمجھا وحی کے ذریعہ انبیاء کرام کو عطا فرمایا اور یہ وہ علم ہے جسے قرآن اظہار غیب اور اطلاع غیب کہتا ہے "

ماشاء اللہ آپ مسئلہ علم غیب کی حقیقت سے بھی واقف ہیں اور اس پر بھی گفتگو کرنا آپ اپنی شان سمجھتے ہیں۔ اچھا دیکھیں کس قدر واقف ہیں اور کیا

الحمدللہ آپ نے ظاہری طور پر یہ تو اقرار کر لیا کہ اللہ نے عطا فرمایا ہے تو عطائی کے آپ قائل ہو گئے جب حضور کے لئے عطائی کے قائل ہو گئے تو خدا کے لئے ذاتی مان لیا تو عطائی اور ذاتی کی "جاہلانہ اور گمراہ کن تفریق کا بت آپ نے اپنے گلے میں لٹکا لیا اور خود جاہل اور گمراہ کن بت کے پجاری بن گئے سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔

آپ فرماتے ہیں کہ " وہ علم ہے جسے قرآن اظہار غیب اور اطلاع غیب کہتا ہے۔ کیوں صاحب اگر اسے آپ علم غیب کہہ دیں تو کیا آپ کی زبان جل جائے گی اور کیوں صاحب قرآن نے اسے علم غیب نہیں کہا ہے۔ پڑھئے تو قرآن کی آیت وعلمناہ من لدنا علما۔ ہم نے حضرت خضر کو اپنے پاس سے علم دیا، یہاں تو اطلاع اور اظہار کا لفظ نہیں ہے صاف صاف لفظ علم ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کان رجلا یعلم علم الغیب حضرت خضر علیہ السلام علم غیب جانتے تھے تفسیر بیضاوی میں ہے وہو علم الغیوب وہ علم غیب ہے فرمائیے اب یہ علم غیب ہوا یا نہیں۔

علاوہ بریں اظہار واطلاع تو خدا کی جانب سے ہے اور خدا کا فعل ہے یعنی اللہ نے ظاہر کیا اور مطلع کیا حضور پر جب اس غیب کا ظہور ہوا مطلع ہوئے تو کیا کیفیت پیدا ہوئی اس کیفیت کا بہرحال نام علم ہی ہو گا نتیجہ یہ کہ اللہ کی

طرف سے اظہار ہو، اطلاع ہو، انبا ہو، اخبار ہو، الہام یا وحی ہو، کشف یا رویا ہو کچھ بھی ہو، لیکن حضور کے لئے یہ سب علم ہوا تو معنی یہ ہوتے کہ ہم نے مطلع کیا غیب کو اور حضور کو غیب کا علم حاصل ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کی اس صفت کے یاد کرنے میں لفظ علم غیب کے استعمال میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی جاتی۔

تفسیر بیضاوی میں حضرت خضر علیہ السلام کے علم کے متعلق کہا وھو علم الغیب۔ فتاویٰ شامی میں ہے۔ قال فی التتارخانیہ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ معدن الحقائق میں ہے والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب۔ خزانۃ الروایات میں ہے وفی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب۔ یہ سب فقہ حنفی کی معتبر کتابیں ہیں ان میں انبیا کے علم کے لئے علم غیب کا لفظ موجود ہے۔ ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں نقصان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب۔ تفسیر ابن جریر میں ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کان رجلا یعلم الغیب حضرت خضر علیہ السلام غیب جانتے تھے۔

جناب ماہر صاحب آپ ان حضرات سے کوئی زیادہ ماہر تو ہیں نہیں

نہ عزبی کے آپ اہل زبان ہیں جب یہ حضرات بندوں کے لئے لفظ علم غیب بول رہے ہیں تو آپ کا انکار کوئی وقعت وحثیت نہیں رکھتا۔

آپ فرماتے ہیں "مگر اس اطلاع و اظہار کے یہ معنی نہیں کہ کائنات کی کوئی چیز انبیاء کرام کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہتی اور ان کو ہر بات کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔"

جناب ماہر صاحب یہ کون کہتا ہے کہ ہر نبی کو کائنات کے ہر ہر ذرہ کا علم ہے اور یہ ضروری ہے اور ہر مسلمان یہی عقیدہ رکھے۔ لیکن خداوند تعالےٰ اگر اپنے کسی محبوب کو یہ وصف عطا فرماوے اور ایسا علم دے دے تو فرمایئے کہ آپ خدا کی دین کے روکنے والے کون حد بندی کرنے والے آپ کون ہیں ۔ خدا کا خزانہ علم نامتناہی در نامتناہی اور بندے کو اگر اس قدر جس قدر کو آپ "معنے نہیں" فرماتے ہیں عطا کر دے تو یہ بالکل متنا ہی اور اقل قلیل ہے اور اگر صرف اس قدر ہی آپ کے نزدیک خدا کا علم ہے تو آپ نے خدا کو نہ جانا۔

آپ فرماتے ہیں "سارے جہاں کے حالات کا علم رکھنا نبوت کا لازمہ ہرگز نہیں"۔ جی تو کسی کو خلیل بنانا بھی لازمہ نبوت نہیں کسی کو کلیم بنانا بھی لازمہ نبوت نہیں، کسی کو روح اللہ کلمۃ اللہ بنانا بھی لازمہ نبوت نہیں اور منصب معراج بھی لازمہ نبوت نہیں اور جس قدر حضور کو معجزات دیئے گئے اُس قدر معجزات بھی لازمہ نبوت نہیں تو پھر ان تمام چیزوں سے یہ کہکر کہ لازمہ نبوت نہیں انکار کر دیجئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ صحیحین میں بھی ایک واقعہ ملتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آدمی کی شکل میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال وجواب کرتے رہے اور جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو حضور کو بتایا کہ یہ جبرئیل تھے۔

ماہر صاحب آپ نے بتایا ہوگا جب ہی تو آپ کو یہ یاد رہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ بالکل غلط جھوٹ افترا بہتان بکو اس خبط الحواسی۔ ماہر صاحب صحیحین میں یا اور کسی کتاب میں یہ واقعہ نکال دو تو سو روپیہ انعام تو میں دوں گا۔ اسی واسطے ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضور کے علم غیب کی نفی پر جو زور دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سزا یہ دیتا ہے کہ جاہل بنا دیتا ہے۔

یہ واقعہ بخاری ومسلم وغیرہ میں موجود ہے اور ہر جگہ یہ ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے تو حضور نے حاضرین سے پوچھا تمہیں خبر ہے کہ یہ آدمی کون تھا۔ لوگوں نے بے خبری ظاہر کی پھر حضور نے فرمایا یہ جبرئیل تھے تم کو دین کی بات سکھانے آئے تھے۔ ذرا مشکوٰۃ کی ہی حدیث دیکھ لی ہوتی اس کے عربی الفاظ یہ ہیں ثم قال یا عمر اتدری من السائل قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم۔

آپ فرماتے ہیں "حضرت یعقوب علیہ السلام بھی اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے مگر برسوں تک اپنے پیارے اور چہیتے بیٹے یوسف کی خبر نہ معلوم کر سکے"

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر نہ تھی تو کیوں فرمایا فتحسسوا من یوسف واخیہ جاؤ حضرت یوسف اور ان کے بھائی کی تلاش کرو اور کیوں فرمایا عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا۔ قریب ہے کہ خدا سب کو میرے پاس لاتے گا اور کیوں فرمایا واعلم من اللہ ما لا تعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے تفسیر جلالین میں ہے من ان رؤیا یوسف صدق وھو حی میں جانتا ہوں کہ یوسف کی خواب ہو کر رہے گی اور یوسف زندہ ہے۔

رہا حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج و ملال وہ عدم علم کی بنا پر نہ تھا بلکہ جدائی کے صدمہ سے تھا اور یہ ایک فطری چیز ہے جو باپ ماں کے دلوں میں اولاد کی طرف سے رکھی گئی ہے۔

آپ فرماتے ہیں" غیب اللہ کی صفت خاص ہے اس میں کوئی اس کا شریک نہیں"۔ جی خوب فرمایا غیب خدا کی صفت ہے یا علم غیب ماہر صاحب قلم بہکنے لگا۔ ذرا عقل کی خبر لیجئے۔ غیب تو چیز کی صفت ہے، نہ کہ خدا کی، پھر علم غیب خدا کی خاص صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ دیکھئے عقل بھی گئی۔ تو آپ کے نزدیک حیات، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، تکلم، تکوین احیا، اماتہ، رزاقی، ملکیت وغیرہ خدا کی خاص صفتیں نہیں ان میں دوسرے کو شریک کرنا شرک نہیں، اسی طرح معبود ہونا بھی آپ کے نزدیک صفت خاصہ نہیں تو آپ کے نزدیک دوسرے کو معبود سمجھنا شرک نہ ہوا پھر توحید نمبر نکالنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

آپ کیا جانیں کہ خاص صفت ہونا کسے کہتے ہیں۔ کسی پڑھے لکھے سُنی سے

علم حاصل کیجئے تو خصوص و عموم سمجھ میں آئے گا۔ سنیئے

خدا کی صفت ذاتیہ ہوں یا فعلیہ اس اعتبار سے کہ وہ قدیم ہیں واجب ہیں۔ ازلی ابدی ہیں حقیقی ذاتی ہیں خدا کی صفات خاصہ ہیں اس طرح کسی بندے میں نہیں ممکن ہیں، حادث ہیں عطائی ہیں مجازی ہیں۔ اس طرح بندے کی صفتیں ہیں اس بحث کی تفصیل شرک و توحید کی تعریف میں گذر چکی ہے مطالعہ کیجئے۔

اسی طرح علم غیب جو خدا کی صفت خاصہ ہے وہ وہ ہے جو قدیم ہے ازلی ابدی ہے حقیقی ذاتی ہے اور غیر متناہی غیر محدود ہے قرآن میں جہاں جہاں غیر خدا سے علم غیب کی نفی ہے وہ اسی کی ہے عطائی اور محدود و متناہی کی نہیں بلکہ اس کا انبیا کے لئے اثبات ہے۔

علامہ شامی اپنے رسالہ سل الحسام میں فرماتے ہیں ولا ینافی الآیات المذکورات فی السوال لان علم الانبیاء والاولیاء انما ھو باعلام من اللہ تعالے لہم وعلمنا بذلک انما ھو باعلامہم لنا وھذا غیر علم اللہ الذی تفرد بہ وھو صفۃ من صفاتہ القدیمۃ الازلیۃ والابدیۃ المنزھۃ عن التغیر وسمات الحدوث والنقص والمشارکۃ والانقسام بل ھو علم واحد یعلم بہ جمیع المعلومات کلیاتہا وجزئیاتہا ما کان منہا وما یکون لیس بضروری ولا کسبی ولا حادث بخلاف علم سائر الخلق پھر فرماتے ہیں وماذکرناہ فی الآیۃ صرح بہ النووی رحمہ اللہ فی فتاواہ فقال معناہ لا یعلم ذلک استقلالا وعلم احاطۃ الا اللہ تعالی اما المعجزات والکرامات

فباعلام اللہ تفسیر انموذج جمیل میں ہے معناہ لا یعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ
اوبلا تعلیم او جمیع الغیب علامہ خفاجی شرح شفا قاضی عیاض میں فرماتے
ہیں۔ ھذا لا ینافی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الا اللہ تعالیٰ
فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر
متحقق لقولہ تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔

دیکھئے یہ تمام اساطین اسلام دین کے معتمد علیہ علمائے اعلام یہی فرما رہے
ہیں کہ جن آیتوں میں غیر خدا سے علم غیب کی نفی ہے وہ علم غیب کلی اور ذاتی
کی نفی ہے اس لئے کہ وہ آیتیں بھی موجود ہیں جن میں انبیاء کے لئے علم
غیب کا ثبوت موجود ہے۔

جناب ماہر صاحب یہ نفی و اثبات ذاتی و عطائی کی ایک اصل کلی ہے
جو جواب ہے آپ کے اور آپ کے ہم عقیدوں کا ان آیتوں کے متعلق جو بارہا
نفی علم غیب میں پیش کرتے ہیں اور آپ کے توحید نمبر میں جس جس نے
بحث کی ہے ان سب کا بھی یہی جواب ہے جس کا جواب آپ کی قوم اب
تک سوائے آئیں بائیں شائیں کے نہ دے سکی ہے نہ انشاء اللہ دے سکیگی۔ آپ نے
حضور کے علم غیب کی نفی پر حضرت عائشہ کا واقعۂ افک نقل کیا ہے اور
آپ نے اپنے الفاظ میں لکھا کہ حضور عالم الغیب ہوتے تو اس افواہ سے
مضطرب ہونے کی ضرورت کیا تھی پھر آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور جانتے
تو فرما دیتے کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ عائشہ اس تہمت سے پاک و بری ہیں"
بس اتنا ہی آپ نے کسی سے سن رکھا ہے یا کسی اُردو کی کتاب میں

دیکھ لیا ہے آپ کو بخاری دیکھنے اور مفصل واقعہ پر اطلاع پانے کی تو خدا نے توفیق ہی نہیں دی ہے۔

باہر صاحب بخاری شریف میں مفصل واقعہ پڑھیئے جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے بہت پہلے بھرے مجمع میں فرمایا واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرًا قسم خدا کی میں اپنی بی بی کے متعلق بہتر ہی جانتا ہوں حضور نے یہ جملہ فرما کر اور قسم کے ساتھ فرما کر برأت عائشہ کے متعلق اپنے علم کا اظہار فرما دیا اور صحابہ نے تسلیم کر لیا۔ ذرا تفسیر کبیر ملاحظہ فرمایئے اور صحابہ کرام کے بیانات پڑھیئے۔

اگر آپ بخاری میں اس تفصیل کو دیکھ لیتے تو آپ کو ان جملوں کے لکھنے کی جرأت نہ ہوتی مگر افسوس کہ آپ کا نظریہ درست نہیں دیکھئے امام رازی کبیر میں چند قرائن لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ فلمجموع ھذہ القرائن کان ذالک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی یہ قرائن بتا رہے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بات جھوٹی اور غلط ہے فرمایئے آپ کی بات قابل اعتبار ہوگی یا امام رازی کی مگر آپ فرما سکتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے رازی ہیں میں اپنے زمانہ کا۔

بہر حال نفی حال نفی استقبال پر دال نہیں اگر کسی وقت کسی واقعہ کی طرف توجہ کامل نہیں تو اس سے مطلقاً نفی علم غیب نہیں ہو سکتی بندے کے علوم حصولی ہیں جو تحصیل و توجہ پر موقوف ہیں اور خصوصًا ایسے وقت میں جبکہ دنیا سے توجہ ہٹی ہو اور مولا کے دربار میں استغراق تام ہو۔

آپ نے چھوکریوں کے دف بجاتے ہوئے وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ کہنے اور حضور کے دعی ھذا وقولی بالذی کنت تقولین فرمانے سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضور کو علم غیب نہیں۔ اس لئے منع فرما دیا۔ حضرت حسان ابن ثابتؓ نے فرمایا

فان قال فی یوم مقالۃ غائب ۔ فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم اوغدٍ

حضرت مالک نے فرمایا:-

اوفی المخزیل اذا احتدی ۔ ومتی تشاء یخبرک عما فی غدٍ

حضرت سواد ابن قارب نے فرمایا:-

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ ۔ وانک مامون علی کل غائب

یہ اشعار ان حضرات نے حضور کو سنائے اور ان میں حضورؐ کے علم غیب کا صاف صاف ذکر ہے مگر حضور نے ان کو منع نہ فرمایا۔

فرمایئے اگر منع کرنے کی وجہ وہی ہے جو آپ نے سمجھی تو حضور کو یہاں بھی منع فرمانا چاہیے تھا ذرا خلوت میں وجہ فرق سوچئے آپ نے حدیث لا ادری بھی اسی نظریہ کے ماتحت نقل کی یہی جملہ قرآن میں موجود ہے جس وقت قرآن میں آیت لا ادری اتری اسی وقت حضور نے یہ فرمایا تو آیت کے متعلق علمائے مفسرین نے جو کچھ لکھا وہی حدیث کے متعلق ہے سنیئے

علامہ عبدالرحمٰن دمشقی اپنے رسالہ ناسخ ومنسوخ میں فرماتے ہیں قولہ تعالے ما ادری ما یفعل بی ولا بکم نسخ بقولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا

تفسیر درمنثور میں ہے اخرج ابو داود فی ناسخہ من طریق عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ تعالے وما ادری ما یفعل بی ولا بکم قال نسختھا

هذہ الآیۃ التی فی الفتح۔

تفسیر ابن جریر میں ہے عن قتادۃ رضی اللہ عنہ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم قال ثم دری نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک ما یفعل بہ بقولہ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ ان حضرات نے جن میں صحابہ بھی ہیں یہ تصریح کر دی کہ آیہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ما یفعل بی ولا بکم پھر بتا دیا۔

فرمایئے یہ کون سی دیانت ہے کہ منسوخ آیت وحدیث سے استدلال کیا جائے اور وہ بھی نفی علم غیب میں۔ ماہر صاحب ہوش میں آیئے۔

منافقین مدینہ کا کسی وقت علم نہ ہونے سے ہر زمانہ میں علم کی نفی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اگر چہ کسی وقت لا تعلمہم فرمایا تو دوسرے وقت انھیں منافقین کے حالات کا علم دیتے ہوئے وما کان لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء بھی فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں موجود ہے کہ حضور کی مسجد میں اجتماع ہوا اور پھر حضور نے ایک ایک منافق کا نام لے کر مسجد سے نکلنے کا حکم دیا۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دفعۃً واحدۃً اول مرتبہ میں تمام علم حاصل ہو۔ خدا کی ذات کے سوا ہر ایک کی شان میں تجدد و حدوث ہے تحصیل وحصول ہے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ اُس کی ہر صفت تجدد سے پاک ہے اُس کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں الآن کما کان وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک ایک سا ہے یہ نہیں کہ اس وقت یہ خبر نہیں

ہے ایک گھنٹہ بعد ہوگی۔

اور نہ علم غیب کے مفہوم میں یہ چیز داخل ہے کہ تمام چیزوں کا علم ایک ہی ساتھ ایک ہی وقت میں ہو جو لوگ علم غیب کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں بلکہ یہ مفہوم اُس صفت سے متعلق ہے جو خدا کی صفت ہو

آپ فرماتے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات شہادت دیتے ہیں کہ آپ عالم الغیب نہ تھے "

حضور کی حیات طیبہ کے واقعات شاہد عدل ہیں کہ آپ صفت علم غیب سے متصف تھے خدا نے یہ مرتبہ عطا فرمایا تھا۔ اگر کسی وقت کسی خبر کا علم نہ عطا ہوا تو دوسرے وقت عطا ہوگیا یا کسی وقت عدم توجہ سے وہ چیز مخفی رہی تو پھر روشن ہوگئی۔ پڑھیے حدیث شریف عبدالرحمٰن ابن عائش رضی اللہ عنہ حضور فرماتے ہیں۔ رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔ فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں حضور نے فرمایا انت اعلم اللہ تعالے نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی فعلمت مافی السموٰات والارض جو کچھ آسمان وزمین میں ہے میں نے جان لیا۔ (مشکوٰۃ)

آپ بطور نتیجہ فرماتے ہیں" مگر خود قرآن اور احادیث آپ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرتی ہیں۔ جناب ماہر جب آپ کی شکل کا صغری وکبری ہی غائب تو یہ نتیجہ کہاں سے نکل سکتا ہے اور ان دونوں یا ایک کے بغیر

نکلا تو سمجھ لیجئے کیسا ہوگا۔

قرآن میں نفی ہے تو استقلالی اور کلی کی جیسا کہ ہم ثابت کر چکے اور احادیث میں کہیں کوئی ایسا جملہ نہیں جس میں حضور نے یہ فرمایا ہو کہ مجھے علم غیب نہیں دیا گیا اگر ایسا جملہ آپ پیش کر دیں تو سو روپیہ انعام۔

معجزات وکرامات حق ہیں

اس سلسلہ میں ماہر صاحب نے بڑا گھناؤنا انداز اختیار کیا ہے اور بڑے دل خراش جملے لکھے ہیں پاک وصاف دل والا جب پڑھے گا تو کراہیت کے آثار اُس کی پیشانی پر ظاہر ہو جائیں گے۔

آپ لکھتے ہیں۔ مگر اس سے یہ اصول اور کلیہ وضع کرنا کھلی گمراہی ہے کہ دنیا کے پردے میں جہاں کہیں کسی پر کوئی جادو کرتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس سے واقف ہو جاتے ہیں اور جو کوئی انھیں مدد کے لئے پکارے تو وہ اللہ کے دیئے ہوئے معجزہ سے جادو اُتار دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے متعلق۔ یہ کلیہ کس نے وضع کیا ہے کس کتاب میں لکھا ہے یا رجماً بالغیب اپنی طرف سے ایجاد کر کے بحث فرمانا شروع کر دی جب ایسا کسی نے کہا ہی نہیں تو اس کو اختراع کر کے گفتگو کرنا ہی بیکار ہے۔

آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"مگر آپ کے واقعہ رفع کے بعد سے لے کر آج تک کسی مسلمان نے اپنے مردے

کے جلانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ نہیں کیا اور نہ صحابہ نے آنکھیں دُکھنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دہائی دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ احیاء ان کے وقت کے ساتھ مخصوص تھا کہ اُس وقت اُس معجزہ کی ضرورت تھی تاکہ وہ اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کر سکیں اب کیا ضرورت باقی رہی، معجزہ کھیل اور تماشہ کے لئے نہیں ہوتا۔

اور پھر حضور کے تشریف لانے کے بعد آنکھوں وغیرہ کے دُکھنے کے وقت حضرت عیسٰے علیہ السلام سے صحابہ کو استغاثہ کی کیا ضرورت، جب کہ حضور تاج دار مدینہ تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ صحابی ضریر کو بینائی کی ضرورت ہوئی تو حضور سے فریاد کی۔ ایک صحابی کی آنکھ کا ڈھیلا ایک تیر کے ساتھ نکل آیا تو حضور نے اپنے ہاتھ سے رکھ دیا اور آنکھ اچھی رہی۔ حضرت عبداللہ ابن عتیک کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو حضور سے عرض کیا۔ حضور نے مسح فرمادیا درست ہوگئی۔ ہجرت کے موقعہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سانپ نے کاٹ لیا حضور نے لعاب لگا دیا اثر زائل ہوگیا۔

آپ فرماتے ہیں "خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جب صحابہ کو سفر میں اور جنگوں میں کوئی مصیبت پیش آئی تو الخ"

جناب ماہر صاحب آپ کا عدم وجدان عدم وجود کی دلیل نہیں اگر صحابہ نے حضور کو مشکل کشائی کے وقت پکارا ہو تو آپ کو خبر ہونا یا روایات میں آنا ضروری ہے اور اگر اُن کا یہ عقیدہ رہا کہ حضور ہماری فریاد سن لیں گے تو آپ کے

کیا اس کی اطلاع ہونا ضروری ہے عقیدہ ایک امر قلبی ہے جس کی اطلاع بغیر بتائے ناممکن اور وہ اپنا عقیدہ ظاہر کس پر کریں جب کہ سب کا عقیدہ یہی ہو ظاہر کرنے کی ضرورت جب ہوتی ہے جب منکر ہو ہاں اگر آپ اور ابن عبدالوہاب اور اسمٰعیل دہلوی جیسے منکرین ہوتے تو ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی۔

علاوہ بریں استغاثہ اور پکارنے کی ضرورت جب ہوتی جب حضور اُن سے اور اُن کے حالات سے بے خبر ہوتے حضور کا علم اور حضور کی امداد اُن کے ہمراہ ہوتی تھی اس لیے صحابہ لب ادب بند رکھتے تھے۔

پھر ایسے واقعات بھی موجود ہیں کہ لوگوں نے دور دراز سے فریاد کی ہے اور حضور نے مدد فرمائی ہے۔ علامہ قسطلانی کی مواہب میں ہے کہ شب کے وقت حضور وضو فرما رہے کہ یکایک فرمانے لگے لبیک لبیک نصرت نصرت میں موجود ہوں مدد ہوگی۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا حضور کون تھا فرمایا۔ راجز بنی کعب اپنے دشمنوں پر مدد چاہ رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر کا پاؤں سن ہو گیا۔ لوگوں نے کہا اذکر احب الناس الیک اپنے محبوب کو یاد کرو فوراً کہا وا محمداہ تکلیف دور ہو گئی اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہیں کہ انھوں نے کہیں سے بھی فریاد کی اور حضور نے مدد فرمائی بلکہ اولیاء کرام بھی مدد فرماتے ہیں مشاہدات و تجربات پر خاک نہیں ڈالی جاسکتی دلیل اگرچہ توڑی جاسکتی ہے لیکن یقین اُسے ہوگا جسے ملا ہوگا آپ غالباً اب تک اس سے کورے اور بے فیض ہیں اور جیسے گئے ویسے ہی آئے تو آپ کو انکار ہی کرنا

چاہیئے۔

حضرت عثمان کے متعلق تو حضور نے پہلے ہی پیش گوئی فرما دی تھی کہ یہ شہید ہیں اور یہ بھی فرما دیا تھا انہ لعل اللہ یقمصک قمیصا فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلعہ لہم (مشکوٰۃ) اللہ تعالےٰ تم کو خلافت عطا فرمائے گا لوگ ہٹانا چاہیں گے ہٹنا نہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقعہ کے روز فرماتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عہد الی عہدا وانا صابر علیہ (مشکوٰۃ) حضور نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے میں اس پر صبر کروں گا۔

جناب ماہر صاحب باتیں ساری علم میں تھیں اور تقدیر الٰہی کا پتہ پہلے ہی چل چکا تھا پھر رفع مصیبت کے لئے استغاثہ کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے اگر استغاثہ کرتے ہیں تو عہد اور صبر کے خلاف ہوتا ہے اتنی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی افسوس اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھیں کھولیں۔

یہی صورت کربلا کی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام جانتے ہیں کہ یہی شہادت کا مقام موعود ہے اور شہادت اُن کی نگاہ میں عظیم الشان مرتبہ ہے بلاؤ مصائب کا ورود رفع درجات کا سبب ہے اچھے لوگ اس کے طالب رہتے ہیں آپ جیسوں کی طرح تھوڑی کہ مصیبت آئی تو بھاگتے نظر آئے اولیا سے نہ سہی تو پولیس اور حکام سے استغاثہ فرمائیں بلکہ خفیہ معافیاں چاہیں عہد کرلیں اور چھٹکارا پائیں۔

آپ فرماتے ہیں "لیکن اس کی کوئی روایت صحابہ کرام کے زمانہ میں نہیں ملتی کہ صحابہ کو جب رزق پانی اور دوسری اشیا کی تنگی ہوتی ہو تو

صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا ہو۔

آپ کو کیا ملے گی دورۂ حدیث کسی مدرسہ میں پڑھا ہوتا تو ملتی، یہ چیزیں کہیں دیوان غالب یا داغ یا امیر میں تھوڑی ملیں گی آپ کی ساری عمر تو انھیں کانٹوں میں گذری، آپ گلشن کا حال کیا جانیں یہ کسی بلبل و قمری سے دریافت کیجے

بخاری و مسلم کی حدیث ہے ابتدائی الفاظ ہیں عطش الناس یوم الحدیبیۃ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ رکوۃ فتوضأ منہا ثم اقبل الناس نحوہ قالوا لیس عندنا ماء نتوضأ بہ و نشرب الا ما فی اداوتک حدیبیہ کے دن لوگ پیاس میں مبتلا ہوئے حضور کے سامنے پانی کا برتن تھا حضور نے وضو فرمایا لوگ آئے اور عرض کیا حضور ہم لوگوں کے وضو اور پینے کے لئے پانی نہیں صرف یہی ہے جو اس برتن میں ہے حضور نے اس برتن پر ہاتھ رکھا اور پانی نے جوش مارا۔

غزوہ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک نے پریشان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا کہ جو کچھ بچا ہوا تھوڑا بہت ہو اس کو منگوا کر دعائے برکت فرمادیں حضور نے حکم دیا اور جمع ہو گیا دعائے برکت فرمادی اور برکت ہو گئی۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں حضور کے پاس چند چھوارے لایا اور عرض کی ان میں دعائے برکت فرما دیجئے حضور نے دعا فرمادی اور فرمایا ان کو مزود میں رکھ لو جب ضرورت ہو ہاتھ ڈال کر نکال لینا حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں کھاتا رہا لوگوں کو سیروں کھلائے حضرت عثمان کے زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر وہ گم ہو گیا۔

فرمائیے یہ حدیثیں آپ کی نظر سے نہیں گذریں یا قصداً آنکھیں بند کرلیں ان احادیث میں یہ نہیں ہے کہ صحابہ نے حضور سے استغاثہ کیا تکثیر آب وطعام کی درخواست نہ کی تقلیل کو کثیر سے بدل دینے کے لئے عرض نہ کیا کسی جاہل سے بھی پوچھئے تو وہ کہے گا ہاں آپ پڑھے لکھے ہو کر ایسی صاف اور بدیہی چیزوں سے انکار کرتے ہیں۔ ماہر صاحب کیا مرنا نہیں، خدا اور رسول کو منہ دکھانا نہیں جو اس دھوکہ اور غلط بیانی کی گٹھری کو بوجھل کر رہے ہیں۔

آپ انبیاء کرام کے معجزات کی نوعیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارہا دودھ میں، پانی میں کھانے میں اور پھلوں میں غیر معمولی برکت ہوگئی اور دوسری طرف یہ حال ہے کہ آپ کی جگر گوشہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فاقے ہو رہے ہیں آپ کی یہ حالت دیکھکر دل متاثر ہوتا ہے مگر رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم ہے غزوۂ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں آشوب تھا حضور لعاب دہن لگاتے ہیں دکھتی آنکھیں آن کی آن میں اچھی ہو جاتی ہیں۔ ایک طرف یہ شانِ اختیار اور دوسری طرف یہ مجبوری اور بے اختیاری کی کیفیت کہ خود آپ پر جادو کا اثر ہوتا ہے اور آپ اسے دور نہیں فرما سکتے۔"

گبریلا جب گلشن میں جاتا ہے تو وہاں پھول کی تلاش نہیں کرتا ہے۔ ماہر صاحب کو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے فاقہ اور جادو کے متعلق ایک ہی وجہ ملی کہ حضور مجبور اور بے اختیار تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلِ بیت سے ہیں ان کو گھریلو زندگی میں وہی طریقہ سکھایا جارہا ہے جو حضور نے اختیار کر رکھا ہے حضور کی اور ازواج مطہرات کی بھی ایسی ہی زندگی تھی جس کا نقشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی سے ظاہر ہے مگر اس میں مجبوری اور بے اختیاری اندھوں کو نظر آتی ہے آنکھ والا تو یہ دیکھتا ہے کہ حضور نے حضرت عائشہ سے فرمایا لو شئت لسارت معی جبال الذھب، میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں ایک آنے والے فرشتے نے خدا کا سلام پہنچانے کے بعد کہا کہ خدا فرماتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو نبی عبد کی زندگی گذاریئے یا نبی سلطان کی حضرت جبرئیل نے اشارہ کیا حضور نبی عبد کی زندگی (مشکوٰۃ) یعنی دولت و حشمت نہ چاہیئے

حضرت عمر فرماتے ہیں میں حضور کے پاس حاضر ہوا تو آپ بغیر فرش چٹائی پر آرام فرما تھے چمڑے کا تکیہ تھا، میں نے عرض کیا حضور وسعت کی دعا فرمایئے۔ فرمایا اے عمر تم اس سے راضی نہیں ہو کہ فارس و روم کو دنیا ملے اور ہمیں آخرت (مشکوٰۃ)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے دربار الٰہی میں عرض کی اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین (مشکوٰۃ) اے اللہ مسکین رکھ مسکینی میں موت دے مساکین کے ساتھ حشر فرما۔

اب فرمایئے یہ گھر کے فاقے مجبوری و بے اختیاری سے ہیں یا خود

اختیار فرمودہ ہیں۔ حضور اور حضور کے اہل بیت دنیا کو سبق دینے آئے تھے فقیروں بے نواؤں کی دل دہی غم خواری پیش نظر تھی تاکہ اپنی فقیری و مسکنت کو دیکھ کر دل نہ توڑ دیں۔ ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں کاد الفقر ان یکون کفرا اس لئے حضور نے اپنی زندگی بہ اختیار خود ایسی رکھی اور گھر والوں کو یہی تعلیم دی تاکہ فقرائے امت کے دل ملول نہ ہوں۔ ماہر صاحب آپ اسے بے اختیاری پر محمول کیجئے تو کون آپ کو روکتا ہے مگر دیکھنے والے آپ کے دل کی گندگی کا پتہ لگا لیں گے۔

سنئے حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں جادو کے اثر کرنے اور رہنے کے بارے میں فرماتے ہیں و اظہارا لصحۃ نبوتہ فان السحر لا یؤثر فی الساحر حضور کو لوگ جادوگر کہتے تھے نبوت کے منکر تھے لوگوں نے جادو کیا حضور پر اثر ہوا اور کچھ دنوں رہا تاکہ یہ بات اچھی طرح مشہور ہو جائے کہ حضور پر جادو ہوا یہ حضور کی نبوت کی دلیل ہو گیا۔ اس لئے کہ جادوگر پر اثر نہیں ہوتا اب لوگ یقین کر لیں کہ اگر حضور جادوگر ہوتے تو جادو کا اثر نہ ہوتا واقعی یہ نبی ہیں جادوگر نہیں۔ جیسے ہی جادو کا اثر ہوا تھا ویسے ہی اگر اُتار دیتے تو یہ اتنا بڑا فائدہ کیوں کر حاصل ہوتا۔ حکمت تو یہ تھی اور آپ فرماتے ہیں "اسے دور نہیں فرما سکتے" بریں عقل و دانش بباید گریست۔

آپ فرماتے ہیں "ورنہ اگر آپ کے اختیار میں ہوتا تو طے ارض کے معجزہ کے زور سے اسلامی لشکر کو آن کی آن میں منزل مقصود پر پہنچا دیتے

اور صحابہ کرام سفر کی صعوبتوں سے بچ جاتے۔

گل است سعدی و در چشم دشمناں خاراست ، ہو سکتا تھا مگر سفر جہاد کی صعوبتوں اور دکھ اور تکلیف پر جو ثواب ملتا ہے وہ کیسے حاصل ہوتا پھر آنے والی نسلیں کیسے صعوبت سفر کے ساتھ جہاد کو تیار ہوتیں وہ بھی کہتیں طے ارض ہونا چاہیے ورنہ جہاد نہ کریں گے۔ پھر کیا ہوا! نہیں تاریخی واقعہ ہے حضور نے سلطان صلاح الدین کو مطلع کیا چند انگریز میری قبر کو کھود رہے ہیں اور مجھے ایذا دینا چاہتے ہیں جلد پہنچو، آپ بیت المقدس میں تھے وہاں سے چلے اور مدینہ پہنچے ایک ماہ کی مسافت چند گھنٹوں میں طے فرما دی، موقعہ اور محل ہیں جہاں جیسا حکمت نے چاہا اسی کے مطابق ظہور ہوا مگر آپ تو گلشن میں پہنچ کر پھول کی تلاش نہ کریں گے۔

بیعۃ الرضوان کے متعلق لکھا "حضرت عثمان کی شہادت واقع نہیں ہوئی، صرف افواہ سن کر آپ صحابہ سے بیعت لینا شروع کر دیتے ہیں اور کئی دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اصل حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے"

حدیث میں تو یہ ہے کہ حضور نے بیعت لیتے وقت فرمایا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کی ضرورت سے مکہ گئے ہیں یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے اور میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں (مشکوٰۃ)

اگر حضور کو حضرت عثمان کی زندگی کا یقین نہ ہوتا تو ایک ہاتھ ان کا قرار دے کر بیعت کیوں لیتے۔ بیعت الرضواں کی وجہ دوسری تھی وہ نہیں جو آپ نے اختراع کی بات یہ ہے کہ یہ خبر کہ عثمان قتل کر دیئے گئے کافروں

نے خود اُڑائی اور وہ حضور کی اور صحابہ کی قوت اور جاں بازی کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ عثمان کے قتل کی خبر اُڑا دو دیکھیں کیا کرتے ہیں اگر حضور یہ فرما دیتے یہ خبر جھوٹ ہے صحابہ کو اطمینان ہو جاتا اور اُس قوت وجانبازی کا مظاہرہ نہ ہوتا جس کی اس وقت سخت ضرورت تھی جب یہ مظاہرہ نہ ہوتا کفار کمزوری محسوس کرتے پھر آگے دوسرا قدم اٹھاتے۔ ماہر صاحب بڑوں کی بات سمجھنے کی لیاقت پیدا کیجئے۔

حضرت یعقوب کے علم کے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ حضرت یعقوب یوسف علیہما السلام کی زندگی اور حالات سے واقف تھے صدمہ صرف جدائی کا تھا جو فطری تقاضہ ہے۔

جو لوگ حضرات انبیا اور اولیا کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بالکل مجبور بے اختیار ہیں۔ معاذ اللہ خدا کے دربار میں ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں اور اُن کا علم شیطان کے علم سے کم ہے اور جانور چوپاؤں کے برابر ہیں اور اللہ اُن کی بات نہیں مانتا اور فیوض روحانی کوئی چیز نہیں کاش کہ سارے قرآن اور احادیث اور ارشادات علمار ربانین میں تدبر و تفکر کی اُن کو توفیق نصیب ہوتی مگر کہاں سے ہو صم بکم عمی فہم لا یرجعون

عبدیت اور بشریت

اس میں کوئی مجال شک وشبہ نہیں کہ تمام حضرات انبیا کرام علیہم السلام عبد اور بشر اور حضرت آدم علیہ السلام عبد اور ابو البشر ہیں تمام

بشروں اور اولاد آدم کے لئے مقام ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بشریت کو وہ تفوق عطا فرمایا کہ اُن کے لئے نبی بشر ہی بھیجے انبیا کرام کے بشر و انسان ہونے سے بشریت و انسانیت کی عزت بڑھ گئی چار چاند لگ گئے سرفرازی ملی اور حکمت کا مقتضا بھی یہی تھا انسانوں اور بشروں کی ہدایت کے لئے انسان اور بشر ہی رسول و نبی بھیجے جائیں ان میں نہ کوئی فرشتہ تھا نہ جن لیکن اُن کی عبدیت تمام بندوں کی عبدیت سے بہت اونچی ان کی بشریت تمام بشروں کی بشریت سے بہت بلند، یہاں تک کہ دونوں میں لفظی اشتراک کے سوا کوئی مناسبت ہی نہیں انبیاء کرام اپنی قوتوں میں، اوصاف میں سب سے ممتاز اور برتر ہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں آیہ ان اللہ اصطفی ادم الایہ کی ماتحت فرماتے ہیں ذکر فی کتاب المنہاج ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لابد و ان یکونوا مخالفین لغیرہم فی القوی الجسمانیۃ والقوی الروحانیۃ اما القوی الجسمانیۃ فھی اما مدرکۃ واما محرکۃ اما المدرکۃ فھی اما الحواس الظاھرۃ واما الحواس الباطنۃ پھر تمام قوتوں کی برتری بیان کرنے کے بعد کہا واما القوی الروحانیۃ العقلیۃ فلابد وان تکون فی غایۃ الکمال و نھایۃ الصفاء واعلم ان تمام الکلام فی ھذا الباب۔ ان النفس القدسیۃ النبویۃ مخالفۃ بماھیتھا لسائر النفوس۔

حضرات انبیا کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں جسمانی روحانی مدرکہ ومحرکہ حواس ظاہرہ و باطنہ ہر چیز میں دوسروں سے ممتاز ہوں قوی روحانیہ

حلیہ انتہائے کمال اور غایت صفا میں ہوں غرضیکہ نفوس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیات میں تمام نفوس انسانی سے بلند و بالا ہیں۔

علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں والنبی وان کان من جنس البشر ویجوز علی جبلتہ ما یجوز علی البشر فقد قامت البراھین القطعیۃ وتمت کلمۃ الاجماع علی خروجھم عنھم وتنزیھھم عن کثیر من الآفات التی یقع علی الاختیار وعلی غیر الاختیار۔ نبی اگرچہ جنس بشر ہیں اور اُن کی خلقت پر وہ ممکن ہے جو اور بشروں کے لیے ممکن ہے لیکن دلائل قطعیہ قائم ہو چکے ہیں اجماع مکمل ہو چکا ہے کہ نبی اُن بشروں سے علیحدہ ہیں اور بہت سے ایسی آفتوں سے جو باختیار یا بے اختیار واقع ہوتی ہیں منزہ ہیں۔

اس سے پہلے فرمایا واجسادھم وبواطنھم متصفۃ با علی من صفات البشر متعلقۃ بالملاء الاعلیٰ متشابھۃ بصفات الملائکۃ سلیمۃ من التغیرات والآفات لا یلحقھا غالبًا عجز البشریۃ ولا ضعف الانسانیۃ ان کی روحیں اور باطنی اوصاف بشر سے بہت اعلیٰ اوصاف سے متصف ہیں۔ ملاء اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ صفات ملائکہ سے متصف ہیں تغیرات و آفات سے محفوظ ہیں بشریت کی عاجزی اور انسانیت کا ضعف لاحق نہیں ہوتا۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کی نگاہ میں حضرات انبیا کا عبد اور بشر ہونا موجود ہے لیکن کتنی خوبی اور حسن ادب کے ساتھ ان کی عبدیت اور بشریت کو نبا ہا جا رہا ہے

حافظ الحدیث سید احمد مالکی غوث زماں سید عبدالعزیز مسعود حنفی کا قول ابریز شریف میں نقل فرماتے ہیں۔ ھو صلی اللہ علیہ وسلم لا یخفی علیہ شیٔ

من الخمس المذکورۃ فی الآیۃ الشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذلک والاقطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ یعلمونھا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین۔ حضور پر غیوب خمسہ پوشیدہ نہیں اور کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ ساتوں قطب جانتے ہیں اور قطب غوث کے ماتحت ہے تو غوث پر بھی پوشیدہ نہیں تو پھر حضور پر کیسے پوشیدہ ہوں گے۔

تفسیر روح البیان میں زیر آیت انا ارسلناک شاھدًا ہے فانہ لما کان اول مخلوق خلقہ اللہ کان شاھدًا بوحدانیۃ الحق ومشاھدًا لما اخرج من العدم الی الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والارکان والاجساد والمعادن والنبات والحیوان والملک والجن والانس وغیر ذلک۔ حضور چونکہ اول مخلوق ہیں اس لئے وہ اللہ کی وحدانیت کے شاہد ہیں اور عدم سے وجود میں ارواح ونفوس اجرام فلکیہ عناصر اربعہ اجسام ومعادن حیوان وانس جن وملک جو چیز آئی اس کے مشاہد ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں۔ اذ ھو خلیفۃ اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وارادتہ۔ حضور اللہ کے خلیفہ اعظم ہیں جن کے ہاتھ اور ارادے میں اس نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دستر خوان عطا کر دیئے ہیں۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں ھو صلی اللہ علیہ وسلم خزانۃ السر وموضع نفوذ الامر فلا ینفذ امر الا منہ ولا ینقل خیر الا عنہ حضور خزانہ سر وموضع نفوذ امر الٰہی ہیں کوئی امر خدا نہیں نافذ ہوتا مگر ان سے

کوئی غیر منتقل نہیں ہوتی مگر ان سے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں وے صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ مطلق و نائب کل جناب اقدس است می کند و می دہد ہر چہ خواہد باذن وے تعالیٰ۔

علامہ خفاجی شرح شفا میں فرماتے ہیں انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا حاکم سواہ فھو حاکم غیر محکوم۔ عالم کون میں (خدا کے بعد) حضور حاکم ہیں اس عالم میں وہ کسی اور کے (سوا خدا کے) محکوم نہیں۔

حضرت شیخ محقق مدارج میں فرماتے ہیں معلوم شد کہ تصرف وے صلی اللہ علیہ وسلم بتصریف الٰہی جل جلالہ زمین و آسمان را شامل است۔

صاحب روح البیان سورۃ اعراف کی تفسیر میں فرماتے ہیں وکان عندہ القریب والبعید علی السواء۔ حضور کے نزدیک قریب و بعید دونوں برابر ہیں۔ عارف جامی شرح فصوص الحکم میں فرماتے ہیں فلا بد لھا من الاتصاف بالصفات الالہیۃ کلھا من العلم الشامل والقدرۃ الکاملۃ وغیرھما لیتصرف فی اعیان العالم علی حسب استعداداتھا۔ حقیقت محمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ صفات الہیہ علم و قدرت وغیرہ سے متصف ہو تا کہ اشیاء عالم میں ان کی استعداد کے مطابق تصرف کرے۔

صاحب روح البیان زیر آیہ ید اللہ فوق ایدیھم فرماتے ہیں والحاصل ان اللہ تعالیٰ جعل نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم مظہر الکمالاتہ ومرأۃ لتجلیاتہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے کمالات کا مظہر اپنی تجلیات

کا آئینہ بنایا ہے۔

روح البیان میں زیر آیہ درود ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام فلا ینفک الحس والشعور الکلی عن الروح المحمدی ولیس لہ غیبۃ عن الحواس والاکوان۔ حضور ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں روح محمدی سے حس و شعور جدا نہیں ہوا حواس و اکوان سے آپ سے غفارت نہیں۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ قد قال علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی لا فرق بین حیاتہ ومماتہ فی مشاہدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالہم ونیاتہم وعزائمہم وخواطرہم وذلک جلی عندہ لاخفا بہ۔
ہمارے علمائے فرمایا ہے کہ حضور اپنی دنیوی اور برزخی دونوں زندگیوں میں اپنی اُمت کا مشاہدہ فرماتے ہیں ان کے احوال قصدوں اور خواطر سے واقف ہیں یہ سب کچھ حضور پر روشن ہے۔

یہ وہ حضرات ہیں جو اسلام کے مایہ ناز علما ہیں حضور کی ثنا و صفت میں جو کچھ ارشاد فرمارہے ہیں وہ معاذ اللہ خدا سمجھکر نہیں یا خدا سے مشابہ سمجھکر نہیں بلکہ ان کی نگاہ میں آپ سے زیادہ حضور کا عبد و بشر ہونا موجود ہے مگر وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے اُس میں حضور کو حد سے نہیں بڑھایا ہے اور حد سے بڑھانا تو جب ہو کہ جب کسی کو حد معلوم ہو بڑے سے بڑے غواص غوطہ لگاتے ہیں اور تہ نہیں ملتی آخر کو کہہ دیتے ہیں۔ فان فضل رسول اللہ لیس لہ حد فیعرب عنہ ناطق بفم۔ ہاں البتہ ایک حد ضرور مقرر کردی اور وہ حقیقت میں انتہائے بشریت کی حد ہے۔

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیہم — واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

خدا نہ کہو خدا کا بیٹا نہ کہو اس کے سوا جو تعریف کرنا چاہو کرو۔

بصیغۂ عموم

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ تقرب بالنوافل سے میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کا کان بصر ہو جاتا ہوں، ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں۔ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ولکن ذلک العبد اذا داظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ تعالیٰ کنت لہ سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعا لہ سمع القریب والبعید و اذا صار ذلک النور بصرا لہ بصر القریب والبعید واذا صار ذلک النور یداً لہ قدر علی التصرف فی السہل والصعب والقریب والبعید (سورہ کہف)

بندہ جب طاعات پر ہمیشگی کرتا ہے تو اس مقام پہ پہنچ جاتا ہے۔ جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ میں اس کے کان اور بصر ہو جاتا ہوں نور جلال الٰہی جب اس کا کان ہو جاتا ہے تو قریب و دور کی آواز سنتا ہے اور جب نظر ہو جاتا ہے تو نزدیک و دور کی چیز دیکھتا ہے اور جب ہاتھ ہو جاتا ہے تو سہل و مشکل اور قریب و بعید پہ تصرف کی قدرت پاتا ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلیٰ ولم یبق لہ حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاہد۔ نفوس قدسیہ جب علائق بدنیہ سے مجرد و صاف

ہو جاتی ہیں تو ملاء اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور اُن کے لئے کوئی حجاب نہیں رہتا ہر ایک کو دیکھتی اور سنتی ہیں جیسے سامنے ہیں۔

جن کی تعریف میں ان حضرات نے جو کچھ لکھا ہے یاد رکھئے کہ اُن کو عبد اور بشر سمجھتے ہوئے لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس طرح ان صفات عالیہ کا اُن کے لئے ماننا اُن کی عبدیت اور بشریت کے منافی اور خدا سے ملانا یا اُن کو حد سے بڑھانا نہیں ہے۔ نہ معلوم کہ ماہر صاحب نے کسے عبدیت بشر سمجھا ہے اور کیا حد مقرر کی ہے اگر ان صفات و مراتب کا ماننا بھی عبدیت و بشریت کے منافی جانتے ہیں تو ماہر صاحب ان سے زیادہ سمجھ والے اور دین و توحید کے ذمہ دار نہیں اپنا سمجھا مہربانی فرما کر اپنے ڈکس میں رکھیں شائع کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔

حضرات انبیاء و اولیا کے لئے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں دوسروں کی مدد فرماتے ہیں خدا نے اُن کو وہ قوت سماعت و بصارت دی ہے کہ نزدیک و دور کی آواز سن سکتے ہیں دیکھ سکتے ہیں اُن کو ہم ندا کر سکتے ہیں وہ مشکلوں کو حل فرما سکتے ہیں۔ اُن کے فیوض و برکات بعد وصال بھی جاری ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ہماری جان سے زیادہ قریب ہیں آپ کو ما کان و ما یکون اولین و آخرین کا علم دیا گیا۔ آپ خدا کے دربار میں شفیع اور وسیلہ ہیں خلیفہ اعظم ہیں خدا نے اُن کو کون و مکان کی سلطنت عطا فرمائی ہے دونوں عالم کا مختار بنایا اور یہ سب خدا کا عطا کیا ہوا ہے تو نہ توحید و ایمان کے خلاف نہ عبدیت و بشریت

سے او نچا پہنچا نا ہے نہ صفات اُلوہیت سے مشابہت و مماثلت ہے نہ حد سے زیادتی ہے۔ علمائے اہل سنت از سلف تا خلف کے ارشادات مبارکہ شاہد ہیں نہ قرآن کے خلاف نہ حدیث کے ہاں اگر خلاف ہے تو صرف اور صرف ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور آپ ماہر صاحب کی ذہنیت کے تو ایسے دو ایک مخالف تو رہنا ہی چاہئیں۔

جناب ماہر صاحب لکھتے ہیں" ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض موحدین علماء سے لفظوں میں بے احتیاطی ضرور ہو گئی ہے۔ بات قرینہ اور خوبصورتی کے ساتھ محتاط انداز میں کہنی چاہئے تھی ان بزرگوں کی پوری زندگی میں ہم سنت رسول کو جلوہ گر پاتے ہیں۔ اس لئے اہانت رسول جیسا غارت گر ایمان جرم منسوب نہیں کر سکتے ان کے دینی شغف اور دوسرے حالات کو دیکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان حضرات کی نیت بخیر تھی"۔

جناب ماہر صاحب اسی طرح اگر کوئی یہ کہے" ہاں یہ ضرور ہے کہ ابلیس جیسے موحد سے لفظوں میں بے احتیاطی ضرور ہو گئی ہے کہ اس نے لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من طین کہا یہی بات ذرا قرینہ اور خوبصورتی کے ساتھ محتاط انداز میں کہنی چاہئے تھی اس کی گذشتہ زندگی بڑی توحیدی زندگی گذری اس لئے توہین آدم جیسی غارت گر ایمان جرم کو منسوب نہ کرنا چاہئے توحید میں اُس کا شغف معلم الملکوت کا مرتبہ جیسے حالات کو دیکھکر کہا جا سکتا ہے کہ اُس کی نیت بخیر تھی کہ وہ آدم کو سجدہ کیکے اپنے ایمان توحیدی پر بٹہ نہیں لگانا چاہتا تھا۔

فرمایئے جناب ماہر صاحب آپ اس کو تسلیم کریں گے میرا ایمان ہے کہ میں کبھی تسلیم نہ کروں گا اور نہ آپ اور نہ کوئی ذرا سا ایمان رکھنے والا ذرا خدا کا یہ حکم تو سنئے فرماتا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم اے صحابہ اپنی آوازوں کو حضور کی آواز پر بلند نہ کرو چلا کر بات نہ کرو ورنہ تمھارے سارے اعمال ملیا میٹ ہو جائیں گے۔ دیکھئے ذرا سی بے احتیاطی اور لب ولہجہ کے ذرا بدلنے میں صحابہ جیسے متقی دین دار حضرات کی پوری اسلامی زندگی کی پرواہ نہیں کی جاتی اور حکم ارتداد وحبط اعمال صادر فرمایا جا رہا ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جاتا ہے کہ نیت بخیر ہوگی اور صرف لفظی بے احتیاطی ہو گئی تو جناب ماہر صاحب شریعت مطہرہ ظاہر الفاظ پر حکم لگاتی ہے جہاں بات صاف ہو یا عرف عام ہو وہاں نیت بخیر نہیں دیکھی جاتی ورنہ ہر شخص مشہور ہو جائے گا۔ گستاخی کے الفاظ بولے اور نیت خیر بتا دے اور چھٹکارا پا جائے۔

شوہر نے بیوی کو طلاق دیدی وہ کہتا ہے جناب مفتی صاحب واقعی لفظوں میں بے احتیاطی ہو گئی، طلاق کا لفظ نکل گیا، میری نیت یہ نہ تھی میری نیت میں طلاق دینا نہیں، میں کیسے طلاق دے سکتا ہوں میں بیاہ کر لایا ہزاروں روپیہ خرچ کئے، مجھے محبت وعشق ہے اس سے میرے بال بچے ہیں خرچ کے لئے ماہوار مقرر ہے اس کے لئے ماں باپ سے لڑتا رہتا

ہوں یہ میری ساری زندگی محبت و شفقت کی زندگی ہے اور اب بھی محبت ہے اہل محلہ گواہ ہیں۔ تو کیا مفتی صاحب اس کی نیت اور محبت و دار کی زندگی کا ثبوت پاکر عدم طلاق کا حکم صادر کر دیں گے۔

جناب ماہر صاحب جانب عظمت رسول دیکھئے ان موحدین علماء کے وقار اور زندگی کو نہ دیکھئے نجات دینے والا ایمان عظمت و وقار رسول پر ایمان ہے نہ ان پر یہ ہمارے جب تک ہیں جب تک رسول کے ان کے نہیں تو ہمارے نہیں۔

اس خصوص میں فتویٰ سن لیجئے۔ علامہ قاضی عیاض مالکی شفائی حقوق المصطفےٰ میں فرماتے ہیں الوجہ الثانی لاحق بہ فی البیان والجلاء وھو ان یکون القائل لما قال فی جہتہ علیہ السلام غیر قاصد للسب والا ذراء ولا معتقد لہ ولکنہ تکلم فی جہتہ علیہ السلام بکلمۃ الکفر اس کے بعد کلمات کفر شمار کرتے ہوئے لکھا او یاتی بسفہ من القول او بقبیح من الکلام ونوع من السب فی جہتہ وان ظھر بدلیل حالہ انہ لم یعمد ذمہ ولم یقصد سبہ آگے فرمایا فحکم ھذا الوجہ حکم الوجہ الاول القتل۔ وجہ ثانی بیان و کشف میں وجہ اول کے ساتھ لاحق ہے اور وہ یہ کہ حضور کی شان میں بے احتیاطی کرنے والا نہ تو سب و شتم کی نیت رکھتا ہے نہ قصد کیا ہے لیکن کلمہ کفر نکل گیا جیسے قول سفیہ کلام قبیح کسی قسم کی صورت دشنام نکل گئی اگرچہ ظاہر حال یہ بتاتا ہے کہ اس نے نہ ذم کا قصد کیا نہ دشنام کا ارادہ لیکن اس کا حکم وہ ہی ہے جو وجہ اول

کا حکم ہے یعنی قتل۔ یعنی ارتداد و کفر۔

جناب ماہر صاحب اس عبارت میں قریب قریب قائل کا وہی ظاہر حال برقرار رکھا جو آپ نے لکھا مگر بے احتیاطی کی بنا پر نہ بخشا گیا۔ فرمایئے آپ کس قانون کے مطابق اپنے بعض علمار سوحدین کو معذور سمجھتے ہوئے اُنھیں بچانے کی فکر میں ہیں اور خصوصًا وہ جو کہیں کہ شیطان کا علم محیط زمین حضور کے علم سے زیادہ ہے اُس کے لئے نص ہے حضور کے لئے نص نہیں۔ اور جو کہیں کہ حضور کا علم غیب اگرچہ بعض ہی سہی تو ایسا علم غیب تو بچوں اور پاگلوں، جانوروں اور چوپاؤں کو حاصل ہے۔ اور جو یہ کہیں کہ نماز میں حضور کا تصور بیل اور گدھے کے تصور سے بدتر ہے۔ اور جو کہیں کہ انبیا اولیا خدا کی شان کے آگے ذرۂ ناچیز سے کمتر ہیں۔

جناب ماہر صاحب غالبًا انھیں لوگوں کی حمایت میں آپ بول رہے ہیں اور ان ملعون اقوال کو آپ صرف لفظی بے احتیاطی اور بدسلیقگی کہہ رہے ہیں، عربی کا پرانا مقولہ ہے اُنظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال۔

جناب ماہر صاحب ایمان لگتی کہیئے گا کہ یہ صاف و صریح گستاخی آمیز کلمات کی شناعت زیادہ قابلِ گرفت ہے یا کہنے والوں کی زندگی قابلِ لحاظ ہوگی۔

آپ فرماتے ہیں "مخالفین نے اس لفظی اونچ نیچ اور اظہار و بیان

کی بے اعتدالی کو نمک مرچ لگا کر عوام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا
اور اُن کا یہ حربہ کامیاب رہا۔
جناب والا اُن کے موافقین نے تو اس بے اعتدالی پر مٹھائی اور
سونے چاندی کے ورق چڑھائے مگر کیوں ناکام رہے اور نمک مرچ
والے کامیاب ہوگئے اس لئے کہ مٹھائی چڑھانے والوں نے اُن
مولویوں کے وقار و عظمت کا خیال رکھا اور نمک مرچ والوں نے جانب
رسالت مآب مدنظر رکھی اب آپ ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ کامیابی کا
سہرا کس کے سر رہے گا اُس کے سر جس کی نگاہ میں عظمت رسول
ہوگی اُن کے مقابلہ میں دوسرے کی پروا نہ کرے گا۔
حضور کو مالک کون و مکان کہدینا محمد عبدہ و رسولہ کے خلاف نہیں
اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء پر آپ کا ایمان نہیں کون و
مکان بھی تو ملک میں داخل ہے۔ علم غیب نبی پر آپ کا ایمان نہیں
جو عقیدہ علم غیب۔ نبی عبدہ و رسولہ کے خلاف ہو جائے۔ رہا احمد بلا میم
کا لفظ واقعی بُرا ہے جس نے کہا اس کو ڈانٹئے جس نے نقل کردہ جناب
شعر کہا۔ اس کا رد کیجئے مگر اس کی نسبت سب اہلِ سنت کی طرف کیسے
ہوسکتی ہے جب کہ وہ اُس کو مکروہ و ناپسندیدہ سمجھتے ہیں ہم آپ کی
طرح نہیں کہ بے جا حمایت کریں اور عذر خواہی پر اُتر آئیں مگر کیا فرمائیں گے
آپ مولوی محمود الحسن صاحب کے بارے میں جو وہ مرثیہ مولوی رشید احمد
میں لکھتے ہیں ؎

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

جناب ماہر صاحب فرمایئے اس شعر کے متعلق کیا خیال ہے جس میں مولوی محمود الحسن صاحب اپنے آپ کو موسیٰ کے قائم مقام کر رہے ہیں اور پیر کی قبر کو طور کی جگہ اور پیر جی کو خدا کا مقام دے رہے ہیں اور ارنی کی رٹ لگا رہے ہیں اور فرمایئے کہ جو مقولے آپ نے نقل کئے ہیں اُن کے مقابلے میں یہ گندہ ہے یا نہیں؟

آپ لکھتے ہیں "اہلِ سنت نے نعرۂ تکبیر کے توڑ پر نعرۂ رسالت اختراع کیا ہے کہ وہ اپنے جلسوں اور جلوسوں میں یا رسول اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہیں یہ ہے حد سے بڑھانا"

یہ عبدیت و بشریت کی ساری بحث استدراجی تھی بطور تمہید تھی اصل چیز اب نمودار ہوئی یعنی نعرہ رسالت لگانا حد سے بڑھانا ہے آپ چونکہ شاعر ہیں اور شاید مقرر بھی ہیں لوگ آپ کو شعر سننے کے لئے جلسوں میں بلا لیتے ہیں اور ماشاء اللہ آؤ بھگت سے جاتے ہیں جلسے اکثر ہوتے ہیں۔ سنیوں کو کوئی شعر پسند آیا اور نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کی آواز بلند ہوگی۔ اب ماہر صاحب کو نعرۂ رسالت سے دُکھ ہونے لگا ہے زہر معلوم ہوتا ہے۔ ساری شعر گوئی کا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے جلسوں میں جانا چھوٹ نہیں سکتا دنیوی فوائد ہیں نعرہ یا رسول اللہ کے مارے جانے کو جی نہیں چاہتا تو نعرۂ رسالت کو بند کرانے کی فکر ہوئی لہٰذا

فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ حد سے بڑھانا ہے۔

اور کیوں صاحب یہ آپ نے نہیت پر حملہ کیوں کیا کہ توڑ پر نکالا ہے توڑ تو جب ہو جب مد مقابل ہو خدا کے ذکر کے ساتھ رسول کا ذکر توڑ کے طور پر تو نہیں ہے اگر واقعی آپ کے نزدیک ایسا ہی ہے تو کلمۂ طیبہ میں بھی محمد رسول اللہ کے جملہ کو لا الہ الا اللہ کا توڑ سمجھیں گے تو جیسے یا رسول اللہ سے دل کڑھتا ہے محمد رسول اللہ سے بھی کڑھتا ہوگا وہاں اللہ اکبر ذکر خدا ہے محمد رسول اللہ ذکر رسول ہے آپ کہتے ہیں یہ حد سے بڑھانا ہے تو آپ کیا جواب دیں گے اگر وہاں کہیں نہیں تو پھر یہاں کیوں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ماہر صاحب ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کو لفظ یا برا لگتا ہے اور اسی سے آپ ایسا چڑھتے ہیں جیسا کوئی گلاب جامن اور امرتی سے چڑھے۔ ماہر صاحب یہ خیال دل سے نکال دیجئے کہ لفظ یا صرف لفظ اللہ سے خاص ہے اگر ایسا ہوتا تو قرآن میں یا ایہا الذین آمنوا یا ایہا الناس یا یا ایہا الکفرون نہ ہوتا۔ قرآن میں یا آدم یا نوح یا ابراہیم یا ایہا الرسول یا ایہا النبی موجود ہے اور نماز میں پانچوں وقت ہر فرض و سنت و نفل میں السلام علیک ایہا النبی پڑھا جاتا ہے جب داخل نماز جو عبادت ہے ندا دینا جائز تو خارج نماز بدرجۂ اولیٰ جائز لہٰذا اس سے چڑھنا نہ چاہیئے۔

پھر نعرۂ تکبیر کے ساتھ نعرۂ رسالت میں خدا کا خیال نہیں بلکہ صرف ذکر رسول مدنظر ہے ذکر رسول کرنا حد سے بڑھانا نہیں اور اگر ندا کے ساتھ یہ بھی خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری آواز پہنچا دے گا تو ناجائز ہونے پر

کوئی دلیل شرعی نہیں۔

زیارتِ قبور

جناب ماہر صاحب لکھتے ہیں " قرآن کریم میں زیارت قبر کا حکم اشارہ اور ایما تک نہیں ملتا"۔

تلاش کرنے سے ملے گا یا یوں ہی سطحی نظر سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ یہ لوگ ارتکاب گناہ کے بعد اے نبی تمہارے پاس آجائیں اور اللہ سے استغفار کریں اور رسول بھی اُن کے لئے استغفار کریں تو اللہ اُن کو معاف کر دے گا۔

علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں علامہ سید زینی دحلان مکی دار سینہ میں فرماتے ہیں ان زیارتہ صلی اللہ علیہ وسلم مشروعۃ مطلوبۃ بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ والقیاس حضور کی زیارت مشروع و مطلوب ہے کتاب سے سنت سے اجماع اُمت سے قیاس سے اما الکتاب فقولہ تعالےٰ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم الایہ دلت علی حث الامۃ علی المجی الیہ صلی اللہ علیہ وسلم والاستغفار عندہ واستغفارہ لھم وھذا لا ینقطع بموتہ لیکن قرآن اللہ تعالےٰ کا فرمان ولو انھم اذ ظلموا انفسھم الایہ ہے آیت اُمت کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ حضور کے پاس آئیں اور وہاں اللہ سے استغفار کریں اور

حضور اُن کے لیے استغفار کریں اور یہ ترغیب حضور کی موت سے منقطع نہیں اُس کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ لما یاتی ان شاء اللہ یا شاہد صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ کمن یاتیہ فی حیاتہ و من یاتیہ فی حیاتہ داخلۃ فی الآیۃ الکریمۃ قطعاً فکذا بعد وفاتہ اس لیے کہ آگے آتا ہے کہ حضور کی زیارت بعد وفات ایسی ہی ہے جیسی کہ حیات میں اور حیات میں زیارت آیہ کریمہ سے قطعاً ثابت تو بعد وفات بھی زیارت کو آیت شامل

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر سے مرفوعاً موجود ہے کہ حضور نے فرمایا من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی کہ جس نے حج کیا اور بعد موت میری قبر کی زیارت کی تو زندگی میں زیارت کرنے والے کی طرح ہے۔

جناب ماہر اگر آپ قرآن میں زیارت کا ہونا صراحۃً نہ مانیں تو اشارۃً ضرور موجود ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔

آپ فرماتے ہیں "حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ قبروں پر پھول اور چادر چڑھاؤ اور اہلِ قبور سے اپنے لیے اللہ کے حضور دعا کرنے کے لیے درخواست کرو یا ان سے استمداد و اعانت چاہو اور وہاں سے فیض حاصل کرو اس قسم کا کوئی حکم ایما اور اشارہ تک حضور کے کسی قول اور فعل سے نہیں ملتا"

جناب ماہر صاحب فرض کیجئے نہیں ملتا تو نہ ملنے سے ناجائز ہو گیا۔ اصول دین تو یہ نہیں کہ جو نہیں وہ ناجائز۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا تم کو جو رسول دیں اس کو

ضرور لے لو اور جس سے منع فرمائیں اُس سے ضرور بچو ظاہر ہے کہ اشیاء عالم بے شمار ہیں اور ہر ہر چیز کا حکم نہیں بیان کیا گیا اُن میں سے بعض کا حکم ہے خواہ کرنے کا یا نہ کرنے کا اور بعض چیزیں مسکوت عنہ ہیں جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ مامور بہ ہیں جن سے ممانعت ہے وہ منہی عنہ ہیں جو باقی رہ گئیں وہ مباح ہیں۔ ما اتاکم الرسول میں مامور بہ ہیں ما نہاکم میں منہی عنہ ہیں تیسری قسم لامحالہ مباح ہے جس کے فعل و ترک کا ذکر نہیں۔ حضور فرماتے ہیں نبعث اللہ نبیہ وانزل کتابہ واحل حلالہ وحرامہ وما سکت عنہ فہو عفو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بھیجا اپنی کتاب اُتاری جو چیزیں حلال کرنا تھیں حلال کردیں جو حرام کرنا تھیں حرام کردیں اور جن کا حکم نہ بیان کیا وہ معاف ہیں۔

حج کی فرضیت کا جب حضور نے بیان کیا تو ایک شخص نے کہا حضور ہر سال؟ حضور نے سکوت فرمایا۔ یہاں تک کہ اس سائل نے تین مرتبہ پوچھا تو حضور نے فرمایا۔ اگر میں کہہ دیتا ہاں تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم ادا نہ کرسکتے پھر فرمایا ذرونی ما ترکتکم فانما ہلک من کان قبلکم بکثرۃ سوالہم و اختلافہم علی انبیائہم جب میں تمہیں مسئلہ نہ بتاؤں تم سوال نہ کرو اگلے لوگ کثرت سوال اور اختلاف علی الانبیاء کی وجہ سے ہلاک ہوتے فاذا امرتکم بشیٔ فاتوا منہ ما استطعتم واذا نہیتکم عن شیٔ فدعوہ (مشکوۃ)۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں بقدر استطاعت بجالاؤ منع کروں چھوڑ دو۔

تینوں چیزیں موجود ہیں پہلی اور دوسری حدیث میں احل حلالہ اور امرتکم بشیٔ مامور بہ اور حرم حرامہ اور اذا نہیتکم منہی عنہ ما سکت اور ذرونی

ما ترکتکم ...... مباح و معاف

اصول فقہ حنفی کی درسی و معتبر کتاب نور الانوار میں ہے الامر والنھی باقسامھما لطلب الاحکام المشروعۃ امر و نہی اپنی قسموں کے ساتھ احکام مشروعہ کی طلب کے لئے ہیں (خواہ طلب فعل ہو یا طلب ترک)، پھر فرمایا والاباحۃ جواز الفعل مع جواز الترک مباح وہ ہے جس کا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر۔

فقہ حنفی کی کتاب درمختار میں ہے والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب مباح وہ ہے جس کے کرنے نہ کرنے دونوں کی مکلفین کو اجازت ہو اور کسی چیز پر نہ استحقاق ثواب اور نہ عذاب۔

جناب ماہر صاحب یہ ہے اصول شریعت جس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی چیز کی ممانعت صرف اس شکل میں نہیں ہے کہ اُس کے کرنے کا ذکر قرآن یا حدیث میں نہیں ہے بلکہ ممانعت کی دلیل ہونا چاہئے خواہ صراحۃً یا قیاس سے متخرج ہو اگر یہ نہیں تو مباح ہے اگرچہ فرض و واجب سنت بھی نہیں کہ ان کے لئے بھی دلیل صریح کی ضرورت ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی چیز کے فرض و واجب وغیرہ ہونے کے لئے بھی دلیل کی ضرورت اور حرام و مکروہ وغیرہ ہونے کے لئے بھی دلیل کی ضرورت اگر کسی طرف دلیل نہیں تو مباح کہ اصل اشیا اباحت ہے۔

ملا علی قاری حدیث ما سکت عنہ کے ماتحت فرماتے ہیں فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ نور الانوار میں ہے وذالک لان الاباحۃ اصل فی الاشیاء فتاویٰ شامی میں ہے وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ

عند الجمهور من الحنفیۃ والشافعیہ۔

اب دیکھئے قبروں پر پھول اور چادر چڑھانا اہل قبور سے درخواست دعا کرنا اُن سے مدد چاہنا وہاں سے فیض حاصل کرنا اگرچہ ان کے لئے کوئی حکم ایما اشارہ حضور کے قول و فعل سے نہیں ملتا تو نہ ملنا حرام ناجائز ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں کہ اصول شریعت یہ نہیں کہ نہ ملے تو حرام۔ پس یہ چیزیں فی نفسہ مباح ہیں اور ذروني ما ترکتکم اور ما سکت عنہ فھو عفو میں داخل ان کو حرام ناجائز کہنا اعتداء عن حدود اللہ ہے اگرچہ یہ چیزیں نہ فرض ہیں نہ واجب نہ سنت اس لئے کہ ان چیزوں کی بھی دلیل نہیں پس مباح رہیں

مُباح

مباح کا اختیار اسی وقت مختار ہے جب اُس میں کوئی فائدہ ہو خواہ دینی یا دنیوی ورنہ غیر منا سب۔ حضور نے فرمایا ہے من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ (مشکوٰۃ) مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ جو چیز اُسے دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے اُسے اختیار نہ کرے۔

پھول چادر

اسی اصول کے ماتحت پھول اور چادر کے مسئلہ کو دیکھنا ہے ان دونوں کی حرمت و کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔ جس طرح وجوب و فرضیت کی دلیل نہیں تو لامحالہ مباح ہیں۔

پھول: حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور دو قبروں

کے قریب سے گذرے فرمایا ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز پہ عذاب نہیں ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ دوسرا چغلی کھاتا تھا ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقہا بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یا رسول اللہ لم صنعت ھذا فقال لعلہ ان یخفف عنہما ما لم ییبسا (بخاری و مسلم مشکوٰۃ)، پھر حضور نے ایک تر شاخ لے کر چیر کر دو حصے کیے اور ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دیا لوگوں نے عرض کیا حضور یہ کس حکمت کے ماتحت ہے فرمایا کہ یہ جب تک خشک نہ ہوں گے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

قربان جایئے صحابہ کرام کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کے مسئلہ میں عموم پیدا کر دیا حضور نے سبب ظاہر فرما دیا تاکہ اور لوگ اسی سبب کے پیش نظر یہ عمل کر سکیں۔

علامہ شامی نے فتاویٰ میں لکھا ہے یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ قبرستان سے تر گھاس وغیرہ کا کاٹنا مکروہ ہے اس کی علت بیان کی وعللہ فی الامداد بانہ ما دام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ۔ گھاس جب تک ہری رہتی ہے خدا کی تسبیح کرتی ہے اس سے میت کو اُنس حاصل ہوگا اُس کے ذکر سے رحمت کا نزول ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خاں میں بھی ایسا ہی ہے رحمت کا نزول ہوگا اس کی کیا دلیل ہے علامہ شامی فرماتے ہیں ودلیلہ ما ورد فی الحدیث من وضعہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الجریدۃ الخضراء بعد شقہا نصفین علی القبرین الذین یعذبان وتعلیلہ بالتخفیف عنہما

مالم ییبسا - دلیل وہ واقعہ ہے جو حدیث میں آیا کہ حضور نے سبز شاخ کے دو ٹکڑے کر کے اُن دو قبروں پر رکھے۔ جن کو عذاب ہو رہا تھا اور حضور نے خود حکمت بیان فرمائی کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گے تخفیف رہے گی۔

تلاش نزول رحمت کی ہے اور رحمت کا محتاج ہر شخص ہے گناہگار بھی کہ تخفیف عذاب ہو جائے اور متقی و پرہیزگار بھی کہ زیادہ سے زیادہ رحمت الٰہی مل جائے۔ لہٰذا دونوں قسم کی قبروں کے پاس سے تر گھاس کا کاٹنا مکروہ اور تر چیز کا رکھنا بہتر تخفیف عذاب کے لئے رکھنا حضور کے فعل سے ثابت ازدیاد رحمت کے لئے۔ حضرت بریدہ ابن الحصیب رضی اللہ عنہ کی وصیت کہ میری قبر میں دو شاخیں رکھ دینا۔ شامی میں ہے وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ ابن الحصیب رضی اللہ عنہ اوصٰی بان یجعل فی قبرہ جریدتان۔

علامہ شامی فتاوٰی میں فرماتے ہیں وتیاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الاٰس ونحوہ وصرح بذلک ایضا جماعۃ من الشافعیۃ ہمارے زمانہ میں جو درخت آس وغیرہ کی شاخ رکھ دینے کی عادت ہے اُس کا قیاس اسی حدیث پر ہے اسی کی جماعت شافعیہ نے بھی تصریح کی ہے

علامہ طحطاوی مراقی الفلاح کی شرح میں لکھتے ہیں نقد افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجریدۃ سنۃ بھذا الحدیث (ترجمہ گذر چکا ہے)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ فرماتے ہیں تمسک می کنند جماعت بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل بر قبور۔

فرمایئے جناب یہ حضرات جو کچھ فرما رہے ہیں معاذ اللہ کیا بکواس ہے خلاف شریعت ہے یہ حضرات حکم، ایسا اشارہ جیسا آپ سمجھتے ہیں نہیں سمجھ رہے ہیں۔ منصف مزاجی کے تو یہ معنی ہیں کہ آپ تسلیم کرلیں اور وصیت فرما جائیں کہ میری قبر پر گذرتے ہوئے ضرور پھول ڈال دینا اگر آپ معذب ہوں گے تو تخفیف ہو جائے گی

چادر۔ یہ بھی اسی قاعدہ شریعت کے مطابق مباح ہے۔

تفسیر روح البیان میں زیر آیہ انما یعمر مساجد اللہ ہے فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ لا یحتقروا صاحب ھذا القبر۔

فتاوی شامی میں ہے ولکن نحن الان نقول اذا قصد بہ التعظیم فی عیون العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین فھو جائز لان الاعمال بالنیات وان کان بدعۃ۔

سیدی عبدالغنی نابلسی کشف النور میں فرماتے ہیں ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب الی اخرہ۔

(تفسیر روح البیان)

بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو اسے سنت ہی کہتے ہیں پس قبروں پر قبوں کا بنانا پردوں کا لٹکانا چادروں کا ڈالنا جائز ہے جب کہ مقصود یہ ہو کہ عوام کی نگاہوں میں صاحب مزار کی عظمت

رہے اُن کی شان میں کوئی تحقیر و گستاخی نہ کر سکے۔

درخواست دعا: جناب ماہر صاحب کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر اگر کوئی درخواست دعا کرے تو آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اگر آپ فرمائیں کہ زندہ بزرگ سے بھی درخواست دعا نا جائز ہے تو آپ کیا فرمائیں گے جب کہ صحابی ضریر نے حضور سے عرض کیا ادع اللہ ان یعا فینی خدا سے دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھکو عافیت دے اور ایک مبتلا صرع عورت نے عرض کی انی انکشف فادع اللہ میں کھل جاتی ہوں خدا سے دعا فرما دیجئے۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ادع اللہ ان یھدی ام ابی ھریرۃ خدا سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے اور ایک اعرابی نے کہا فادع اللہ لنا خدا سے ہمارے لئے دعا فرما دیجئے اور حضرت عمر نے عرض کیا ثم ادع اللہ لھم علیھا بالبرکۃ پھر خدا سے اُن کے لئے دعا فرما دیجئے اور حضور نے فرمایا ان خیر التا بعین رجل یقال لہ اویس ولہ والدۃ وکان بہ بیاض فمر وہ فلیستغفر لکم بہترین تابعین وہ مرد ہے جس کو اویس کہتے ہیں اُن کی والدہ ہیں اُن کے جسم میں کچھ سپیدی ہے اُن سے کہنا کہ وہ تمھارے لئے دعائے مغفرت کریں۔

ملا علی قاری کی اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں فیہ طلب الدعاء من اھل الخیر والصلاح اس حدیث سے ثابت ہے کہ اہل خیر و صلاح سے دعا کی درخواست کی جا سکتی ہے۔

لامحالہ آپ کو ماننا پڑ گیا کہ زندوں میں اہل خیر و صلاح سے دعا کی درخواست جائز ہے اور حدیثوں سے ثابت ہے پھر جب یہ حضرات جن سے زندگی میں طلب دعا کرتے تھے وصال فرما جائیں اور برزخی حیات سے مشرف ہو جائیں تو اُن سے اب طلب دعا میں کیا قباحت پیدا ہو جاتی ہے ان کی بزرگیاں اُن کا تقرب اُن کی مبارک روحانیت پر تو موت نہ آئی موت تو صرف جسم پر ہے نہ روح پر وہ تو زندہ ہے اُس کا شعور و ادراک باقی ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے فیہا دلالۃ علی ان الارواح جواہر قائمۃ بانفسہا مغایرۃ لما یحس بہ من البدن تبقی بعد الموت دراکۃ و علیہ جمہور الصحابۃ والتابعین و بہ نطقت الآیات والسنن۔

علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں النفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین بل و غیر المسلمین من الفلاسفۃ ممن یقول ببقاء النفس یقول بالعلم بعد الموت۔

امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ لا تظن ان العلم یفارقک بالموت فالموت لا یھدم محل العلم اصلا۔

حضرت شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں وقد ثبت فی الدین ان الروح باقیۃ ولہا علم و شعور بالزائرین علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں واما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت لہم ولسائر الموتی۔

ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ روح زندہ و باقی ہے اُس کا ادراک علم قوت سماعت بعد موت باقی ہے جب یہ اوصاف روحانی بعد موت باقی ہیں تو تقرب اور اُن کی بزرگی اور استجابت دعا بھی باقی ہے بلکہ ساری کرامتیں باقی ہیں علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم۔

پس اُن کی زندگی اور موت اس معاملہ میں یکساں ہے اسی واسطے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من یستمد فی حیاتہ یستمد بہ بعد مماتہ جس سے اُس کی زندگی میں استمداد کر سکتے تھے بعد موت بھی کر سکتے ہیں لہٰذا جب زندگی میں اُن سے درخواست دعا کر سکتے تھے وصال کے بعد بھی جائز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ کے آداب اور طریقوں میں بتایا گیا ہے کہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد حضور سے درخواست کرے کہ آپ خدا کے دربار میں سفارش فرمادیں اُس کے حق میں دعا فرمادیں۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابو جعفر خلیفہ سے کہا کہ تو کیوں اپنا منہ پھیرتا ہے اُس ذات سے جو تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں بل استقبلہ واستشفع بہ حضور کی طرف منہ رکھ اور حضور سے طلب دعا کر۔

علامہ ابن حجر کی جوہر منظم میں فرماتے ہیں ویستشفع بہ الی ربہ سبحانہ و تعالیٰ اور حضور سے خدا کے دربار میں دعائے مغفرت کی طلب کرے۔

علامہ ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں ثم یسئال النبی الشفاعۃ پھر حضور سے شفاعت کا سوال کرے۔ یعنی خدا سے دعا کرنے کا سوال کرے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات میں حاضری مزار ولی اللہ کے وقت دعا کا طریقہ بتاتے ہیں او ینادی ھذا العبد المکرم والمقرب عند اللہ تعالٰے ویقول یا عبد اللہ ویا ولی اللہ اشفع لی وادع ربک وسلہ ان یعطی سوالی ویقضی حاجتی - یا اُس بندہ مکرم ومقرب بارگاہ الٰہی کو پکارے اور کہے اے اللہ کے بندے اے اللہ کے ولی میرے لئے سفارش کر دیجئے اور خدا سے دعا کر دیجئے کہ خدا میری حاجت پوری کر دے۔

پھر حضرت شیخ نے بھی فرمادیا وقد ثبت فی الدین ان الارواح باقیۃ ولھا علم وشعور بالزائرین سیما الارواح الکمل قرب مکان من جانب الحق کما کان فی الحیاۃ او اتم وھم یثبوت الکرامات - دین میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ روح باقی ہے زائرین کا اُسے علم ہوتا ہے خصوصاً کاملین کی ارواح کی خدا کے دربار میں قرب ومنزلت ویسے ہی ہے جیسی کہ زندگی میں تھی بلکہ کامل اور یہ سب کچھ بطور کرامت ہے اور یہ بھی فرمایا۔

ولو کان شرکا وتوجھا الی غیر اللہ کما یزعمہ المنکر فعیہ ان یمنع التوسل وطلب الدعاء من الصالحین من عباد اللہ واولیائہ فی حالۃ الحیوۃ ایضا وذلک لیس مما یمنع اور اگر بعد وصال اُن بزرگوں سے توسل وطلب دعا شرک اور توجہ الی غیر اللہ ہے جیسا کہ یہ منکر (ماہر) گمان کرتا ہے تو اُسے چاہیے بحالت زندگی بھی اولیاء اللہ سے طلب دعا وغیرہ کو منع کرے حالانکہ یہ ممنوع ہو ہی نہیں سکتا اور یہ بھی فرمایا ولیس فی الحالتین ما یوجب الفرق ولم یدل علیہ دلیل فی الشرع اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں

جو اولیا کی حیات و ممات میں فرق پیدا کر دے اور نہ کوئی اس فرق پر دلیل شرعی ہے۔

پھر خیال ہوا کہ حضور نے تو زیارت کی رغبت اس لئے دلائی ہے کہ اس سے زہد پیدا ہو اور آخرت کی یاد رہے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائی نہ کہ طلب دعا اور استمداد کے لئے تو اس کو بھی دفع فرمایا نعم المروی فی السنۃ فی الزیارۃ السلام علی الموتی والاستغفار لہم وقرأۃ القرآن ولکن لیس فیہا النہی عن الاستمداد فیکون الزیارۃ للاستمداد والامداد معًا علی تفاوت حالۃ الزائر والمزور۔ اس حدیث میں زیارت کے موقعہ پر اُن پر سلام اور استغفار اور قرأت قرآن مروی ہے لیکن حدیثوں میں استمداد سے ممانعت نہیں آئی ہے۔ لہذا زیارت میں دونوں کام ہو سکتے ہیں۔ استغفار و قرأت قرآن سے اُن کو مدد پہنچانا اگر صاحب قبر کمزور اور زائر قوی الروحانیت ہے یا اُن سے فیض کا حاصل کرنا اگر صاحب مزار قوی الروحانیت ہے۔ اور حضرت شیخ کو زیارت کی تعمیم اس لئے کرنی پڑی کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ صحابہ کرام سے لے کر ائمہ مجتہدین و مشائخ کاملین تک یہ دستور ہے کہ وہ بڑوں کے مزارات پر برکت و فیض حاصل کرنے اور طلب دعا و استمداد کے لئے حاضری دیتے ہیں تمام صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و مشائخ نے دربار رسول میں حاضری دی تو کسب فیض و طلب دعا کے لئے جیسا کہ اُن کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں لم یزل العلماء د

ذوو الحاجات یزدرون قبر الامام ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنہ ویتوسلون فی قضاء حوائجھم ویرون ذلک انجح منھم الشافعی یقول انی لاتبرک بابی حنیفة واجیٔ الی قبرہ یعنی زائرا۔ علما اور حاجت مند لوگ ہمیشہ امام ابوحنیفہ کے مزار کی زیارت کرتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کے لئے خدا کے دربار میں اُن سے توسل کرتے ہیں اور اس کو مفید جانتے ہیں انھیں میں سے امام شافعی ہیں جو فرماتے ہیں میں ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور اُن کی قبر پر برائے زیارت آتا ہوں۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں قال الامام الشافعی قبر موسے الکاظم تریاق مجرب لاجابۃ الدعاء ۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ حضرت موسٰی کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پاک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق مجرب ہے۔

علامہ شافعی نے فتاوی شامی میں زیارت کے لئے سفر کرنے کی بحث میں فرمایا کہ مساجد ثلاثہ مسجد حرام مسجد نبوی مسجد اقصٰی کے سوا کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کے سوا ساری مسجدیں فضیلت میں برابر ہیں۔ لیکن سفر زیارت ایسا نہیں واما الاولیاء فانھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالی ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم ۔ لیکن اولیاء کرام کے مراتب قرب الٰہی اور زائرین کو نفع پہنچانے میں اپنے معارف و اسرار کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ یہ ساری بحث امام غزالی کی ہے جس کو علامہ شامی نے نقل کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زیارت کا مقصود صاحب مزار سے نفع اور فیض حاصل کرنا بھی ہے

استمداد:- اسی طلب دعا اور سفارش کی درخواست کو استمداد کہتے ہیں اس کے سوا اور بھی الفاظ مختلف ہیں مقصود ایک ہی ہے۔

جناب ماہر صاحب لکھتے ہیں" ایک طرف حضور نے زیارت قبور کی غایت بتادی اور دوسری طرف خود اپنی قبر کے بارے میں امت کو متنبہ کیا اس کے بعد حدیث لا تجعلوا قبری عیداً الخ لکھ کر لکھا "عید کہتے ہیں میلہ لگانے کو اور اسے سب لوگ جانتے ہیں کہ میلوں اور ٹھیلوں میں کیا کیا ہوتا ہے اور میلے کس طرح جمتے ہیں"۔

واہ واہ کیا شعر فرمایا ہے کیسی نازک خیالی کا اظہار کیا ہے الفاظ کی بندش واللہ داد نہیں دی جا سکتی۔ مکرر۔

عید کا کیا نقشہ کھینچا ہے۔ ذرا یہ تو بتایئے کہ حضور جس کو عید فرما رہے ہیں کیا وہ ایسی ہی ہوتی تھی جس کا مفہوم آپ نے میلے ٹھیلے اور میلے کے جمنے کا بتایا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور کے زمانے میں عید تو نہایت سادہ ہوتی تھی نہ میلا ہوتا تھا نہ ٹھیلا عید گاہ میں اجتماع ہوا خدا کی عبادت کی خطبہ پڑھا عید ختم ہو گئی پس اُس وقت عید میں ایک سالانہ اجتماع ہے جس میں لوگ مجتمع ہو کر حضور کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ پس حضور نے عید کا لفظ ارشاد فرمایا تو عید سے وہی عید مراد ہے جو حضور کے زمانہ میں تھی نہ کہ آپ والی میلے ٹھیلے والی عید اور وہ عید صرف اجتماع اہلِ اسلام ہے پس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ میری قبر کو عید مت بناؤ یعنی جس طرح عید سال میں ایک یا دو دفعہ آتی ہے ایسے تم سال میں صرف ایک یا دو دفعہ

ہی کی عادت نہ ڈالو بلکہ بار بار میری زیارت کرتے رہو چنانچہ مرقات میں لکھا ہے۔ یحتمل ان یکون المراد الحث علی کثرۃ الزیارۃ ای ولا تجعلوا کالعید الذی لا یاتی فی السنۃ الا مرۃ۔

یا یہ معنے ہیں کہ جس طرح دور و نزدیک کے لوگ سال بھر میں ایک یا دو دفعہ ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور عبادت خدا کرتے ہیں اس طرح تم ایسا نہ کرو کہ سال میں ایک یا دو دفعہ میری قبر پر آکر درود و سلام پڑھ لو اور یہیں کے پڑھنے پر اکتفا کرلو نہیں بلکہ اجتماعی انفرادی کسی شکل میں جہاں ہو وہیں سے درود و سلام بھیجتے رہو اس لئے کہ تمہارا درود ہر جگہ سے مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

حدیث کے یہ معنی مراد لینا زیادہ مناسب ہیں تاکہ جملہ فان صلوتکم تبلغنی سے متعلق ہو جائے کہ یہ جملہ ولا تجعلوا قبری عیدا کی علت ہے۔

اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ چونکہ عید نیوی مسرت و شادمانی کا دن ہے اس لئے تم میری قبر کو مسرت و شادمانی کی جگہ مت بناؤ بلکہ میری قبر سے حصول فیض کرو میرے پاس آکر خدا سے استغفار کرو مجھ سے طلب دعا کرو سفارش کی درخواست کرو۔

آپ فرماتے ہیں "ایک طرف یہ فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ دوسری طرف یہود و نصاریٰ کو لعنت کی گئی ان کمبختوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ پھر حدیث لعن اللہ الیہود والنصاریٰ الا نقل کرکے جو مزاج میں آیا مطلب گھڑا۔

حضور نے لعنت فرمائی کہ انھوں نے قبور انبیا کو مسجد بنایا صحیح مطلب یہ

ہے کہ وہ قبور انبیا کو سجدہ کرتے تھے یعنی مسجود لہٗ اُن کو بنایا یا قبور انبیا کی طرف سجدہ کرتے تھے یعنی مثل قبلہ مسجود الیہ ان کو بنایا یہ معنی ہیں مساجد بنانے کے اور یہ دونوں فعل قابل لعنت ہیں لمعات و مرقات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔ سبب لعنهم اما لانهم كانوا يسجدون لقبور انبيائهم تعظيما لهم وهو الشرك الجلي یہ مسجود لہٗ کے اعتبار سے ہوا۔ واما لانهم كانوا يتخذون الصلوٰة لله تعالىٰ في مدافن الانبياء والسجود على مقابرهم والتوجه الى قبورهم حالة الصلوٰة یہ مسجود الیہ کے اعتبار سے۔

یہ معنی کہاں سے آپ نے نکالے۔ لوگ مساجد میں چراغ جلاتے ہیں فرش اور پردوں کا انتظام کرتے ہیں پھر رکوع اور سجدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں یہی باتیں اگر کسی نبی اور ولی کی قبر پر کی جائیں تو ایسا کرنے والوں نے گویا اس قبر کو مسجد بنا لیا۔

یہ آپ اپنی گویا تو ذہن کی ڈبیہ میں رکھئے یہاں گویا جویا کی اور آپ کے اجتہاد کی ضرورت نہیں اس لئے کہ مسجد کے لئے فرش و فروش اور چراغ کا ہونا ضروری نہیں ہے .... اور حضور کے زمانہ میں تو فرش فروش، روشنی کا وہ انتظام کہاں تھا جو آج کل ہے تو فرش زیب و زینت مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ معنی وہی ہیں جو لمعات و مرقات سے گذرے یعنی اُن کو مسجود لہٗ بنایا یا مسجود الیہ اور یہ دونوں قابل لعنت و نفرین۔

رہا مزار پر چادر ڈالنا پردے لٹکانا اُس کا جواز ہم علما کے ارشادات سے پیش کر چکے ہیں۔ وہاں خدا سے دعا کرنا ثابت ہو چکا ہے یہ چیزیں قابل لعنت نہیں

ورنہ ہم کو اُن علما اور بزرگان دین پر لعنت کرنی ہوگی جنھوں نے ان چیزوں کو جائز قرار دیا اور باوجودیکہ اُن کے پیش نظر یہ حدیث بھی ہے جس میں قبور انبیاء کو مسجد بنانے پر لعنت وارد ہوتی ہے۔

رہا چراغ کا جلانا اُس کا مقصود یہ نہیں ہے کہ صاحب قبر کو روشنی دکھائی جائے بلکہ صرف یہ کہ فاتحہ پڑھنے زیارت کرنے والوں کو شب میں تکلیف نہ ہو یا اس امر کے اظہار کے لئے کہ یہ ولی کا مزار ہے تاکہ لوگوں کو زیارت کی رغبت ہو۔

سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے درر کی شرح میں مسائل متفرقہ کے بیان میں لکھا ہے اخراج الشموع الی القبور بدعۃ واتلاف مال کذا فی البزازیۃ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدًا او علی طریق او کان هناك احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین اعلامًا للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللہ تعالٰی عندہ فیستجاب لھم فھو جائز لامنع منہ والاعمال بالنیات۔

قبروں کے پاس چراغ بدعت ہے اور اتلاف مال ایسا ہی فتاوٰی بزازیہ میں ہے یہ اُس وقت جب کہ کوئی فائدہ نہ ہو لیکن وہاں اگر مسجد ہو یا راستہ پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا عالم کی قبر ہو تاکہ اطلاع ہوجائے کہ یہ ولی ہے لوگ آکر برکت حاصل کریں وہاں خدا سے دعا کریں تاکہ قبول ہو تو یہ روشنی جائز ہے ممنوع نہیں اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

آپنے حدیث نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور ان

یبنی علیہ وان یقعد علیہ نقل کر کے لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں قبر کو پختہ بنانے اور اس پہ عمارت قائم کرنے کی صریحی لفظوں میں ممانعت فرمائی گئی ہے

جناب ماہر صاحب۔ بہت سے چیزیں ہیں جو ابتدائے اسلام میں ممنوع قرار دی گئی تھیں۔ اس وقت حکمت اسی کو چاہتی تھی ابتدائے اسلام میں لوگ شراب کے عادی تھے اور مجلسوں کی رونق شراب تھی مہمان کی خاطر شراب تھی صبح شراب تھی شام شراب تھی۔ حرام کی گئی تو حضور نے اُن برتنوں کا استعمال بھی حرام فرما دیا جو شراب کے مخصوص برتن تھے دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ ان برتنوں کو دیکھکر شراب یاد نہ آئے شراب کی طرف میلان طبع نہ ہو۔ جب اُن کے دل و دماغ میں شراب سے کلی نفرت ہوگئی تو برتنوں کے استعمال کی اجازت ہوگئی حضور خود فرماتے ہیں نھیتکم عن الظروف فان ظرفا لا یحل شیئا ولا یحرمہ وکل مسکر حرام میں نے تم کو ظروف شراب سے منع کیا تھا ظروف کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کرتا اور ہر مسکر حرام ہے۔

اسی طرح حضور نے زیارت قبور سے پہلے منع فرمایا تھا پھر اجازت ہوگئی حضور خود فرماتے ہیں۔ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا

اسی طرح مسئلہ تجصیص و بناء علی القبور ہے یہود و نصاریٰ قبروں کو مسجد بنالیتے تھے نئے مسلمان ہونے والے اُن سے خلط ملط رکھتے تھے اُن کے خیالات سے تنفر نہ تھا اس لیے حضور نے منع فرمایا کہ مبادا یہ لوگ قبروں کو پختہ کر کے عمارت قبے بنا کے یہود و نصاریٰ کی طرح اُن کو مسجود لہ یا مسجود الیہ نہ بنالیں۔ جب اسلام کو ایک زمانہ گذر گیا دینی مسائل اور اُن کی نزاکتوں سے واقف ہو گئے اور یہود

ونصاریٰ کے فعل کی شکل سے سفر ہو گیا اور اطمینان ہو گیا کہ اب قبروں کو پختہ کرنے اور قبوں وغیرہ کے بنانے سے وہ صورت نہ ہو گی جو یہود ونصاریٰ نے بنا رکھی تھی تو جب علت ختم ہو گئی تو حکم ہلکا ہو گیا۔

حضرت علمارحق نے یہی سمجھا اور اجازت دے دی وہ بھی عام طور سے نہیں بلکہ خاص صورت میں۔ چنانچہ ملا علی قاری کمی اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه سلف صالحین مشائخ وعلمار مشہورین کے مزارات پر عمارات بنانے کو مباح قرار دیا تاکہ لوگ اطمینان سے زیارت کر سکیں اور آرام لے۔

علامہ شامی نے فرمایا وفی الاحکام عن جامع الفتاوی وقیل لا یکره البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔ احکام میں جامع فتاویٰ سے نقل کیا گیا کہ بنار علی القبر مکروہ نہیں جب کہ میت مشائخ اور علما اور سادات سے ہو۔ تفسیر روح البیان زیر آیہ انما یعمر مساجد اللہ ہے فبناء القباب علی قبور الاولیاء والعلماء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز۔

علامہ نابلسی کشف النور میں فرماتے ہیں ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمی سنة فبناء القباب علی قبور الاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز۔

مجمع البحار میں ہے وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء والاولیاء والعلماء والمشائخ لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه

ان سب عبارتوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ قبور اولیا علماء صلحا فضلا پر قبے بنانا جائز ہیں۔

صاحب کشف الغطا مطالب المومنین سے نقل کرتے ہیں کہ "در مدینہ منورہ بنائے قبہ ہا بر قبور اصحاب در زمانہ پیش شدہ است و ظاہر آنست کہ بہ تجویز علمائے آن وقت باشد" ۔ ایسا ہی وسیلۃ النجات میں ہے مدینہ میں صحابہ کی قبروں پر قبوں کا بنانا گذرے ہوئے زمانہ میں واقع ہوا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اُس وقت کے علماء کی اجازت ہی سے ایسا ہوا ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس پر قبہ گنبد موجود ہے اور اُس وقت کا ہے جب کہ علمائے حق بکثرت موجود تھے ۔

جناب ماہر صاحب سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ آپ کو صاف صاف یہ لکھ دینا چاہئے تھا کہ حضور اور صحابہ کرام کی قبروں پر قبے سب حرام و ناجائز بلکہ بقول آپ کے شرک و بدعت ہیں اور جن علمائے اس کی اجازت دی وہ سب کے سب گمراہ اور اہل بدعت تھے ان کو کھود دینا ضروری اور شریعت کے مطابق ہے ۔ آپ میں ہمت ہے کہ اس طرح اپنے نظریہ کا اعلان فرمادیں اگر ایسا نہیں تو الساکت عن الحق شیطان آخرس کی وعید اپنے اوپر چسپاں کر لیجئے ۔

آپ فرماتے ہیں "ان یقعد علیہ کا یہ مطلب نہیں کہ قبروں پر چڑھ کر بیٹھنے سے روکا گیا ہے اس لئے کہ قبروں کے اوپر چڑھ کر بیٹھنے کا کبھی رواج نہیں رہا اور یہاں حدیث کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ ان یقعد علیہ کا مطلب یہ ہے کہ قبروں پر مراقب اور مجاور بن کر بیٹھنا ممنوع ہے ۔

سبحان اللہ کیا شرح فرمائی آپ نے کہ ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب اور اسماعیل

دہلوی کو پچھڑ کا دیا اور وہ وہاں سے داد دے رہے ہوں گے کہ حدیث کے وہ بہترین معنے بیان کئے جو آج تک کسی مولوی کی سمجھ میں نہیں آئے بلکہ حضور کے ذہن میں بھی ان یقعد کا یہ مطلب نہ ہوگا واہ واہ ہمارے روحانی شاگرد آپ نے ایسا ترجمہ کیا جیسا کہ کسی جاہل نے بقول آپ کے انما انا بشر مثلکم کا یہ ترجمہ کیا کہ تحقیق میں نہیں ہوں بشر۔ جناب ماہر صاحب وہ سیاق و سباق کونسا ہے جس سے آپ نے اس کے معنی مراقب و مجاور بن کر بیٹھنے کے لئے یا صرف لفظ سیاق و سباق یاد کر لیا ہے۔

سیاق و سباق یہ ہے کہ حضور نے دوسری حدیث میں فرمایا ہے لا تجسلوا علی القبور ولا تصلوا الیھا نہ قبروں پر بیٹھو نہ اُس طرف نماز پڑھو۔ اُس طرف منہ کرکے نماز پڑھنا اُس کی تعظیم ہوگی۔ اس لئے منع فرمایا اور اُس پر بیٹھنا اُس کی توہین ہے اس لئے بیٹھنا منع کردیا دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ نہ قبروں کی قبلہ جیسی تعظیم کرو نہ توہین کرو یہ تقابل بتاتا ہے کہ لا تجلسوا کے یہ معنی ہوئے تو ان یقعد علیہ کے بھی یہی معنی ہیں کہ قعود و جلوس مترادف الفاظ ہیں۔

اور حضور نے فرمایا لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر۔ تم میں کسی کا چنگاری پر بیٹھ جانا اور کپڑوں اور چمڑے کا جل جانا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے فرمائیے یہاں چنگاری پر بیٹھنے سے بھی مراد آپ چنگاری پر مراقب اور مجاور ہونے کے معنی مراد لیں گے جب یہاں بیٹھنے سے معروف بیٹھنا مراد ہے تو اس کے ساتھ ہی قبر پر بیٹھنا ہے تو یہاں بھی معروف بیٹھنا مراد ہے پس وان یقعد علیہ سے بھی مشہور بیٹھنا مراد ہے۔

حضرت عمرو بن حزم فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھ کو ایک قبر سے تکیہ لگائے

دیکھا تو فرمایا لا تؤذ صاحب ھذا القبر اس قبر والے کو ایذا نہ دو۔

صاف ظاہر ہے کہ قبر سے ٹیک لگانا صاحب قبر کی توہین ہے تو وان یقعد علیہ کی بھی علت توہین ہی ہوگی اور توہین جب ہوگی جب معروف بیٹھنا مراد ہوگا۔

حضور نے منع فرمایا وان توطا قبروں کو نہ روندو۔ روندنا پاؤں سے ہے اور یہ ممانعت بھی استخفاف وتحقیر کی وجہ سے۔ بیٹھنے میں بھی پاؤں سے روندنا موجود ہے لہذا بیٹھنے سے معروف بیٹھنا مراد ہے۔

جناب ماہر صاحب سیاق وسباق اسے کہتے ہیں نہ وہ جو ضمیر غائب کی طرح غائب۔ نہ معلوم کس مراقبہ میں آپ نے ان یقعد علیہ کے معنی غلط سوچے اور حضور کے دیگر ارشادات سے فائدہ حاصل نہ کیا۔

آپ فرماتے ہیں حضور نے اپنی قبر کو عید بنانے سے منع فرمایا تھا اور یہاں اہل بدعت نے حضور کے علاوہ جو حضور کی خاک پا کے برابر نہیں ہیں اُن کی قبروں کو مسجد عید اور شمع وچراغ سے شبستان بنا دیا ہے"۔

جی صرف آپ کے خیال میں، ہم ہر چیز کی تحقیق پیش کر چکے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے عید کا مفہوم غلط سمجھا مسجد کسی مسلمان نے نہیں بنائی روشنی جائز ہے لہذا آپ کی شکل ہی عقیم ہے تو نتیجہ کہاں سے برآمد ہو سکتا ہے۔ جو نتیجہ آپ نے نکالا وہ بغیر صغریٰ وکبریٰ کے ہے ایسا نتیجہ کیا ہوگا سب جانتے ہیں۔

جناب نے جو یہ فرمایا کہ حضور کے غلام جو حضور کی خاک پا کے بھی برابر نہیں" کیا حضور نے یہ کہیں فرمایا ہے کہ میرے غلام میری خاک پا کے برابر نہیں اگر ایسا

نہیں تو آپ کو ان الفاظ سے یاد کرنے کا کیا حق ہے آقا تو اپنے غلام کو کچھ نہ کہے اور آپ ان کے غلاموں کو یوں کہیں آخر تو آپ بھی حضور ہی کے غلام ہیں تو ایک غلام کو دوسرے غلام کے متعلق یہ جملہ استعمال کرنے کا کیا حق ہے۔

آپ نے یہ جملہ کسی اچھی نیت سے نہیں لکھا شاید آپ کا مقصد یہ ہو گا کہ لوگ اس جملہ کو دیکھکر سمجھیں گے کہ ماہر صاحب کے دل میں حضور کا کتنا اعزاز ہے کہ حضور کی اُمت کے اولیا کو حضور کی خاک پا کی برابر بھی نہیں سمجھتے حالانکہ آپ نے خود بتایا کہ حضور نے فرمایا کہ میری ایسی تعریف نہ کرو جس میں دوسرے کی توہین ہو۔ اپنے کہے کے خلاف حضور کی تعریف کی لیکن آپ نے اولیا، اُمت کی توہین کی آپ کا اور آپ کے پیشواؤں کا یہی وہ دستور ہے جس کو اہل سنت .... کہتے ہیں کہ تعریف مع التوہین نہ کیا کرو مگر جو چیز گھٹی میں پڑ چکی ہے وہ کیسے چھوٹے۔ جناب جو اولیائے اُمت ہیں وہ اپنے آپ کو اپنی زبان سے کہیں کہ ہم تو حضور کی خاک پا کے برابر نہیں تو ان کے لئے یہ زیبا ہے مگر آپ کے لئے یہ بد تہذیبی ہے کہ ان کو آپ ان الفاظ سے یاد کریں۔

آپ فرماتے ہیں سجادہ نشین صاحب مندروں کے مہنتوں کی طرح چڑھاوے وصول کرتے ہیں اور راوی اُن کے لئے سدا چین ہی چین لکھتا ہے"۔

تو آپ نے مزارات اولیا کو مندر سمجھ لیا اور سجادہ نشینوں کو مہنت۔ زبان آپ کی تہذیب و شائستگی پر دہا بیت کا جون بدلنے کے بعد یہ حاصل نہ ہو گا تو اور کیا حاصل ہو گا۔

ہر بدعت گمراہی

آپ کل بدعۃ ضلالۃ والی حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں "اس حدیث میں ہر بدعت کو گمراہی کہا گیا ہے اس میں بدعت کی قسمیں نہیں کی گئی ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے اور یہ بدعت حسنہ ہے حضور نے کل بدعت فرما کر ہر بدعت کے ضلالت ہونے کی تصدیق فرما دی ہے"۔

واہ کیا موقعہ سے آپ نے تصدیق کا لفظ استعمال کیا ہے جناب ادیب ماہر صاحب۔ تصدیق کے معنی ہیں کسی دوسرے کی بات کو سچا سمجھنا یا بتانا حضور سے پہلے کس نے کل بدعت ضلالۃ کہا جس کی حضور نے تصدیق فرمائی یہ حضور ہی کا حکم ہے یہاں تصدیق کا لفظ بے محل ہے جناب کو جب الفاظ کے موقعہ و محل کی شناخت نہیں تو بولنے کی خواہ مخواہ کیوں زحمت فرماتے ہیں۔

آپ کا منشا یہ ہے کہ حضور نے ہر بدعت کو ضلالت قرار دیا اور کوئی قسم حضور نے بدعت حسنہ نہیں بتائی۔ جناب والا حضور کی دوسری حدیث جو اس باب میں ہے اسی کو ملاحظہ فرما لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ حضور نے بدعت کی تقسیم فرما دی ہے سرکار فرماتے ہیں ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاها اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بها الخ اس حدیث میں بدعت کے ساتھ ضلالہ کا لفظ موجود ہے۔ جو صفت ہے بدعت کی موصوف صفت کی ترکیب ترکیب توصیفی کہلاتی ہے یعنی صفت موصوف کی قید ہوتی ہے۔ قید مطلق کے ساتھ لگ کر مطلق کی تقسیم کر دیتی ہے بدعت کے ساتھ ضلالت کی قید نے بدعت کی دو قسمیں کر دیں

ایک بدعت ضلالت دوسری بدعت غیر ضلالت حضور نے تصریح فرما دی کہ ایک بدعت وہ ہے جو ضلالت نہیں اسی کو جو بدعت ضلالت نہ ہو بدعت حسنہ کہتے ہیں ملا علی قاری اسی جملہ کے ماتحت کہتے ہیں قید بہ لاخراج البدعۃ الحسنۃ حضور نے بدعت کے ساتھ ضلالت کی قید لگا کر بدعت حسنہ کو بدعت ضلالت کے حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔ اگر یہ معنی نہ لئے جائیں گے تو بدعت کے ساتھ ضلالت کا لفظ ذکر کر دینا معاذاللہ بیکار اور لغو شمار کیا جائے گا اس لئے کہ جب ہر بدعت ضلالت ہے تو صرف من ابتدع بدعۃ بغیر لفظ ضلالت کافی تھا۔

حضور دوسری حدیث میں جو کتاب العلم میں ہے فرماتے ہیں من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا الی اخر الجملہ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا الی اخر الجملہ جو اسلام میں اچھا طریقہ اختیار کرے (اس کے بعد فرمایا) اور جو اسلام میں برا طریقہ مقرر کرے سنت کے معنی یہاں صرف طریقہ کے ہیں نہ کہ سنت معروفہ اس کے مقابلہ میں سنت سیئہ فرمایا معروف سنت سیئہ نہیں ہو سکتی تو وہ سنت جب سنت معروفہ نہیں تو لامحالہ اس سے مراد نئی چیز جس کو دوسرے لفظ میں بدعت کہتے ہیں اس کی تقسیم حضور نے سیئہ اور حسنہ کی طرف فرمائی جس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ حضور کی یہ دو حدیثیں صاف صاف بدعت کی دو قسمیں بتا رہی ہیں حسنہ اور سیئہ۔ اسی واسطے حضور کی ان دو حدیثوں کے پیش نظر انھیں بطور اصول بنانا پڑا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں سیئہ اور حسنہ سیئہ میں دو قسمیں علی حسب الدلیل پیدا ہو جاتی ہیں محرمہ مکروہ اسی طرح حسنہ میں دلیل

مرتبہ وجوب میں ہے تو واجب ورنہ حسنہ اور کسی طرف کوئی دلیل نہیں تو مباح

جناب ماہر صاحب اگر کل بدعۃ ضلالہ والی حدیث براہِ راست مسلم شریف سے نقل کی ہے تو اس کے ساتھ نووی بھی ہے۔ علامہ نووی کا قول اس حدیث کے ماتحت دیکھ لیا ہوتا کہ وہ فرماتے ہیں قال العلماء والبدعۃ خمسۃ اقسام واجبۃ ومندوبۃ ومحرمۃ ومکروھۃ ومباحۃ۔ اور اگر مشکوٰۃ شریف سے نقل کی تو اُس کے حاشیہ پر بحوالہ مرقات یہ عبارت موجود ہے قال الشیخ عزالدین ابن عبدالسلام فی آخر کتاب القواعد البدعۃ اما واجبۃ کتعلم النحو لفہم کلام اللہ ورسولہ الخ واما محرمۃ کمذھب الجبریۃ والقدریۃ والمرجیۃ والمجسمۃ۔ واما مندوبۃ کاحداث الربط والمدارس الخ واما مکروھۃ کزخرفۃ المساجد الخ واما مباحۃ۔ آخران شارحین حدیث نے جن کے سامنے کل بدعۃ ضلالۃ والی حدیث موجود ہے بلکہ اُسی کی شرح میں بدعت کی پانچ قسمیں کر رہے ہیں تو ذرا سی دیانت رکھنے والا انسان کیا یہ کہہ سکتا ہے کہ ان حضرات نے حضور کی مخالفت کی کہ حضور تو ہر بدعت کو ضلالت فرما رہے ہیں اور یہ لوگ ایک قسم حسنہ ایجاد کر رہے ہیں ماہر صاحب آپ جرأت کر کے ایسا کہہ دیں اور ان پر نکتہ چینی کر دیں مگر عقلمند منصف مزاج اس کی جرأت نہ کرے گا۔ سنیئے ذمہ دار علمی تبحر اور شان تفقہ فی الدین رکھنے والے آپ کی طرح صرف کل بدعۃ ضلالہ ہی نہیں دیکھتے ہیں بلکہ سارے فرمان اور پھر آثار صحابہ وتابعین سامنے ہوتے ہیں اور پھر مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔

جب انھوں نے کل بدعت ضلالہ دیکھا اور ساتھ وہ دو حدیثیں بھی دیکھیں جو میں نے نقل کی ہیں تو لامحالہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ حضور نے کل بدعۃ ضلالہ میں عموم کو باقی نہیں رکھا بلکہ اس کی تخصیص فرمادی اور دلائل کے پیش نظر بدعت کی پانچ قسمیں ظاہر فرمادیں چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ قال فی الازہار اے کل بدعۃ سیئۃ ضلالۃ لقولہ علیہ السلام من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ" یعنی کل بدعۃ ضلالہ میں بدعت سیئہ مراد ہے اس لئے کہ حضور نے فرمایا جو اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے" پھر فرمایا قال النووی البدعۃ کل شیئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقولہ کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص علامہ نووی نے فرمایا کہ بدعت ہر وہ چیز ہے جو بلا مثال سابق ہو اور شریعت میں اس چیز کا ایجاد جو حضور کے زمانہ میں نہ ہو اور حضور کا فرمان کل بدعۃ ضلالہ عام مخصوص ہے یعنی ایک فرد اس سے مستثنیٰ ہے بالکل عام نہیں ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی مجموعہ فتاوی ج ۱ میں فرماتے ہیں اور حدیث کل بدعۃ ضلالہ عام مخصوص منہ البعض ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ قاری نے تصریح کی ہے۔

آخر میں مذہب حنفی کے فتاوی شامی کی بھی عبارت پیش کردوں قولہ صاحب بدعۃ ای محرمۃ والا فقد یکون واجبۃ کالرد علی اہل الفرق الضالۃ" ومندوبۃ کاحداث الربط" ومکروھۃ کزخرفۃ

المساجد الخ و مباحث کا لتوسع بلن یدن الماکل الخ

جناب ماہر صاحب فرمایئے کہ آپ کی بدعت کی عدم تقسیم کا دعوی باطل ہوا یا نہیں اور آپ نے اپنی سمجھ سے جو یہ طے کر لیا تھا کہ بدعت ایک ہی قسم کی ہوتی ہے یعنی ضلالت وہ مردود ہوا یا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں "ایک دوسری حدیث میں اہلِ بدعت کے لئے کتنی خوفناک وعید آتی ہے۔ اس کے بعد اپنے حدیث سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی نقل کی ہے"۔

اگر واقعی یہ حدیث اہلِ بدعت کے لئے ہے تو اس سے وہ لوگ مُراد ہیں جنھوں نے اہل سنت وجماعت کے طریقہ کو چھوڑا جنھوں نے ائمۂ مجتہدین سے منہ موڑا اور اپنی اپنی جماعتوں کے مختلف نام اہلِ حدیث، تبلیغی جماعت، اسلامی جماعت، اہل قرآن، احمدی اور کیا کیا رکھے ختم نبوت کا انکار کیا تقلید ائمہ کو شرک بتایا خدا کے جھوٹ بولنے کے ممکن ہونے کے قائل ہوئے علم غیب نبی کا انکار کیا حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا جانور چوپایوں کے برابر کہا یا رسول اللہ کہنے کو شرک بتایا توسل اور شفاعت اور دیدار الٰہی کے منکر ہوئے معتزلہ ہوئے قدریہ ہوئے خارجی ہوئے رافضی ہوئے وہابی ہوئے دیوبندی ہوئے یہ لوگ غَيَّرُوْا دِینِی والے ہیں اور انھیں لوگوں کے متعلق حضور فرمائیں گے سحقاً سحقاً۔

مگر جناب ماہر صاحب یہ شمار کیے ہوئے لوگ اگر ان کے عقیدے حد کفر تک پہنچے ہیں تو وہ اسی کے باعث ورود حوض سے روک دیئے جائیں گے لہٰذا اس حدیث سے اُن کو مراد لینا سیاق وسباق کے خلاف ہے۔

جناب ماہر صاحب اسی مضمون کی اور روایتیں بھی دیکھی ہوتیں تاکہ

آپ صحیح منزل پر پہنچ جاتے مسلم شریف کے یہ الفاظ ہیں۔ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک۔ یہ لوگ جن سے حضور سحقا سحقا فرمادیں گے وہ اصحاب کی ایک جماعت ہوگی جو حضور کی زندگی میں تو مسلمان تھی لیکن وصال کے بعد زکوٰۃ وغیرہ منع کرکے مرتد ہوگئی تھی۔ چنانچہ حدیث مسلم میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فیقال لی انھم لم یزالو مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم حضور فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہوکر مرتد ہی رہے

جناب ماہر صاحب آپ نے لفظ احدثوا دیکھا اور اہل بدعت مطلب بنا گئے یہ تو ایسی مثل ہوئی کہ کسی نے کسی ایسے ماہر الحساب سے جو بھوکا تھا دریافت کیا کہ تین اور پانچ کے ہوئے تو اس نے کہا آٹھ روٹی اس کے ذہن میں روٹی تھی فوراً روٹی کہہ دیا۔ اسی طرح آپ کے ذہن میں اس وقت بدعت رچی ہے لہذا احدثوا دیکھا بدعت کا ترجمہ کردیا حالانکہ یہاں معنی لغوی مراد ہیں

جناب ماہر صاحب، جو لوگ اہل بدعت ہوں اور ان کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو تو وہ بدعت صرف گناہ ہے اور مرتکب گناہ مسلمان ہی ہے اور مسلمان حوض کوثر سے نہ روکا جائے گا اصول شریعت یہی بتاتا ہے لہذا سحقا ان کے لئے نہیں جو مرتکب گناہ ہیں بلکہ ان کے لئے جو کافر و مرتد ہوگئے تھے۔

آپ نے بدعت کی جو تعریف کی وہ غلط کلمات قوم کے خلاف ہے۔ صحیح تعریف یہ ہے۔ جو ملا علی قاری نے مرقات میں لکھی ہے من احدث فی الاسلام ما لم یکن لہ من الکتاب او السنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود

علیہ۔ اسلام میں اس چیز کا احداث جس کی کتاب وسنت سے کوئی سند نہ ہو ظاہر یا خفی ملفوظ یا استنباط کی ہوئی مردود ہے یعنی بدعت ہے اسی میں ہے قال الامام الشافعی ما احدث مما یخالف الکتاب او السنۃ او الاثر او الاجماع فھو ضلالۃ وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلک فلیس بمذموم۔

جو نئی چیز کتاب وسنت وآثار واجماع کے خلاف ہو وہ ضلالت ہے اور جو کسی چیز کے خلاف نہ ہو اور خیر ہو تو مذموم نہیں یعنی ضلالت نہیں حافظ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ والمراد بھا ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع ویسمی فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل فی الشرع فلیس بدعۃ۔ بدعت سے وہ نئی چیز مراد ہے جس کی کوئی اصل نہ ہو اور اگر اصل ہے تو بدعت نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ مامورا بھا ممنوع وہ بدعت ہے جو سنت کو میٹ رہی ہو۔

جناب ماہر صاحب مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ ہی دیکھ لیا ہوتا کہتے ہیں "قرون ثلثہ میں بخاری شریف تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں" اور اپنے مقتدی دہلوی کی تذکیر الاخوان میں یہ جملہ ہی دیکھ لیا ہوتا بدعت کی تعریف میں لکھا ہے اور نہ ان چاروں زمانوں میں اس کی نظیر اور مثل پائی گئی تھی"۔

خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ بدعت وہ ہے جس کی اصل اور نظیر ومثل نہ کتاب

ہیں ہو نہ سنت میں نہ آثار صحابہ اور نہ تابعین میں ہو اور وہ کسی حدیث کے مقابل آکر حدیث کے مضمون کو مٹیتی ہو۔ اگر اُس کی ہیئت کذائی ان چاروں زمانوں میں نہ پائی جاتی ہو مگر نظیر و مثل ہو تو وہ بدعت نہیں۔

موطا امام محمد میں یہ حدیث موجود کہ ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ جو چیز مسلمان بہتر جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہے یعنی اگرچہ وہ نوایجاد ہو تو بدعت نہیں اسی واسطے مستحب کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے ما احبہ السلف جس کو سلف صالحین نے پسند کرلیا ہو (فتاویٰ شامی۔ نور الانوار)

جناب ماہر صاحب آپ نے بدعت کے ماتحت جن چیزوں کو بدعت اور ضلالت شمار کیا ہے اُن کو اسی اُصول اور تعریف کے مطابق جانچنا ہے کہ آپ کا بدعت و ضلالت کہنا کہاں تک درست ہے۔

آپ نے بدعت اور اجتہاد کی بحث کی آیات راسخہ کا حصہ شروع کیا یہ سب خارج از بحث ہی صرف حجم بڑھانے کے لئے ضرورت پیش آئی ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں "قبروں پر عرس کرنا میلہ لگانا نعمت البدعت اس لئے نہیں ہے کہ کتاب و سنت بلکہ آثار صحابہ تک سے اس کے لئے کوئی سند نہیں ملتی بلکہ حضور نے اپنی قبر کو عید بنانے سے منع فرمایا ہے":

عرس صرف یہ ہے کہ سال کے بعد یوم وصال پر مسلمانوں کا اجتماع ہوجائے قرآن خوانی اور کھانے وغیرہ کا ثواب بخش دیا جائے وعظ و تذکیر کی مجلس ہوجائے صاحب مزار کی زندگی کے حالات عبرت یا اتباع کے لئے بیان ہوں۔

فرمایئے اس میں کون سی بدعت ہے جس کی اصل مثال اور نظیر قرون مشہود لہا

بالخیر ہیں نہ ملتی ہو۔

سال کے بعد مزارات پر جانا حدیث سے ثابت ہے اس مقام پر بلا کسی طویل بحث کے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ نقل کئے دیتا ہوں جو فتاویٰ عزیزی میں ہے منصف کے لئے یہی کافی ہے وہ فرماتے ہیں۔ اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئات اجتماعیہ مردمان کثیر محض بنا بر زیارت و استغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر درمنثور نقل نمودہ کہ بر سر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر مقابر رفتند و دعا برائے اہل قبور می نمودند ایں قدر ثابت و مستحب است۔ دوم آنکہ بہ ہیئات اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند فاتحہ بر شیرینی و طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضرین نمائند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باکسے نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ اموات و احیاء است۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں از ینجا است حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں۔

وہ حدیث بھی سن لیجئے فتاویٰ شامی میں ہے روی ابن ابی شیبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء باحد علی راس کل حول خلفائے راشدین کا معمول بھی سن لیجئے تفسیر درمنثور میں ہے والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون

جناب ماہر صاحب اب آپ اپنی بدعت وضلالت سے کہئے کہ وہ اپنا منہ ان حضرات محدثین دہلی کے فتاویٰ کے آئینہ میں دیکھے پھر آپ دیکھئے کہ اُس بدعت کا منہ بگڑا یا نہیں۔

اجتماع تو عقیدت مندوں کی کثرت و قلت اور سلسلہ کی وسعت و عدم وسعت پر موقوف ہے بہت سے ایسے عرس ہیں جہاں دس بیس تو سوا سو آدمی مجتمع ہوتے ہیں کہیں اس سے زیادہ کہیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ماشاءاللہ اس دور میں مسلمانوں کی مردم شماری میں اکثریت اُس میں بھی اہل سنت کی کثرت ایک ایک گھر سے ایک ایک آدمی شریک ہو تو ہزاروں کا مجمع ہو جائے دیکھئے گذشتہ زمانوں میں حج و زیارت کے موقعہ پر اس قدر اجتماع کہاں ہوتا تھا جس قدر آج کل ہے اب اس مجمع کو نہ آپ روک سکتے ہیں نہ ہم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

قرآن پڑھنا کھانا کھلانا تقسیم کرنا بدعت نہیں ہے وعظ و تذکیر بدعت نہیں یہ سب چیزیں علیحدہ علیحدہ مباح اور مباح چیزیں اگر اکٹھی ہو جائیں تو مجموعہ بدعت سیئہ نہ ہوگا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلك المجموع مباحًا۔

عید نہ بنانے کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں عرس کرنا عید منانا نہیں ہے بلکہ مجلس ایصال ثواب ہے نذر و نیاز کے متعلق گفتگو آگے آتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں" رسول اللہ کے عہد میں متعدد صحابہ وفات پاتے ہیں مگر کسی وفات پائے ہوئے صحابی کا نہ تیجا ہوتا ہے نہ دسواں اور چالیسواں اور نہ اُن کی قبروں پر عرس کیا جاتا ہے" الخ

جناب ماہر صاحب احکام شریعت جانب فعل میں فرض ہیں واجب ہیں سنت و مستحب ہیں جانب ترک میں حرام ہیں مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں۔ اور یہ تمام چیزیں دلیلوں سے ثابت ہوتی ہیں جیسی دلیل ہوگی ویسا ہی حکم ہوگا قرآن کی نص قطعی یا حدیث متواتر سے فرضیت ثابت ہوگی حدیث مشہور سے وجوب آحاد سے سنت و استحباب استحباب کی دوسری دلیل

استحسان سلف وعلما بھی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔

آپ عرس تیجا دسواں وغیرہ کے لئے فرماتے ہیں اور آگے میلاد قیام میلاد گیارھویں وغیرہ کے لئے فرمادیں گے کہ یہ چیزیں حضور کے اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھیں بعد کو ایجاد ہوئیں سنیئے اگر یہ چیزیں حضور یا صحابہ کے زمانہ میں ہوتیں تو واجب ہوتیں یا سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ہم نہ ان کو فرض کہتے ہیں جو کوئی قرآن سے دلیل کا مطالبہ کرے نہ واجب نہ سنت جو حضور یا صحابہ کے قول وفعل کا مطالبہ کیا جائے جیسا دعوی ہوگا اسی قسم کی دلیل کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ یا دلیل تلاش کی جاسکتی ہے لہذا یہ کہنا کہ یہ چیزیں نہ حضور کے عہد میں تھیں نہ صحابہ کے اس سے ان کے واجب اور سنت ہونے کی نفی ہوسکتی ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ ہمارا دعوی بطور اصل اباحت کا ہے پھر استحباب کا اباحت کے لئے دلیل صرف یہی ہے کہ اصل الاشیاء الاباحۃ ما سکت عنہ فھو عفو استحباب کے لئے صرف یہی کافی ہے ما احبہ السلف جس کو سلف صالحین نے اچھا سمجھا ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن جس کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر۔

پس تیجا، دسواں، گیارھویں اور عرس وغیرہ میلاد وقیام میلاد یہ چیزیں مستحب ہیں ان کے لئے یہ ہی کافی ہے احبہ السلف فرض واجب سنت نہیں جو قرآن یا حدیث رسول یا آثار صحابہ میں تلاش کی ضرورت ہو۔

ماہر صاحب اصول فقہ کا یہ وہ سنہرا اور ضروری اور کانٹے کی تول والا اصول ہے کہ اس سے تمام مسائل بطور اصول طے ہو جاتے ہیں اور بدعت کے سلسلہ میں آپ اور آپ کے ہم پیشہ لوگوں کے طول طویل کلام کا اسی سے اصولی جواب ہو جاتا ہے

آپ نے حدیث من وقر صاحب بدعت کے نقل کرنے سے پہلے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدعت کی تعظیم و توقیر کی ان لفظوں میں مخالفت فرمائی"۔

جی اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ پُرانے زمانہ کے وہابی ہوں یا نئے زمانہ کے چولہ بدل کر دوسرا ٹائیٹل لگا کر آنے والے وہابی ہوں یہ سب اہل بدعت محرمہ مکروہہ ہیں لہذا اُن کی تعظیم و توقیر کرنا اُن کا وعظ سننا ان کی مجلس میں شریک ہونا ان کی تحریر پڑھنا سب ناجائز ہے حضور نے انھیں لوگوں کے متعلق فرمایا ہے "ایاکم وایاہم" ان سے بچتے رہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ "بدعت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتی"۔

بالکل سچ فرمایا شروع میں خارجیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی پھر وہابیت نجدیت کا لباس پہنا پھر دیو بندیت کے روپ میں آئی پھر تبلیغی جماعت اور اسلامی جماعت کی شکل میں متشکل ہوئی الحمد للہ کہ تابعین کے زمانہ سے جو اہل سنت چلے وہ اب تک اسی نام سے اپنے اصول پر قائم ہیں۔

دیکھیے بدعت نے کیسا رنگ بدلا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہا خدا چاہے تو ہزاروں محمد پیدا کر ڈالے۔ اعتراض ہوا تو سلب قرآن کا مسئلہ ایجاد ہوا۔ اعتراض ہوا۔ تو امکان کذب پیدا ہوا اعتراض ہوا۔ تو ختم نبوت کے معنٰی بگاڑے ذاتی اور زمانی قسمیں نکالیں، اعتراض ہوا تو خلف وعید کو امکان کذب کی فرع بتایا۔ دیکھا آپ نے بدعت نے کتنے رنگ بدلے اور ایک حالت پر قائم نہ رہی۔

آپ نے لا تتخذ وا قبری وثنا حدیث نقل کرکے روضۂ رسول کے قریب عرض و معروض کرنے کے متعلق حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا قول نقل

کیا نہ معلوم یہ واقعہ کس درجہ صحت پر ہے۔ بہرحال آپ کا خیال یہ ہے کہ روضۂ رسول کے پاس کھڑے ہو کر کچھ عرض و معروض نہ کیا جائے۔ اب یہ بتائیے کہ آپ جب حج کو گئے تو روضۂ رسول پر حاضر ہو کر عرض صلوٰۃ و سلام اور طلب شفاعت کھڑے ہو کر کیا تھا۔ یا بیٹھکر اگر کھڑے ہو کر تو امام زین العابدین کے ارشاد کے خلاف کیا حالانکہ آپ نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے نقل کیا اور اگر بیٹھکر کیا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دستور کے خلاف کیا علامہ قاضی عیاض نے شفا میں لکھا کہ بعض حضرات نے عبداللہ ابن عمر کو دیکھا اتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوقف فرفع یدیہ حتیٰ ظننت انہ افتتح الصلوٰۃ فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم انصرف کہ وہ حضور کے مزار کے پاس آئے اور کھڑے رہے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ میں سمجھا کہ نماز شروع کر دی۔۔۔۔

....

۔۔۔۔۔۔ حضور پر سلام عرض کیا اور چلے گئے ایسا ہی موطا میں یحییٰ ابن یحییٰ کی روایت سے ہے۔

آپ نے اس وقت غور کیا ہو گا تو بڑی مشکل میں پڑ گئے ہوں گے کہ کھڑا ہوتا ہوں تو امام زین العابدین کے خلاف اور بیٹھتا ہوں تو حضرت عبداللہ ابن عمر کے خلاف غالباً اس مشکل کو اس طرح حل کیا ہو گا کہ آپ نے صلوٰۃ و سلام ہی عرض نہ کیا ہو گا یا پھر لیٹ کر۔ لا تتخذ وا قبری وثنا اسی مضمون کی حدیث مشکوٰۃ میں موجود ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور نے فرمایا اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذ وا قبور انبیاءھم مساجد

اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنا کہ اُس کی عبادت ہو خدا کا غضب اُن پر بہت ہوا جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔ مسجد بنانے کے معنی میں بتا چکا ہوں کہ مسجود لہٗ یا مسجود الیہ بنانا اور یہ جملہ تفسیر واقع ہوا۔ لا تجعل قبری وثنا تو اُس سے بھی مراد ہے کہ میری قبر کو نہ مسجود الیہ بنا نہ مسجود لہٗ تو مقصود اس سے سجدہ کا منع کرنا ہوا کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرنا یا طلب حاجت کرنا یا خدا سے وہاں دعا کرنا ممنوع نہیں اور وثنا بعین میں داخل نہیں یاد رکھیئے۔ گیارھویں شریف اور چھٹی یہ ایام عرس میں گیارہ تاریخ ربیع الآخر یوم وصال ہے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اور چھٹی تاریخ رجب کی تاریخ وصال ہے حضرت خواجہ غریب نواز کی عرس کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ مستحب ہے رہے یہ نام تو عرفی ہیں اور ان سے کوئی تفریق نہیں پیدا ہوتی ورنہ اسلامی جماعت نام رکھنا بھی بدعت ہو جائے گا اور رسالہ کا "فاران" نام رکھنا بھی بدعت شمار کیا جائے گا۔

ہمارے ماہر صاحب نے ایک عجیب استدلال پیش فرمایا ہے کہ گیارھویں اور چھٹی کرنے کی نہ بڑے پیر صاحب نے تلقین کی نہ حضرت خواجہ نے۔ اجی حضرت یہ تو اُن کا عرس ہے کہ یہ تاریخ وصال ہے تو اپنے وصال سے پہلے گیارھویں اور چھٹی کر لیتے واہ واہ یہ چیزیں اُن کے وصال کے بعد ہوئیں اور یہ حضرات اپنی زندگی میں اپنے سے پہلے بزرگوں کا عرس کرتے تھے۔ اس لئے ان کی اقتدا میں اُن کے چاہنے والے اُن کا عرس کرتے ہیں دلیل یہ نہیں بلکہ آپ یہ دکھائیے کہ انھوں نے بصیغہ خصوصی عرس کو منع کیا ہے ممانعت کے لئے دلیل خاص چاہیئے۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات یا ولادت نہیں منایا تو یہ دکھائیے

کہ حضور نے منع بھی فرمایا کہ ابتدا امت کرو علاوہ بریں اوپر گذر چکا کہ حضور ہر سال فاتحہ خوانی کے لئے شہداء احد اور قبرستان میں تشریف لے جاتے تھے اور ایک شخص نے حضور سے عرض کیا کہ میں ہر شنبہ کو روزہ رکھوں، حضور نے فرمایا فیہ ولدت اس دن تو میں پیدا ہوا (مشکوٰۃ کتاب الصوم) حضور نے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کی اجازت اور بلفظ "فیہ ولدت" دے کر میلاد کی یادگار قائم فرما دی۔

آپ فرماتے ہیں "یہ مولود جو مسلمانوں میں مروج ہے اس کا بانی مبانی سلطان ملک شاہ سلجوقی ہے۔" آخر میں آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ مولود مروج نہ سنت رسول ہے نہ اسوۂ صحابہ نہ سلف صالحین بلکہ سنت ملوک ہے۔ کیا سلطان سلجوقی مسلمان نہ تھا اس کو حضور کا نام لینے حضور کے ذکر سے نفرت ہونی چاہیئے تھی سلطان ہو یا گدا سب اُن کے دربار کے نیازمند ہیں سب کو حق ہے کہ حضور کی یادگار منائیں مسلمان بادشاہوں نے عالی شان مسجدیں بنائیں زیب و زینت دی بڑے بڑے مدرسے دار العلوم قائم کئے یہ سب سنت ملوک ہوئی لہٰذا ایسی مسجدوں میں نہ آپ کو نماز پڑھنا چاہیئے نہ ایسے دار العلوم میں تعلیم حاصل کرنا چاہیئے اور جو ان سے فائدہ حاصل کرے وہ سب بدعتی واہ کیا بدعت ہونے پر استدلال فرمایا کہ یہ سنت ملوک ہے۔

علاوہ بریں حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی تعیم المسائل میں فرماتے ہیں وکان اول من فعل ذالک بالموصل الشیخ عمر بن العلاء احد الصالحین المشہورین۔ مجلس میلاد مبارک کی ابتدا ایک صالح بزرگ نے موصل میں فرمائی

جن کا نام شیخ عمر بن العلاء ہے اُن کی اقتدا میں لوگ اس مجلس کو قائم کرتے رہے شاہان وقت نے بھی اس کی اقتدا کی مولوی تو غریب قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور اُن کے ماننے والے بھی ایسے ہی غریب لوگ اپنی حیثیت کے مطابق انھوں نے عمل کیا مسلمان بادشاہوں نے دیکھا کہ اس سے ہمارے رسول کی شان بڑھتی ہے انھوں نے اپنی حیثیت کے مطابق شان و شوکت سے اس عمل کو کیا اس میں کیا خرابی ہوئی کہ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت کے مطابق یادگار منائے۔

علاوہ بریں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علمائے حق نے کیا رد و انکار کیا یا قبول و تسلیم کیا۔ تفسیر روح البیان سورہ فتح میں ہے ومن تعظیمہ عمل المولد اذا لم یکن فیہ منکر قال الامام السیوطی مستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ علیہ السلام وقد قال ابن الحجر الہیتمی البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبہا وعمل المولد و اجتماع الناس لہ کذلک بدعۃ حسنۃ قال السخاوی لم یفعلہ احد من القرون الثلثۃ وانما حدث ثم لا زال اہل الاسلام یحتفلون فی کل سنۃ جدیدۃ ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم۔

مجلس میلاد شریف منعقد کرنا جب کہ اس میں کوئی منکر نہ ہو حضور کی تعظیم میں داخل ہے۔ علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ہمارے لیے مستحب ہے کہ حضور کی ولادت با سعادت کے شکریہ کا اظہار کریں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے اور میلاد کے لیے آدمیوں کا جمع ہونا بھی بدعت حسنہ ہے۔ علامہ سخاوی نے فرمایا کہ اگرچہ قرون ثلثہ میں اس قسم کی مجلس نہ تھی بلکہ بعد میں پائی گئی پھر اہل اسلام ہر سال محفلیں منعقد کرتے رہے اور میلاد مبارک پڑھنے کے لئے اہتمام میں

مصروف رہے۔

ایسا ہی علامہ حافظ عبدالرحمن معروف بہ ابو شامہ نے کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں۔ ملا علی قاری مکی نے مورد الروی میں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ماثبت بالسنہ میں۔ محدث ابن جوزی نے علامہ سید زینی دحلان مکی نے دو رسینہ میں فرمایا بلکہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے مجموعہ فتاوی میں جواز کے دلائل پیش کرتے ہوئے تاج الدین فاکہانی (جو سب سے پہلا منکر ہے مجلس میلاد کا اور منکرین کا مقتدا ہے) کو جواب دیتے ہوئے فرمایا "اور کسی نے مستحب ہونے کا انکار نہ کیا سوا ایک قلیل طائفہ کے جس کا پیشوا تاج الدین فاکہانی ہے اور اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ ان علماء کا مقابلہ کرسکے جنہوں نے اس کے مستحب ہونے کا فتوٰی دیا پس اس کا قول قابلِ اعتبار نہیں (ج ۲)

اور لیجئے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں "مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل میلاد شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں۔

غالبًا علماء و مشائخ کے یہ کلمات ماہر صاحب کی نظر سے نہ گذرے یا پس پشت ڈال دیئے اپنی اور اپنے امام مہدی سری کی تحقیقات کے سامنے بے اعتبار جانا۔ اگر ایسا ہے تو بطور نصیحت دو جملے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سناؤں، وہ فرماتے ہیں من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ تمہیں اقتدا کرنی ہے تو ان کی کرو جو دنیا سے جاچکے (اس لئے کہ وہ پاک اور کامیاب زندگی بسر کر گئے ہیں خطروں سے بچ گئے ہیں)، جو

زندہ ہیں ان کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے (مشکوٰۃ)۔

جن لوگوں کے میں نے اب تک کلمات طیبات کسی عنوان میں بھی نقل کئے ہیں وہ بحمد اللہ ایسے ہی ہیں کہ کامیاب گئے صلاح و تقویٰ لے کر گئے خوف خدا لے کر گئے۔ جناب ماہر صاحب جن کے اور جن کی نئی تحقیق و اجتہاد کے چکر میں ہیں۔ وہ نہ علم و عمل میں نہ فہم قرآن و حدیث میں نہ تحقیق مسائل میں اُن سے بڑھ کر اب تک ثابت نہ ہوئے اگر سطحی نظر رکھنے والے سطحیات کے رنگ و روغن کی دل فریبی میں الجھ کر اپنا دل و دماغ قربان کر دیں نئی روشنی والے نئی قسم کی روشنی سے خیرہ چشم ہو کر آئندہ کی تاریکی خرید لیں۔

آپ فرماتے ہیں یہاں گفتگو مروجہ میلاد سے ہے جہاں تک حضور کی سیرت کے تذکرہ و بیان کا اور اُس کی نشر و اشاعت کا تعلق ہے اُس کو زیادہ سے زیادہ عام ہونا چاہیئے سیرت النبی کے جلسوں کا انعقاد ضروری ہے۔

مروجہ میلاد میں کیا گالیاں بکی جاتی ہیں جو وہ ناجائز اور سیرت النبی کا جلسہ ہونا ضروری۔ مجلس میلاد میں حضور کے فضائل و معجزات کا بیان ہوتا ہے عبرت و نصیحت کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ حضور کے اخلاق کا تذکرہ ہوتا ہے جو سیرت کے جلسہ میں ہوتا ہے وہی میلاد میں ختم بیان پر واقعہ ولادت معتبر روایات سے بیان کر دیا جاتا ہے کیا واقعہ ولادت اور ولادت سے پہلے یا اُس وقت جو ارہاصات ظاہر ہوئے اُن کا بیان سیرت کا بیان نہیں یہ سب چیزیں حضور کی سیرت مبارکہ کے اجزاء ہیں نہ معلوم آپ نے سیرت کس چیز کو سمجھ رکھا ہے کہ واقعہ ولادت کو سیرت سے علیحدہ کیا جاتا ہے یا صرف لفظ میلاد سے چڑھ ہے۔

جناب ماہر صاحب مجلس میلاد کا منعقد کرنا اور حضور کی پیدائش کو بکرات ومرات سناتے رہنا توحید الٰہی کا پاسبان ہے کہ کہیں حضور کے فضائل وکمالات معجزات ومراتب سن کر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ دیں، اس لئے جب ولادت بیان کر دی جائے گی تو لوگ سمجھ لیں گے کہ جو پیدا ہو جس کے ماں باپ ہوں وہ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اتنی بڑی مفید چیز کو آپ بدعت اور ضلالت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں عقل وہوش سے کام لیجئے۔

ہاں مجلس میلاد شریف میں ایک چیز البتہ موجود ہے اور اسی سے آپ کا دل کڑھتا ہے اور وہی تلخ معلوم ہوتی ہے یعنی قیام میلاد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا۔ یہ دیکھئے۔

آپ فرمانے بھی لگے۔ گفتگو اس میں ہے کہ ذکر رسول کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا مناسب نہیں ہے جس سے بے اعتدالیوں کی راہیں نکلتی ہوں اور ایسی باتوں کو ضروری ٹھہرا لیا گیا ہو جن کی دین میں کوئی اصل نہیں مثلاً محفل میلاد شریف میں قیام ایک ناروا جدت ہے۔"

اوّل تو یہ سمجھ لیجئے کہ نہ کوئی محفل میلاد کو فرض وواجب شرعی سمجھتا ہے نہ سنت تو قیام میلاد کو ضروری کس نے ٹھہرایا وہ بھی مستحب یہ بھی مستحب۔

جناب ماہر صاحب ایک سبق یہ بھی یاد رکھئے کہ فرض وواجب سنت ومستحب میں بہت فرق ہے فرض واجب نہیں ہو سکتا واجب سنت ومستحب نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کی دلیل ثبوت علیحدہ لیکن یہ فرق اعتقادی ہے یعنی صرف

اعتقاد قلب میں محفوظ ہے یعنی فرض کو فرض سمجھنا چاہیئے واجب کو واجب سنت و مستحب کو سنت و مستحب لیکن عمل میں برابر ہو سکتے ہیں یعنی ہر ایک ہمیشگی کو چاہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احب الاعمال الی اللہ اور مہا اعمال میں محبوب وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے دیکھئے فرض نمازوں سے قبل و بعد میں سنتیں ہیں اور جب فرض ادا کئے جاتے ہیں تو سنتیں بھی ادا کی جاتی ہیں اسی طرح وتر واجب ہیں مگر برابر پڑھے جاتے ہیں عمل میں برابر ہیں مگر اعتقاد و نیت میں فرق ملحوظ ہے فرض کے لئے فرض کی نیت کرتا ہے، سنت کے لئے سنت کی۔

اب جبکہ فرض کے ساتھ ساتھ واجب وتر ادا کئے جاتے ہیں تو کوئی اگر یہ کہے کہ یہ واجب و سنت کو فرض جانتا ہے کیونکہ ہمیشہ پڑھتا ہے اور کبھی نہیں چھوڑتا تو اس سے زیادہ ناواقف کون ہوگا۔ ایک شخص چاشت و تہجد کا پابند ہے برابر پڑھتا ہے تو اگر کوئی یہ کہے کہ چاشت و تہجد کو فرض اور ضروری جانتا ہے۔ جو ہمیشہ پڑھتا ہے تو وہ دوسرے کی نیت پر حملہ کرتا ہے۔

غرضیکہ اعمال عمل میں برابر ہو سکتے ہیں فرق صرف نیت میں رہے گا۔ میلاد کی مجلس عرس گیارھویں قیام میلاد اگر کوئی پابندی اور ہمیشگی سے کرتا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ ان چیزوں کو فرض و واجب جانتا ہے جو ہمیشہ کرتا ہے اور ناغہ نہیں کرتا۔ عمل میں تو ہمیشگی ہی محبوب و پسندیدہ ہے جیسا کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔

پس جناب ماہر صاحب یا کسی اور ان کے ہم خیال کا یہ کہنا کہ قیام کو عرس کو ضروری ٹھہرا لیا ہے، یہ نیت پر حملہ کرنا ہے جو ناروا وتیرہ ہے۔ حضرت

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ذبیحہ میں اسی اصول کی طرف اشارہ فرماتے ہیں "و ایں طعن مبنی است بر جہل بر احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند۔

مجلس میلاد شریف بھی مستحب ہے اور قیام میلاد بھی مستحب ہے اور مستحب کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ علماء حق اس کو مستحب سمجھیں مسلمان اس کو مستحسن جانیں، حضور کی حدیث گذر چکی ہے کہ جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ جب مستحب علماء و اہل اسلام ہوا تو اس کے ثبوت کے لئے کتاب و سنت اور آثار صحابہ یا ائمہ مجتہدین کے ارشادات تلاش کرنا اصول کے خلاف ہے۔ اقوال علماء سماعت فرمایئے۔

علامہ سید زینی دحلان مکی درر سنیہ میں فرماتے ہیں۔ من تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقرأۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ شب ولادت میں خوشی منانا بیان ولادت پڑھنا وقت ولادت قیام کرنا حضور کی تعظیم سے تعلق رکھتا ہے۔

علامہ برہان الدین حلبی انسان العیون میں فرماتے ہیں۔ قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دینا و ورعا تقی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ وتابعہ علی ذلک مشائخ الاسلام فی عصرہ۔ حضور کے ذکر کے وقت عالم امت مقتدائے دین ائمہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے قیام کیا اور اس زمانہ کے مشائخ نے اتباع کیا۔

حضرت مولانا عثمان ابن حسن دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ اثبات قیام

میں فرماتے ہیں۔ القیام عند ذکر ولادۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم لاشک فی استحبابہ واستحسانہ ونلہ بہ حضور کی ولادت کے وقت قیام کے مستحب ومستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت مولانا سراج العلماء سراج مکی مفتی حنفیہ اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں
نراہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ والحکام من غیر نکیر ورادّ ولھذا کان حسنا ومن یستحق التعظیم غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم ویکفی اثر عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن؛
یہ قیام ائمہ اعلام میں رائج ہے ائمہ و حکام نے اس کو برقرار رکھا نہ کسی نے انکار کیا، نہ کسی نے رد، اسی لئے یہ مستحسن ہے اور حضور کے سوا تعظیم کا کون مستحق ہے اور ثبوت کے لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر کافی ہے کہ جس چیز کو مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

علامہ برزنجی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو درایۃ وروایۃ فطوبیٰ لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ۔ حضور کی ولادت کے وقت قیام ایسے ائمہ نے بہتر سمجھا جو صاحبان روایت وعلم ہیں مژدہ ہے اس کے لئے جس کا انتہائے مقصود حضور کی تعظیم بجالانا ہے؛

جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل میلاد شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت

پاتا ہوں۔

جناب ماہر صاحب استحباب کے لئے جس قدر ضرورت تھی وہ موجود ہے ان ارشادات سے ثابت ہے کہ قیام کوئی ناروا حدبت نہیں، ہاں اس قدر ثبوت ہوتے ہوئے استحسان کا انکار بے شک ناروا حدبت ہے جس کے بانی اب پیدا ہوئے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں " بلکہ حدیث میں کھڑے ہو کر تعظیم دینے کو عجمی لوگوں کے ناپسندیدہ طریقہ سے تعبیر کیا گیا ہے "۔ اس کے بعد حدیث لا تقوموا کما یقوم الاعاجم نقل کی۔ جناب ماہر صاحب آپ کیا جانیں حدیث کے مفہوم و مطلب کو آپ نے تو قیام کا لفظ دیکھا اور مقالہ لکھنا شروع کر دیا۔

حدیث میں صاف موجود ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اس طرح نہ کھڑے ہو جیسے عجمی کھڑے رہتے ہیں تو پہلے ہمیں عجمیوں کے کھڑے ہونے کی جستجو کرنا چاہیے تاکہ قیام ممنوع کا پتہ لگ جائے۔

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے ایک معاملہ کے تصفیہ کے لئے بلا بھیجا وہ سواری پر حاضر ہوئے حضور نے فرمایا قوموا الی سیدکم اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ (مشکوٰۃ) اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی نے لکھا فیہ اکرام اھل الفضل وتلقیھم والقیام لھم اذا قبلوا احتج بہ الجمھور وقال القاضی عیاض لیس ھذا من القیام المنھی عنہ وانما ذالک فیمن یقومون علیہ وھو جالس ویتمثلون لہ قیاما طول جلوسہ

اس حدیث میں اس امر کا ثبوت ہے کہ اہل فضل کا اعزاز کیا جائے اُن کا استقبال

کیا جائے وہ آئیں تو اُن کے لئے قیام کیا جائے جمہورِ علماء نے ان چیزوں کے جواز پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ علامہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا، ممنوع قیام یہ ہے کہ لوگ کھڑے رہیں وہ بیٹھا رہے (مرقاۃ)

چنانچہ دوسری حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوا مقعدہ من النار جس کو یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

دوسری جگہ ہے وفی حدیث سعد دلالۃ علی ان قیام المرء بین یدی الرئیس الفاضل والوالی العادل وقیام المتعلم للمعلم مستحب غیر مکروہ حضرت سعد کی دلیل حدیث ہے اس امر کے لئے کہ کسی کا رئیس فاضل والی عادل کے لئے متعلم کا اُستاد کے لئے کھڑا ہونا مستحب ہے مکروہ نہیں۔

باب القیام سے پہلے ہی حدیث ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ حضرت فاطمہ کھڑی ہو جاتیں حضور کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتیں (مشکوٰۃ) یہ حدیث بھی قیام کے لئے دلیل ہے اور حضور نے اُن کو منع بھی نہ فرمایا۔

اب معلوم ہوا کہ حضور نے جس قیام کو فرمایا وہ کھڑا ہونا نہیں بلکہ کھڑا رہنا ہے اور وہ بھی بلا وجہ و ضرورت عجمیوں کے قیام میں یہی دستور تھا۔

دوسرا دستور یہ ہے کہ بار بار آنے جانے میں کھڑا ہونا ا محض تکلف نہ خدمت نہ تعظیم، نہ اور کوئی ضرورت اس قیام کو حضور نے منع فرمایا، پہلی مرتبہ آنے

والے کے لئے قیام ممنوع نہیں، ورنہ حضرت سعد کے لئے کھڑے ہونے کے واسطے نہ فرماتے اور حضرت فاطمہ کو بھی قیام سے منع فرمادیتے، یہ قیام میلاد یہ قیام نہیں جس پر قیام میلاد کا قیاس کیا جائے۔

اور یہ آنے والے عالم فاضل کے لئے قیام کرنا ممنوع نہیں اسی واسطے فتاوے کی کتابوں میں اس کے جواز پر فتوٰی دیا گیا ہے۔ فتاوٰی عالمگیری اور فتاوٰی شامی ملاحظہ فرمایئے اگر ان میں وقت ہو تو مانعین قیام کے پیشوا و مقتدا مولوی رشید احمد گنگوہی کا ہی فتوٰی سن لیجئے "تعظیم دین دار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا تعظیماً درست ہے حدیث سے ثابت ہے"۔

اور اگر قیام خدمت کے لئے ہے تو بلا شبہ جائز ہے خواہ وہ ذکر صلوٰۃ و سلام ہی عرض کرنا ہو اگر صلوٰۃ و سلام کے عرض کرنے کے لئے کھڑا ہونا ممنوع ہوتا اور یہ کھڑا ہونا بھی حدیث ممانعت میں داخل ہوتا تو بوقت زیارت حضور کے مواجہہ میں کھڑے ہونے کو ہرگز تجویز نہ کیا جاتا۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ یحیی ابن معین کی روایت سے موطا میں ہے۔ ان (ابن عمر) کان یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و علی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبد اللہ ابن عمر حضور کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر حضور پر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر کا یہ فعل اسی لئے ہے کہ وہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کو جائز جانتے ہیں اور جواز کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے

علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں ینبغی لمن اذا استقبل الوجہ الشریف ان یکون واقفا فذالک افضل من جلوسہ کما اقتضاہ کلامھم وھو ظاھر اذھو الماثور بل والادب۔ زیارت کرنے والا جب وجہ مبارک کے سامنے ہو تو کھڑے ہو کر یہ بیٹھنے سے افضل ہے، جیسا کہ علما کے کلام کا مقتضی ہے اور یہی ظاہر ہے اس لئے کہ یہی روایت میں آیا ہے بلکہ یہی ادب ہے، علامہ کرمانی حنفی فرماتے ہیں یضع یمینہ علی شمالہ کالصلوٰۃ کھڑے ہونے والا نماز کی طرح ہاتھ باندھے (جوہر منظم)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ اس طرح کھڑے ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ یہ قیام وہ قیام ممنوع نہیں ہے یعنی حدیث ممانعت میں یہ قیام داخل نہیں۔ جن حضرات نے اس قیام کو جائز قرار دیا اُن کے سامنے وہ حدیث ممانعت بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اندھا دھند جائز قرار نہیں دیا ہے جس طرح آپ نے اندھا دھند ناجائز قرار دے دیا انھوں نے سمجھ لیا کہ عرض صلوٰۃ وسلام کے لئے قیام قیام ممنوع اور قیام بھی نہیں۔

قیام میلاد میں بھی قیام بلاوجہ و ضرورت نہیں جیسا کہ عجمیوں کا قیام ہے بلکہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے لئے قیام ہے لہذا یہ قیام ممانعت والی حدیث میں داخل نہیں تو آپ کا اس قیام کو بھی قیام سمجھنا اور بدعت بدعت کی آواز لگانا اتباع سنت کا جھوٹا دعویٰ ہے۔ کسی کو کیا حق ہے کہ مباح و مستحسن کو محض اپنی منطقی قیاس اور عقلی گھوڑا دوڑا کر ناجائز کہے لم تصف السنتکم الکذب ھذا حلال ھذا حرام۔ اُن آیات کی تلاوت کے وقت جن میں حضرات

انبیا کی ولادت کا ذکر ہے حضور اگر کھڑے ہو جاتے تو پھر یہ کھڑا ہونا فرض یا واجب یا سنت نہ ہو جاتا کہ حضور کے فعل سے یہی احکام مستخرج ہو سکتے ہیں اور یہاں فرض و واجب و سنت تو کوئی کہتا ہی نہیں بلکہ مباح و مستحب کہا جاتا ہے اور اس کے لئے دلیل اس قدر کافی ہے کہ علمائے اُمت نے اُسے مستحب سمجھا اور مستحب کا حکم یہ ہے کہ عمل کرو تو ثواب ورنہ کوئی عتاب نہیں بشرطیکہ اُسے بدعت نہ جانے۔

اے جناب ماہر صاحب ماشاءاللہ آپ کے دل میں اتباع سنت اور ترک بدعت کا بڑا جذبہ ہے اور اسی جذبہ کے ماتحت آپ قیام میلاد کو بدعت اور ناروا حرکت فرمارہے ہیں اور ثبوت میں آپ فرمارہے ہیں کہ نہ حضور نے کیا نہ صحابہ نے کیا نہ ائمہ فقہ نے کیا مگر یہ تو فرمایئے کہ حضور نے کبھی بھی اپنی ڈاڑھی ایک مشت سے کم نہ رکھی اور نہ صحابہ نے نہ ائمہ فقہ نے تو یک مشت ڈاڑھی سنت رسول و صحابہ و ائمہ فقہ ہوئی دیکھنا یہ ہے کہ آپ میں اس سنت کا کتنا جذبہ ہے اور ڈاڑھی کم رکھنے کی بدعت سے کس قدر پرہیز ہے ذرا آئینہ ہاتھ میں لے کر تو دیکھئے یا یہ سنت و بدعت کی بحث قیام میلاد ہی کے لئے ہے اور اتباع سنت کا نعرہ یہیں تک ہے ماہر صاحب ڈاڑھی کا یک مشت ہونا تو منصوص ہے لیکن وہ آپ سے ناراض ہے اور قیام میلاد کا عدم جواز تو منصوص نہیں ہائے اتباع سنت کا یہ جھوٹا دعوے کہ پاؤں تک رہ جائے اور چہرے سے غائب۔

عشق و محبت کا صحیح تقاضہ

جناب ماہر صاحب، یہاں عشق کو گنجائش ہی نہیں جس طرح کہ عقل صرف

کی رسائی نہیں۔ ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ صراطِ مستقیم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے وہ راستہ مراد ہے جو محبت و عقل کے درمیان ہو ظلم یکون عشقًا محضًا مفضیًا الی بجذب عشق نہ ہو جو جذب کی کیفیت پیدا کر دے صرف محبت رہی اور محبت کا صحیح تقاضہ محبوب کی اطاعت ہے ان المحب لمن یحب مطیع اور اطاعت کے معنی یہ ہیں کہ کتاب و سنت سے جو احکام تعلق رکھتے ہیں اُن پر اعتقاد و ایمان رکھے جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں اُن کو عمل میں لائے فرض کو فرض جانے واجب کو واجب، سنت کو سنت، مستحب کو مستحب، مباح کو مباح اور ہر ایک پر اس کو ویسا ہی سمجھتا ہوا عمل کرے جن چیزوں سے منع کیا ہے، اُن سے باز رہے، حرام کو حرام مکروہ کو مکروہ، بدعت کو بدعت جانے اور ان کو ویسا ہی سمجھتا ہوا چھوڑ دے ہر وہ بدعت جو کسی حکم کتاب و سنت کے مقابل آتی ہے اور کتاب و سنت کے حکم صریح کو باطل کرتی ہے اُسے نہ دل سے اچھا جانے، نہ اُس پر عمل کرے،

اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب بندوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اُن کا انکار نہ کرے، خدا نے حضرات انبیاء و اولیاء کو علمِ غیب سے نوازا، اس کا اقرار کرے اُنھیں امداد و اعانت کی قوت و طاقت عطا فرمائی اس کا انکار نہ کرے اُن کے شفیع اور وسیلہ ہونے سے منکر نہ ہو اُن کی شان میں گستاخی و بے ادبی نہ کرے۔

کتاب و سنت کا حکم ہے کہ اجماع پر عمل کرو قیاس مجتہدین کو قابلِ قبول سمجھو اطاعت یہ ہے کہ اجماع و قیاس کو تسلیم کیا جائے۔ سنت کا حکم ہے کہ مسلمان اگر کسی چیز کو بہتر جانتے ہیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے اُسے بہتر ہی سمجھو۔ اطاعت کے وقت اپنی عقل کو مداخلت سے دور رکھو۔

جناب ماہر صاحب کے پاس صرف دو تین مسلے ہی ہیں جن کو بکرات ومرات ذکر کر رہے ہیں وہ ہی استمداد وہی علم غیب وہی عرس وہی اختیار وملکیت وہی قبور کی پختگی تبے وہی چراغ کی روشنی،

مسائل مندرجہ بالا کی تحقیق تفصیل کے ساتھ ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں،

وہابیت اور دیوبندیت

جناب ماہر صاحب نے اس عنوان کے ماتحت وہابیوں اور دیوبندیوں کی مدح سرائی فرمائی ہے اور سمجھنا چاہیے کہ توحید نمبر کے نقش اول کا مقصود اہم یہی عنوان ہے جو کچھ اس عنوان کے ماتحت گلفشانی فرمائی اُس کی دیکھ بھال تو بعد میں کریں گے جو چیز واقعی اور تاریخی ہے وہ پہلے ہم آپ کو سُنائے دیتے ہیں اگر اس موضوع پر مفصل مضمون دیکھنا ہو تو ہماری کتاب تحافت الوہابیہ کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں جو آپ کو یہاں سے دستیاب ہو جائے گا۔

وہابیت ۔ دنیائے اسلام کی مردم شماری میں جس طرح خارجیت رافضیت معتزلیت، قدریت، جبریت، قادیانیت، غیر مقلدیت، چکڑالویت وغیرہ باطل فرقے پیدا ہوئے، اسی طرح وہابیت بھی ایک مستقل فرقہ کی صورت میں رونما ہوئی اور اسلام کے لیے اُن سب فرقوں کی طرح یہ بھی ایک روح فرسا بلا بن گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دعا فرمائی، کہ اے اللہ یمن و شام میں مد و صاع میں برکت عطا فرما، صحابہ کرام نے عرض کیا، حضور ملک نجد کو بھی دعا میں شامل فرمالیجئے، حضور خاموش رہے، پھر وہ ہی دعا مانگی، صحابہ نے پھر

نجد کے لئے عرض کیا حضور خاموش رہے پھر حضور نے وہی دعا مانگی صحابہ نے پھر نجد کے لئے عرض کیا فرمایا ھناك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطان کا سینگ نکلے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

زمین نجد دعا سے برکت سے محروم رہی اور حضور کے فرمان کے مطابق زلزلوں اور فتنوں کا منبع اور قرن الشیطان کے نکلنے کی جگہ بنی۔ یہ حضور کی پیشین گوئی ہے جس کا پورا ہونا ضروری اور اس کے مصداق کا ظہور لابدی ہوا اور یقیناً ہوا ابن عبدالوہاب نجدی ہوا تاریخ دیکھیے کیسے کیسے فتنے برپا کئے اور پوری شیطنت کا سرچشمہ ہوا پڑھنے کے بعد ہی عقل میں تزلزل پیدا ہوا ایک نئے مذہب کی ایجاد کی توحید و بدعت کو ایک ایسے انداز سے پیش کیا جو پہلے کے نظریہ کے بالکل خلاف اپنے گردو پیش کے دیہاتوں کے دیہاتیوں میں شرک وبدعت کا وعظ شروع کیا اور لوگوں کو سمجھایا کہ اس وقت مکہ مدینہ طائف وغیرہ کے سارے مسلمان مشرک ہوگئے ہیں نبی و ولی کو شفیع و سفارشی اور وسیلہ بتاتے ہیں جیسے مشرکین بتوں کے متعلق کہتے تھے ان کے لئے علم غیب بتاتے ہیں اُن کو نزدیک و دور سے ندا دیتے ہیں اُن سے مدد چاہتے ہیں جس طرح مشرکین بتوں کی زیارت کرتے ہیں، اُن کے لئے سفر کرتے ہیں ایسے ہی یہ جھوٹے مسلمان کرتے ہیں یہ سب مشرک ہیں، یہ سنا سنا کر جہاد کا وعظ کیا اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کو سمجھایا کہ مکہ مدینہ کے لوگ سب مشرک ہوگئے ہیں اُن سے جہاد کرنا فرض ہے، سب جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ چنانچہ مکہ مدینہ

طائف پر حملہ کیا مسلمانوں کو، علماء کو، سادات کو قتل کیا، مالوں کو لوٹا، جن لوگوں نے پردۂ کعبہ کی پناہ لی اُن کو بھی نہ چھوڑا، یہ ہوا وہ فتنہ، یہ ہوئی وہ شیطنت جس کی حضور نے پیشین گوئی فرمائی، آخرکار شاہ قسطنطنیہ نے لشکر بھیجا محمد علی پاشا کو جو مصر میں حکومت اسلام کی طرف سے گورنر تھا حکم دیا، اُنھوں نے ان فتنہ پردازوں کا قلع قمع کیا، دیکھئے فتاویٰ شامی باب البغاۃ صاحب شامی باغیوں کا ذکر فرماتے ہیں کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذہب الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اہل السنۃ وقتل علمائہم حتی کسر اللہ شوکتہم وخرب بلادہم وظفر بہم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین وماتین والف۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے تابعداروں میں جو نجد سے نکلے اور مکہ مدینہ پر تغلب کیا واقع ہوا وہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے لیکن اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور اُن کے اعتقاد کے خلاف رکھنے والے مشرک ہیں اسی وجہ سے اُنھوں نے اہل سنت ۔۔۔۔۔۔

- -

اور اُن کے علما کا قتل جائز ٹھیرایا، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی شوکت کو توڑا اور اُن کے شہروں کو ویران کیا مسلمانوں کے لشکر نے فتح پائی یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ کا ہے

آپ کو یاد ہوگا کہ جب کفار دارالندوہ میں حضور کے خلاف مشورہ کے

لئے جمع ہوئے تھے تو شیطان بھی پہنچ گیا تھا جب اس سے پوچھا تو کون ہے تو اُس نے کہا میں شیخ نجدی ہوں، یہ سنتے ہی کافروں نے اُسے مشورہ میں شریک کر لیا بلکہ اپنا امیر و صدر بنا لیا۔

اس واقعہ سے دونوں کی روحانی مناسبت کا پتہ چلتا ہے اس لئے حضور نے نجدی کو قرن الشیطان فرمایا۔

امام رازی نے تفسیر آیۂ ویسئلونک عن الروح میں فرمایا کہ حضور عالم مثال میں جب حضرت جبرئیل کو دیکھتے تھے تو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں اور شیطان کو دیکھتے تھے تو شیخ نجدی کی شکل میں۔

اس سے بھی دونوں کی مناسبت روحانی کا پتہ چلتا ہے اور شیخ نجدی کے اعمال و عقائد تو صاف شیطنت کے مظاہرے ہیں۔

یہ ہے وہابیوں کا پیشوا و مقتدیٰ جس کے لئے ماہر صاحب آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں۔ اور اس کے خیالات کے ماننے والوں کو وہابی کہدیا جاتا ہے تو جگر تھام لیتے ہیں جناب ماہر صاحب تو ہر شخص شیعہ خارجی نیچری قادیانی بھی کہہ سکتا ہے کہ جس طرح کفار قریش مسلمانوں کو صابی کہتے تھے اُسی طرح آج کل کے مسلمان ہمیں رافضی، خارجی، نیچری قادیانی کہتے ہیں۔ حالانکہ ہم حق پر ہیں تو کیا بات ہوئی۔ ہم اگر وہابی کہتے ہیں تو یہ نئی چیز کچھ ہماری ایجاد کردہ نہیں۔ بلکہ تمام دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی خود کہتے ہیں کہ محمد ابن عبد الوہاب کے متبعین کو وہابی کہتے ہیں۔ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ ج ۱۔

ہم وہابی بطور طنز نہیں کہتے بلکہ حقیقتہً کہتے ہیں کہ جو لوگ ابن عبد الوہاب

کے سے عقیدے رکھتا ہے وہ وہابی ہے اب اس کو کیا کرے کوئی کہ ابن عبدالوہاب اپنی قرن الشیطانی کی وجہ سے بدنام ہو کر مشہور ہو گیا تو جو اس سے منسوب ہوگا وہ کبھی اسی زمرہ میں آئے گا وہابیانہ عقائد سے توبہ کر لو پھر دیکھیں کون وہابی کہتا ہے۔

جناب ماہر صاحب آپ وہابیت کے ماتھے سے کلنگ کا ٹیکہ کتنا ہی رگڑ رگڑ کر صاف کریں وہ دور نہیں ہوگا، دنیا والوں کے سامنے کتنا ہی ان کو محب توحید و سنت اور ماحی شرک و بدعت ثابت کریں مگر شیطنت و بدعقیدگی کا دھبہ نہ مٹے گا۔

آپ کیسے میٹھے میٹھے لفظوں میں فرماتے ہیں "اہلِ بدعت نے کبھی خدا کے ان غیرت مند بندوں کے لئے جو شرک و بدعت کو کسی عنوان برداشت نہیں کر سکتے وہابی دیوبندی کے لقب تراش لئے ہیں"۔

واہ رے غیرت مند کہ مسلمانوں کو مشرک بنائیں، بدعتی ٹھہرائیں، شرک توحید کی آڑ میں محبوبانِ خدا کی توہین کریں، دعائے خیر سے محروم رہیں جن کو حضور فتنہ پرواز کا لقب قرن الشیطان کا خطاب دیں، وہ آپ کے نزدیک غیرت مند بھولے بھالے، بگلا بھگت برعکس نہند نام زنگی کافور۔ ماہر صاحب ہوش میں آیئے آنکھیں کھولئے، کیا آپ کہہ رہے ہیں، ان کی تعریف کرتے ہیں جن کی زبوں حالی کی پیشین گوئی حضور نے فرمائی۔ عشق و محبت کا یہ صحیح تقاضہ نہیں ہے کہ محبوب کے دشمنوں کو زبان و قلم کی تعریف سے نوازا جائے، —

پیران نمی پرند و مریدان می پرانند۔

آپ فرماتے ہیں ان وہابیوں اور دیوبندیوں کی کتابوں کے بعض غیر محتاط جملوں اور غیر معتدل عبارتوں کا اس زور شور سے پروپیگنڈا کیا ہے کہ اس تصویر کے تمام روشن و تابناک پہلو عوام کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں"۔

جی ہاں آپ اُن کے جذبۂ اتباعِ سنت و محبت توحید کے مصنوعی پہلوؤں کا اس زور شور سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ اس تصویر کے تمام تیرہ و تاریک پہلوؤں سے عوام کو تاریکی میں رکھنا چاہتے ہیں۔

اور کیا کہنا ہے آپ کی نزاکتِ الفاظ کے کہ آپ فرماتے ہیں غیر محتاط جملے اور غیر معتدل عبارتیں، صاف صاف خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتائیں، حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم ٹھہرائیں جانور چوپاؤں کے علم ایسا کہیں ختمِ نبوت زمانی کو عوام کا خیال بتائیں۔ حضورؐ کے روضۃ انور کو صنم اکبر کہیں، جو نبی و ولی کے شفیع ہونے کا عقیدہ رکھے، اُس کو اور ابوجہل کو برابر کہیں، حضورؐ کے روضے کے سامنے کھڑے ہو کر طلب دعا و سفارش کرنے پر بتوں کے سامنے کھڑے ہونے کی مثل قرار دیں، سفرِ زیارت کو شرک کہیں اور پھر غیر محتاط اور غیر معتدل جملے اور عبارتیں، ماہر صاحب یاد رکھیے قرآن کی آیت ولاتکن للخائنین خصیما خائن کی حمایت نہ کرو۔

بہرحال آپ نے غیر محتاط اور غیر معتدل تو مانا، بس یہی عدم احتیاط و عدم اعتدال تو قابلِ گرفت ہوئی شانِ رسول میں تو اس قدر احتیاط کا حکم ہے کہ مسلمانوں کو راعنا کہنے سے روک دیا گیا اور فرمایا کہ واسمعوا ہمارے اس حکم کو سن کر احتیاط برتو وللکفرین عذاب الیم، احتیاط نہ برتی تو کفر ہے اور کافروں

کے لئے عذاب الیم اسی احتیاط کی بنا پر فرمایا گیا لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم، حضور کو تم بلاؤ تو ایسے نہیں۔ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ اسی اعتدال کی بنا پر فرمایا گیا ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون۔ جو آپ کو حجرہ کے ادھر ادھر سے اپنی ضرورت کے لئے بلاتے ہیں اکثر ان کے عقلمند نہیں ہیں، ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم ان کو صبر کرنا چاہیے تھا، یعنی آواز دے کر بلانا نہ چاہیے تھا انتظار کرتے، یہاں تک کہ آپ خود تشریف لاتے، یہ بہتر تھا۔

آپ نے عدم احتیاط اور عدم اعتدال کو ایک معمولی چیز سمجھ کر ٹالنا چاہا، عدم احتیاط سے نہ معلوم کدھر بہک جاتا ہے، عدم اعتدال سے مرض ترقی پکڑ جاتا ہے یہ بھی آپ نے ار دو کی عدم احتیاط اور عدم اعتدال سمجھا ہے کہ کہدیا واپس لیتا ہوں اور قصہ ختم، یہاں معمولی سی معمولی بات پر سخت سے سخت گرفت ہے صحیح عشق و محبت کا کیا یہی تقاضہ ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی اور بے اعتدالی کی پروا نہ کی جائے اور اس کو ہلکا سمجھ کر پی لیا جائے، اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

غیر مقلدیت:- نجدی وہابی تو اپنے آپ کو مقلد کہتے تھے، لیکن عقائد میں بالکل جدا۔ ابن عبدالوہاب کی کتاب "التوحید" ہندوستان میں پہنچی اور مولوی اسماعیل دہلوی کو مراد آباد میں ملی۔ کچھ خیالات پہلے ہی سے خراب تھے یہ کتاب دیکھکر بالکل وہی ہو گئے، کتاب التوحید کا ترجمہ کر ڈالا، اور تقویۃ الایمان نام رکھا، چنانچہ تقویۃ الایمان میں وہی گندے عقائد موجود ہیں جو کتاب التوحید میں ہیں بس یوں سمجھ لیجئے وہ عربی گلا ہے اور یہ ہندی۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جہاں وہابیانہ عقائد کو اپنایا اور اشاعت کی اسی طرح انہوں نے تقلید ائمہ مجتہدین کو بھی اس انداز میں پیش کیا کہ غیر مقلدی کی برائی آگے چل کر نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مقلدیت مستقل ایک مذہب بن گئی ورنہ اس سے پہلے تمام اولیاء مشائخ متکلمین و فقہا شیخ محی الدین ابن عربی حضرت بڑے پیر صاحب حضرت خواجہ نقشبند حضرت خواجہ اجمیری امام غزالی قاضی عیاض امام رازی علامہ قسطلانی سعد تفتازانی جلال الدین سیوطی ہر قرن کا مجدد و حضرت امام بخاری امام مسلم محدث ترمذی محدث ابوداؤد وغیرہم کسی نہ کسی امام کے مقلد ہی تھے ۔

دیوبندیت :- مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جو عقائد تقویۃ الایمان میں لکھے ان کو حضرات دیوبند نے سراہا مولوی رشید احمد گنگوہی نے کئی مرتبہ فتویٰ دیا کہ تقویۃ الایمان کا پڑھنا، رکھنا اس پر عمل کرنا عین ایمان ہے اس طرح دیوبندیت کے دامن میں وہابیت نے پناہ لی ۔ مزید برآں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے امکان کذب باری کا مسئلہ ایجاد کیا جس کی حمایت میں مولوی قاسم نانوتوی نے ختم زمانی کو عوام کا خیال بتایا اور ایک نئی قسم ختم ذاتی کی نکال کر قادیانیت کے لئے راستہ بنایا مابعد کے لوگوں نے امکان کذب کی تائید کی علاوہ بریں غصہ میں آ کر حضور کی شان میں تحقیر آمیز الفاظ استعمال کئے ۔

علاوہ بریں مولوی رشید احمد نے براہ راست ابن عبدالوہاب کے عقیدوں کو عمدہ کہکر بلاواسطہ تقویۃ الایمان کی وہابیت کے سر پر ہاتھ رکھا ۔

یہ ہے صحیح صحیح تاریخ وہابیت و دیوبندیت کی اور یہ ہیں اُن کے خیالات

ونظریات جن کی بنا پر اہلِ سنّت وجماعت اُن کے خلاف ہیں اور قوم کو متنبہ کرتے رہتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں "حالانکہ .... وہابیوں اور دیوبندیوں کا مشن اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ دنیا کو کتاب وسنت کی دعوت دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی طرف انسانیت کو بُلائیں۔

آپ کی بات کو سچا جانیں یا علامہ شامی کی بات کو کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو اُن کے سے عقیدے نہ رکھتا ہو وہ مشرک، تو اُن کا مشن کتاب وسنت کی دعوت نہ ہوئی بلکہ مسلمانوں کو مشرک بنانا اُن کا مشن، اور اُس کی مشین اُن کے ہاتھ میں اور دیوبندی بھی عقیدے میں بالکل اُن کے ہم نوا، تو اُن کا مشن اور مشین دونوں یہ ہی۔

جو حضور کو مجبور ناداں کہے، بڑا بھائی کہے چمار سے زیادہ ذلیل، ذرہ ناچیز سے کمتر بتائے، شفاعت کا انکار کرے، عقیدۂ شفاعت رکھنے والے کو ابوجہل کی برابر سمجھے، مزاراتِ انبیا اولیا کو بُت کہے، حضور کو مرکر مٹی میں ملنے والا کہے، جو زیارت اور سفرِ زیارت کو شرک بتائے، جو حضور کے علم کو شیطان کے علم سے اور جانور، چوپاؤں کے برابر کہے، حضور کے تصور کو گدھے اور بیل کے تصور سے بدتر ٹھیرائے۔ آئمہ کی تقلید کو شرک قرار دے، تین طلاقوں کو ایک شمار کرے بیس تراویح کو چھوڑ کر آٹھ پر اکتفا کر کے حضرت عمر کی سنت سے منہ موڑے اور اُن کو بدعتی سمجھے، جمعہ کی پہلی اذان پر عمل نہ کرتے ہوئے حضرت عثمان کی سنت سے انحراف کرے اور اُن کو بھی بدعتی جانے اور کتاب وسنت کے داعی

ہونے کا دعوی حضور کے اسوۂ حسنہ کی طرف بلاوے کا ادعا یقولون بافواہہم ما لیس فی قلوبہم اور الیسوں کی حمایت فرمائیں چودھویں کے ایک شاعر جناب ماہر یا للعجب۔

اے جناب ماہر صاحب اسلام کی مردم شماری کا وہ کون سا فرقہ ہے جو اپنے مذہب اور اپنے نظریات کی طرف توریت وانجیل یا وید کا نام لے کر دعوت دیتا ہو سب ہی تو کتاب وسنت پیش کرتے ہیں، خارجی کیا کتاب وسنت سے استدلال نہیں کرتا، رافضی معتزلی کیا کتاب وسنت کو دلیل نہیں بناتا، قدریہ، جبریہ قادیانی، کتاب وسنت سند میں نہیں لاتے اور آپ کی جماعت اسلامی کیا کتاب وسنت کو دلیل نہیں بناتی، تو ان سب کے متعلق بھی وہی نظریہ رکھئے جو وہابی اور دیوبندیوں کے متعلق آپ نے قائم کیا ہے۔ جناب صرف کتاب وسنت کا نام لینا گلے میں قرآن لٹکانا بغل میں بخاری دبانا، کتاب وسنت کی دعوت دینا نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان میں کوئی تحریف معنوی تو نہیں کرتا ہے اور اپنی اہواء وبدع کے لئے کتاب وسنت کو توڑتا مروڑتا ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان میں کوئی ایسا نہیں کہ جس نے اپنے منہ کی کہی ہوئی بات کے پالنے کے لئے کتاب وسنت کی معنوی تحریف نہ کی ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ صرف اہلِ سنت وجماعت ہی وہ پاکیزہ اور مقدس لوگ ہیں جنہوں نے کتاب وسنت کو اپنی پہلے سے قائم کردہ رایوں کے مطابق نہیں ڈھالا بلکہ اپنی ذہنیت کو کتاب وسنت کے تابع کر دیا اور وہ اس طرح کہ کتاب وسنت کے معنے سمجھنے میں صرف اپنی عقل کو کام میں نہ لائے بلکہ کتاب کے سمجھنے کے لئے پہلے اقوال وافعال رسول دیکھے، پھر کتاب وسنت کے سمجھنے کے

لیے صحابہ کے اقوال وافعال دیکھیے تابعین ائمہ مجتہدین کے ارشادات سامنے رکھیے
لغت عرب اور صرف ونحو کی کامل واقفیت کو مشعل بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے
یہاں ایرا پھیری نہیں۔ الفاظ کے حقیقی معنے ممکن ہوتے ہوئے مجازی معنے کی طرف
توجہ نہیں۔

جناب ماہر صاحب حضور کی پیشین گوئی کے یہ لفظ تو یاد رکھ لیجئے۔ فرماتے ہیں
سیکون فی امتی اختلاف وفرقۃ یحسنون القول ویسیئون الفعل یقرءون
القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین مروق السہم من الرمیۃ
میری امت میں اختلاف اور فرقہ بندی ہوگی باتیں ان کی میٹھی ہوں گی اور فعل خراب
قرآن پڑھیں گے مگر گلوں سے پار نہ ہوگا، دین سے ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر
شکار سے پھر فرمایا یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منا۔ کتاب کی طرف دعوت
دیں گے حالانکہ وہ ہم سے نہیں (مشکوٰۃ) دوسری روایت میں یہ بھی ہے یحقر
احدکم صلوتہ مع صلوتہم وصیامہ مع صیامہم تم اپنی نماز کو اور روزے کو
ان کی نماز اور روزے کے مقابلہ میں حقیر سمجھوگے (مشکوٰۃ) فرماتے ان پیشین گوئیوں
کے ہوتے ہوئے کیسے یقین کر لیا جائے کہ کتاب وسنت کی طرف ہر داعی حق پر ہے۔
لامحالہ اس کے ساتھ ایک اور کسوٹی کی ضرورت ہے جس سے قرآن وحدیث پر حقیقی
عمل اور ادعا میں تمیز ہو، فرق ہو، الحمد للہ کہ اس طور پر کتاب وسنت پر عمل کرنے
والے صرف اہل سنت ہیں جو صحیح طور پر منعم علیہم کے رستہ پر چلنے والے اور جن کے
یہاں منعم علیہم کی چوتھی قسم بکثرت موجود ہے، جن کی حقانیت کے آثار زندگی میں تو
نمایاں تھے۔ بعد وصال بھی ظاہر وہویدا اور سچ پوچھئے تو حقانیت کا پتہ وصال کے

بابعد الحالات سے ہی چلتا ہے دنیا دیکھتی ہے کہ اہلِ سنت وجماعت کے سوا کوئی ایسا فرقہ نہیں، جس نے دنیا میں ولایت وکرامت کا درجہ حاصل کیا ہو اور وصال کے بعد بھی وہی ولایت وکرامت باقی رہی ہو، بڑے زور شور سے کتاب وسنت کی طرف دعوت ہوتی ہے، لچھے دار تقریریں، جسیم وضخیم تحریریں، تکثیر جماعت کا پروپیگنڈا، لیکن جب دوسرے عالم میں منتقل ہوتے تو کچھ بھی نہیں، فاتحہ کا پڑھنے والا بھی نصیب نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت کے خلاف جو لوگ ہیں یعنی خصوصاً وہابی، دیوبندی جب دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے مرنے والے، مرنے کے بعد اُن مراتب پر فائز نہیں ہوتے، جس سے ہماری حقانیت کے دعوے پر بُرا اثر پڑتا ہے تو انھوں نے کوشش شروع کردی کہ اس اجرائے فیض کے راستہ کو بند کیا جائے اور لوگوں کو مزارات پر جانے سے روکا جائے تاکہ یہ لوگ کچھ دنوں کے بعد سمجھ لیں کہ وہاں مرنے کے بعد کچھ نہیں اس صورت میں پھر حقیقی حق والے اور مدعیانِ حق دونوں برابر ہو جائیں گے اور ہم اپنے قال، زورِ زبان سے بازی لے جائیں گے۔

حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ تو پتھر ہے، نہ نافع ہے نہ ضار اگر میں نے حضور کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو بوسہ نہ دیتا صاف دلیل ہے اس امر کی کہ معظمین ومحبوبین کے آثار وتبرکات فیض حاصل کرنے کے قابل ہیں۔ یہی تو ہماری دلیل ہے کہ قبر اور مزار فی نفسہٖ قابلِ تعظیم وتکریم نہیں مگر اُس کو ایک نسبت معظم ومکرم سے ہوگئی کہ اُن کا وجود اُس سے مس ہے لہٰذا وہ بھی تعظیم وتکریم کے قابل ہیں یہی وجہ ہے کہ مدینہ کی زمین کا وہ حصہ جس پر حضور جلوہ فرما ہیں، اسی نسبت کی

وجہ سے کعبہ سے جنت سے بلکہ عرش سے بھی اعلیٰ وافضل ہے۔

یہ آپ نے یقین کامل کرکے کیسے لکھدیا کہ شجرۂ بیعت رضوان کو حضرت عمرؓ نے کٹوادیا، یہ قول بھول ہے جس کے راوی کا پتہ نہیں۔ معتبر و مستند یہ ہے جس کو علامہ نسفی نے تیسیر میں نقل فرمایا اور صاحب تفسیر روح البیان نے لکھا۔ انہا عمیت علیہم من قابل فلم یدروا این ذہبت۔ کہ وہ درخت تو حقیقت میں اگلے سال ہی لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہوگیا لوگوں نے دوسرے درخت کو وہی درخت سمجھتے ہوئے حصول برکت شروع کیا اس لئے حضرت عمرؓ نے اسے کٹوادیا۔ اور یہ بالکل صحیح ہوا اس لئے جب وہ درخت ہی نہیں رہا تو دوسرے درخت کو تو وہ نسبت نہ رہی اس لئے کٹوا دینا مناسب ہوا۔

اور جناب اس کے بعد علامہ نابلسی کا ارشاد سن لیجئے جس نے آپ کی قبر و مزار والی اسکیم پر پانی پھیر دیا۔

روح البیان میں ہے وفی کشف النور ابن النابلسی اما قول بعض المغرورین بانا نخاف علی العوام اذا اعتقدوا اولیاء من الاولیاء قبرہ والتمسوا البرکۃ والمعونۃ منہ ان یدرکہم اعتقاد ان الاولیاء تؤثر فی الوجود مع اللہ فیکفرون ویشرکون باللہ تعالٰی ونحن الان ننزلہا لہم ظاہرا حتی تعلم العوام الجاہلون ان ہؤلاء الاولیاء لوکانوا اموثرین فی الوجود مع اللہ تعالٰی لدفعوا عن انفسہم ہذہ الاہانۃ التی نفعلہا معہم فاعلم ان ہذا الصنیع کفر صراح ماخوذ من قول فرعون علیٰ ما حکٰی اللہ تعالٰی فی کتابہ القدیم وقال ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ

علامہ نابلسی نے کشف النور میں فرمایا ہے۔ بعض مغرور جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں عوام پر جب کہ وہ کسی ولی سے اعتقاد رکھیں اور اُن کی قبر کی تعظیم کریں اور برکت و مدد حاصل کریں، خوف ہے کہ وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ اولیا موثر فی الوجود ہیں تو وہ کافر و مشرک ہو جائیں گے اور ہم جو تعظیم نہیں کرتے اور کوئی لفظ اہانت آمیز نکال دیتے ہیں اس لئے کہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اگر کچھ طاقت رکھتے ہیں تو ہمارے اس فعل کو دفع کر دیں تو یہ حرکت کفر ہے اور فرعون کے قول سے لی گئی ہے کہ اُس نے کہا تھا کہ مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے خدا سے بچنے کے لئے دعا کرے۔

آپ فرماتے ہیں کہ کیا حضرت عمر وہابی اور دیوبندی تھے؟

اجی جناب وہ تو وہابیوں کے اور وہابیوں کے دادا کے سخت دشمن تھے ذرا مشکوٰۃ دیکھیے کہ جب حضور مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نے گستاخی کا جملہ ادا کیا تو حضرت عمر نے تلوار کھینچ لی۔ حضور نے فرمایا ان من ضئضئ ھذا قوما یقرءون القرآن الخ اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہو گی جو قرآن پڑھے گی اور گلوں سے پار نہ ہو گا (مشکوٰۃ)، محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نسب اسی ذوالخویصرہ سے ملتا ہے تو ذوالخویصرہ نجدی کا دادا ہوا یہی وجہ ہے کہ تمام وہابی حضرت عمر کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور طلاق و تراویح میں اُن کے فیصلہ کو نہیں مانتے۔

حضرت عمر نے غلط درخت کو کٹوایا ہم بھی اُن کے اتباع میں کہتے ہیں کہ غلط قبر کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جائے اور وہابی تو صحیح قبروں کو بھی باقی نہیں رکھنا چاہتا۔ حضرت عمرؓ نے صحیح تبرکات کو باقی رکھا اور اُن سے برکت حاصل کی تو وہابی دیوبندی کیسے ہوتے۔

آپ فرماتے ہیں "خاص طور سے امام ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے علما اور صاحب عزیمت اسلامی مفکرین کے افکار حمایت توحید اور رد شرک و بدعت کے معاملہ میں فکر فاروقی ہی کی صدائے بازگشت ہے"۔

جناب ماہر صاحب ان ناموں کے لیتے وقت آپکے ہونٹ چکنے لگے ہوں گے قلب و دماغ میں ایک سرور کی لہر دوڑ گئی ہوگی یاس لئے کہ یہی تو آپ اور تمام وہابیہ اور خصوصًا ابن عبدالوہاب کے مقتدی و پیشوا ہیں یہی ان کے معتمد علیہ اور امام ہیں۔ ابن عبدالوہاب نے تو صاف کہدیا وکفاک قل دو الشیخ ابن تیمیہ مقتدی بنانے کے لئے ابن تیمیہ کافی ہے۔

اب ذرا سنیئے۔

علامہ باعلوی نے اس جملہ کا جواب یوں لکھا ہے۔ وکفاک اتقد اماماً بالشقی ابن تیمیہ اجمع علماء عصرہ علے ضادلہ وجبہ ودوذی من کان علی عقیدۃ ابن تیمیۃ حل ما لہ ودمہ۔ او نجدی تیری لعنت کے لئے یہ کافی ہے کہ تونے شقی ابن تیمیہ کو مقتدی و امام بنایا اس زمانہ کے علماء نے اس کے گمراہ ہونے اور جیل خانہ میں بند کرنے پر اجماع کیا اور اعلان کردیا گیا کہ جو ابن تیمیہ کے عقیدہ پر ہوگا اس کا خون اور مال حلال ہے (سیف الجبار)

علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں من ھو ابن تیمیہ حتی ینظر الیہ او یعول فی شیئ من امور الدین علیہ وھل ھو الا کما قال جماعۃ من الائمۃ عبدا اضلہ اللہ واغواہ والبسہ رداء الخزی مالہاہ ابن تیمیہ کون ہے جو اس کی طرف نظر اٹھائی جائے یا دین کی بات میں، اس پر

بھروسہ کیا جائے وہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ ایک جماعت ائمہ نے فرمایا کہ وہ وہ ہے جس کو خدا نے گمراہ کیا اور ذلت کی چادر اُڑھائی اور ہلاک کیا۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں وللشیخ ابن تیمیہ ھھنا کلام یتضمن منع شد الرحال للزیارۃ والحمد بہ وانہ لیس بقرب بل بضد ذلک ورد علیہ الشیخ تقی الدین السبکی فی شفاء السقام اس مقام زیارت میں ابن تیمیہ نے بڑی خراب گفتگو کی یعنی وہ حضور کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو باعث ثواب نہیں جانتا بلکہ گناہ بتاتا ہے علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں .... اس کے عقیدے کا رد فرمایا۔

حضرت مولانا فضل رسول صاحب تصحیح المسائل میں فرماتے ہیں۔ یہ ابن تیمیہ بد مذہب شخص ہے۔ اہل اہواء سے ہے اور اہلِ سنت سے خارج ہے خدا کے لئے جہت کا قائل ہوا۔ اہل سنت کے رد میں کتابیں لکھیں، علامہ سبکی نے اس کا رد کیا۔ پھر فرمایا ابن فرقہ محدثہ را با او نسبتے تام است، اس جدید فرقہ (وہابیہ) کو اس سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

اسی واسطے ابن عبد الوہاب نے اپنا پیشوا بتایا اور جناب ماہر صاحب نے علماء صالحین اور صاحب عظمت اور اسلامی مفکر جیسے خطاب سے نوازا اور بعد میں آپ دعا بھی فرماتے ہیں۔ اللھم کثر امثالھم اے اللہ ایسے لوگ زیادہ پیدا کر دے چلئے آپ اور آپ کی جماعت اور سارے وہابی تو اسی کے مثل ہیں اور کثرت بھی ہے یعنی علامہ ابنِ حجر کے نظریہ کے مطابق یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ وہابیوں اور گمراہوں کی کثرت فرما دے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولتعرفنھم فی لحن القول

انداز گفتگو سے تم پہچان لو گے یہ آپ کا انداز آپ کی ابن تیمیہ جیسے بدمذہب سے محبت و عقیدت کا پتہ دیتا ہے المرء مع من احب۔

آپ فرماتے ہیں "دیوبند کے مدرسہ کو قائم ہوئے بہت بہت بہت لمبے سال ہوتے ہوں گے الخ" اب بحث زمین دیوبند سے نہیں نہ اس سے کہ یہ دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں اور نہ اس سے کہ کسی دیوبندی کے مرید ہیں۔ بحث اُن عقائد سے ہے جو دیوبندیوں نے وہابیوں سے لئے ہیں اور تقویۃ الایمان کو جو کتاب التوحید کا چربہ ہے سراہا اور اُس کا پڑھنا لکھنا عین ایمان بتایا۔ اسی طرح خواہ وہ سہارنپور کا ہو یا تھانہ بھون کا انبٹیہ کا ہو یا گنگوہ امرتسر کا ہو یا لاہور کا، بنارس کا ہو یا سیالکوٹ کا، نام اہلِ حدیث ہو یا اسلامی جماعت کوئی ہو جو وہابیوں کے عقیدے رکھے وہ وہابی، وہابی صرف اہلِ حدیث کو نہیں کہتے، جس طرح حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی جو سنی وہ سنی اسی طرح دیوبندی ہو یا غیر مقلد جو وہابیوں کے عقیدے رکھے وہ وہابی پس وہابی دیوبندی پھبتی نہیں ہے حقیقت ہے۔ توحید و سنت کی حمایت میں شرک و بدعت کے رد کا وہ طریقہ نہیں ہے جو وہابیوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ جو شرک نہیں اس کو شرک شرک کہکر ایک عالم کو مشرک قرار دیں اور جو بدعت حسنہ ہے اُسے بھی بدعت سیئہ ضلالہ ٹھیرائیں۔ یہ کوئی اتباع سنت ہے کہ مباح و مستحسن کے استعمال کو گناہ ٹھیرائیں اور پھر یہ کوئی اسلام ہے کہ قرآن و حدیث کے معنے خواہشات نفسانی کے مطابق کریں اپنی رائے اور اپنی عقل کے مطابق بنانا چاہیں اتباع سنت سے منہ موڑیں اور اُن کا تخطیہ کریں۔

امام رازی کا قول بلا حوالہ نقل کیا گیا اور کیا معلوم ہو کہ یہ قول اُن کا ہے

یا اُنھوں نے رود ابطال کے لئے نقل کیا ہے۔ اگر تفسیر کبیر کا ہے تو وہ ایک مبسوط کتاب ہے جس کی تلاش بغیر حوالہ جلد و صفحہ غیر ممکن ہے۔ علاوہ بریں عبارت کا جو کچھ بتا رہی ہے وہ صرف اس قدر کہ مزارات کی تعظیم و توقیر اس انداز سے نہ کرو جو عبادت کی شکل اختیار کر جائے۔ جیسے مشرکین بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور یہ بھی نہ سمجھو کہ محض تعظیم کی بنا پر یہ ہمارے شفیع ہوں گے اس لئے کہ شفیع وہ نہیں جس کو بندہ سمجھے شفیع وہ ہے جس کو خدا شفیع بنائے جیسے مشرکین نے محض اپنی رائے سے بتوں کو شفیع سمجھ لیا حالانکہ خدا نے اُن کو شفاعت کا منصب ہی نہیں دیا ماہر صاحب عبارت اور چیز ہے اور اُس کا منطوق و مفہوم سمجھنا اور چیز ہے عبارت پڑھنے کے لئے تو اتنا ہی علم کافی ہے جتنا شاعری کے لئے مگر مطلب سمجھنے کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے اگر ہر معمولی پڑھا ہوا عربی عبارات کا مطلب سمجھنے لگے تو نحو و صرف معانی، بیان، اُصولِ حدیث، و اصولِ فقہ، و اصولِ تفسیر اور ادب عربی کو آٹھ آٹھ دس دس سال تعلیم کی ضرورت نہ پڑے۔ فرمایئے آپ نے کسی دار العلوم میں تعلیم حاصل کی، کس قسم کی سند پائی، ماہر صاحب یاد رکھیے کہ دینیات میں کچھ کہنا حرام ہے جب تک کہ اُس کا کامل علم نہ ہو۔

آپ فرماتے ہیں عرس، فاتحہ، نذر نیاز، دسواں، بیسواں، چالیسواں، مولود شریف کا قیام اور قبر کے ساتھ جو معاملات کئے جاتے ہیں، دین میں اُن کا کوئی درجہ ہوتا تو فقہ کی کتابوں میں ان کا ذکر آنا چاہیئے تھا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ کی کتابیں ان تمام باتوں کے ذکر سے خالی ہیں اور اگر کہیں ذکر آیا ہے تو ان باتوں کی مخالفت میں آیا ہے۔"

ماشاء اللہ آپ کا دیکھنا اور تلاش کرنا گویا جج کا آخری ججمنٹ ہے بس آپ نے نہ ملنے کا فیصلہ فرما دیا اور دنیا نے مان لیا۔

فقہ حنفی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ایصال ثواب خواہ وہ نماز کا ہو روزہ کا ہو، صدقہ کا، قراۃ قرآن کا ہو گا، ذکر کا ہو، طواف و حج و عمرہ کا ہو، زیارت قبور انبیا و شہدا، اولیا کا ہو، تکفین موتے کا ہو اور ہر قسم کی نیکی کا ہو جائز ہے (فتاویٰ عالمگیریہ فتاویٰ شامی) عبارت شامی یہ ہے قولہ الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مالہ جعل ثوابھا ای سواء کانت صلوٰۃ او صوما او صدقۃ او قراءۃ او ذکرا او طوافا او حجا او عمرۃ او غیر ذلک من زیارۃ قبور الانبیاء علیھم السلام والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البر۔

فاتحہ مروجہ میں انھیں عبادتوں میں سے قرآت قرآن اور کھانے کا ثواب بخشا جاتا ہے اور چونکہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت اس وجہ سے کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے خصوصیت سے کی جاتی ہے اس لئے اس پورے عمل کا نام فاتحہ خوانی یا فاتحہ رکھدیا گیا۔ نام میں کوئی شرعی حرج نہیں۔ گیارھویں، تیجہ، دسواں، یہ سب فاتحہ کی قسمیں ہیں جن کے نام اسم فعل حرف کی طرح بعض بعض حکمتوں کے مطابق رکھ دیئے گئے ہیں مطلق فاتحہ جائز ہے تو اس کی قسمیں بھی جائز۔ موت کے پہلے اور تیسرے دن کھانا پکا کر فقراء کو کھلا دینے کا مسئلہ فقہ حنفی میں موجود ہے۔ فتاویٰ شامی میں بحث و تحیص کے بعد فرمایا وفیھا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبے ہوئے کی طرح ہوتا ہے کہ فریادرس کا انتظار

کرتا ہے۔ صدقات دعائیں فاتحہ اس وقت میں بہت کام آنے والی چیزیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم ایک سال تک خصوصًا چالیسویں دن تک اس قسم کی امداد میں کوشش کرتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب ملفوظات میں اپنے والد کے تیجہ کے متعلق لکھتے ہیں روز سوم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود کہ بیرون از حساب است ہشتاد و یک ختم کلام بشمار آمدہ زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست۔ تیجہ کے دن اس قدر آدمی جمع ہوئے کہ حساب سے باہر اکیاسی کلام اللہ کا ختم تو شمار میں آیا اور زیادہ بھی ہوا ہوگا اور کلمہ طیبہ کا تو شمار ہی نہیں۔

فرمایئے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بھی فقہ نہیں جانتے کہ تیجہ سے چالیسواں اور برسی تک کو جائز سمجھ رہے ہیں اور تیجہ کا خود ان کے گھر کا معمول ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

قبلہ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی (تمام دیوبندی مولویوں کے پیرو مرشد فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ نفس ایصالِ ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اس تخصیص و تعین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے۔ اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت و باعث ہئیات کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں۔ پھر فرمایا۔ اور گیارھویں شریف حضرت غوث پاک کی دسواں بیسواں چہلم ششماہی سالانہ وغیرہ اور توشہ شیخ عبدالحق کا اور سہ منی حضرت شاہ بو علی قلندر کی اور حلوا شب برات کا اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔

عرس کے متعلق تمام میلاد اور زیارت قبور سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے متعلق مفصل بحث ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

نذر نیاز: آج کل کے عرف میں بزرگانِ دین کے فاتحہ کو نذر نیاز کے لفظ
سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام وہابیوں کے ہیرو مولوی اسماعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں لکھتے
ہیں پس امورِ مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عُرسوں اور نذر و نیاز سے اس امر کی
خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رسالۂ نذور میں فرماتے ہیں۔ "لفظ نذر
کہ اینجا مستعمل شود نہ بمعنے شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند نذر و
نیاز گویند" لفظ نذر جو یہاں مستعمل ہوتا ہے وہ شرعی معنے کے لحاظ سے نہیں اس لئے کہ
عرف یہ ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں جو پیش کیا جاتا ہے اُسے نذر نیاز کہتے ہیں۔

نذر: یہ تو عربی لفظ ہے مگر اس کا استعمال دو طرح پر ہے ایک وہ نذر جو عبادت
ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ اور فقہ کی کتابوں میں مستعمل ہے۔ دوسرے وہ جو ہدیہ
اور تحفہ اور ایصالِ ثواب کے معنے میں ہے جو آج کل عُرفِ عام میں مستعمل ہے مولوی
واعظ، پیر، اُستاد کے لئے بلکہ ڈاکٹر اور وکیل اور طبیب کے لئے مستعمل ہوتا ہے نذرانہ
یہ عبادت نہیں۔ موقعہ استعمال سے اُس کے معنے کا تعین ہو جاتا ہے۔ جیسے لفظ صلوٰۃ
نماز کے لئے بھی ہے جو عبادت ہے اور درود کے لئے بھی ہے جو حضورؐ کے دربار میں ہدیہ ہے
موقعہ استعمال سے نماز اور درود کے معنے کا تعین ہو جاتا ہے۔ نیاز فارسی ہے جو نذر
کی طرح مستعمل ہے۔

آپ نے فقہ کی عبادت کا جو حوالہ دیا اُس کو جناب سمجھ ہی نہ پائے "جو نذر
اموات کے لئے از روئے تقرب ہو" ۔ از روئے تقرب کا لفظ نذر کے معنے کو عبادت
کے لئے متعین کر رہا ہے اس قید سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر از روئے تقرب نہ ہو بلکہ

از روئے ایصال ثواب ہو تو یہ جائز اور وہ نذر عبادت کے معنے میں نہیں۔ کوئی سنی مسلمان لفظ نذر برائے تقرب اور نذر و نیاز بطور عبادت استعمال نہیں کرتا بلکہ صرف ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے۔

غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ نہ معلوم اس کا کیا مطلب سمجھا ہے۔ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ذبح سے پہلے کسی کے نام سے منسوب کر دیا اور پھر بوقت ذبح چاہے خدا ہی کے نام سے ذبح کیا جب بھی شرک ہے جیسا کہ وہابیہ کہتے ہیں تو یہ بالکل تمام...... تفسیروں کے خلاف ہے تفسیروں میں ما اھل بہ لغیر اللہ کے یہ ہی معنے لکھے ہیں کہ وہ جانور حرام ہے جس پر بوقت ذبح غیر خدا کا نام لیا گیا ہو، پھر ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر احمدی میں تصریح فرما دی کہ وہ جانور جو بطور ایصالِ ثواب کسی ولی سے منسوب کر دیا جائے اور پھر بوقت ذبح خدا کے نام سے ذبح کیا جائے تو وہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل اور حرام نہیں۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ ذبح علی اسم غیرہ تفسیر روح البیان میں ہے ای حرم ما رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم تفسیر بیضاوی میں ہے، ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم۔ تفسیر احمدی میں ہے معناہ ذبح لاسم غیر اللہ مثل لات وعزی و اسماء الانبیاء وغیر ذالک ہر جگہ ذبح کی قید لگی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حرام جب ہی ہوگا جس پر بوقت ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے یعنی ذبح دوسرے کے نام سے ہو اور اگر ایسا نہیں تو حرام نہیں۔ آپ فرماتے ہیں ان معاملات میں صحیح دینی پوزیشن یہ ہے کہ کسی شہر میں رہ کر کسی بزرگ کی قبر پر کوئی ساری عمر میں ایک بار بھی زیارت کے لئے نہ جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی باز پرس نہ کرے گا۔"

اس صورت میں باز پرسی تو نہ ہوگی مگر حرام بدعت ناجائز شرک سمجھ کر نہیں

جاتا ہے تو ماہر صاحب اُس کی گُدی ضرور پکڑی جائے گی! اسی طرح اگر کوئی اُلٹے
ہاتھ سے پانی پیتا ہے تو مخالفت سنت ضرور ہے مگر سیدھے ہاتھ سے پیتا ہے اور
اُلٹے ہاتھ سے پینے کو ناجائز نہیں جانتا تو ضرور گھسیٹا جائے گا۔ ذرا ان مسئلوں میں
فرق سمجھنے کی کوشش فرمایئے۔

آپ اولیاء کرام کے ماننے نہ ماننے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں مگر ظاہر
ہے وہ انبیاء کرام کی طرح نہ معصوم تھے اور نہ مطاع تھے اس لئے اگر ان کا کوئی
قول و فعل کتاب و سنت سے مطابقت نہ کرتا ہو تو دین کی خیر خواہی اور کتاب
و سنت کے اتباع کا تقاضہ یہ ہے کہ اُسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ ہے اولیائے اُمت کو
ماننے کی صحیح دینی پوزیشن۔

جناب ماہر صاحب کلمۃ حق اُرید بہا الباطل۔ اُن حضرات اولیائے کرام
کے کسی قول و فعل کے کتاب و سنت کے مطابق نہ ہونے کا فیصلہ اس چودھویں صدی
میں آپ کریں گے یا آپ کے امام محترم یا موجودہ پیشوایان دیوبند و اہلِ حدیث۔ کسی
عالم کامل مولوی، فاضل کے کسی قول و فعل کو کتاب و سنت سے مطابق کرنے کے لئے
اُن سے زیادہ تبحر علمی کی ضرورت ہے۔ فرض کیجئے کہ امام ابوحنیفہؒ یا حضرت غوث پاک
یا امام غزالی یا امام رازی یا شیخ منصور یا تریدی یا شیخ ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہم
کے کسی قول و فعل کو جو بادی الرائی میں کتاب و سنت سے مطابقت نہیں کرتا تو واقعی
عدم مطابقت کا فیصلہ آج کل کا مولوی فاضل یا بی اے یا جامعہ ازہر کا سند یافتہ
فیصلہ کر سکے گا۔ آپ کے اس اصول میں بڑا ہی خطرناک زہر بھرا ہے جو عدم تقلید ائمہ
یا تنقید بر ائمہ کی طرف کھینچ کر لوگوں کو تباہ کر رہا ہے۔

پھر جس طرح آج کل کے کسی نا قدرے دلوں میں عدم مطابقت نہ بھی تو یہ نامطابق سمجھنا اس کی عقل کا فعل ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی عقل بھی غلط سمجھ رہی ہو تو اِن کی غلطی کے مقابلہ میں اُن کی خطا ہی پر عمل کرنا بہتر ہے۔

عیسائیوں پر اہلِ سنت کا قیاس بدترین کمینگی اور خبث باطن کی دلیل ہے عیسائیوں نے محض اپنی ہوائے نفسانی سے حضرت مسیح کو ابن اللہ مانا۔ اہلِ سنت نے حضور کے اور اولیائے کرام کے جو اُن مناصب و مراتب (کہ اُن کو علم غیب دیا گیا حاجت روائی فرماتے ہیں حاضر و ناظر ہیں۔ اللہ کے حکم سے رزق تو درکنار مریضوں کو شفا، مُردوں کو زندہ کرنا، مٹی کا جانور بنا کر روح پھونک کے جان دار کردینا دور و نزدیک سے سُن لینا) کو مانا تو حسب تعلیم قرآن و سنت مانا جس کی وضاحت گذر چکی ہے ہاں وہابی اُن آیتوں اور حدیثوں پر ایمان نہیں لاتا اور غالباً آپ بھی اُنھیں میں ہوگئے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ بدعت سنت کی ضد ہے اور کوئی اہلِ سنت بدعات سے شغف نہیں رکھ سکتا۔ فاسق و فاجر کو توبہ نصیب ہو سکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کو اچھا نہیں سمجھتا۔ دو جملوں کے بعد کہا۔ مگر بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

جناب ماہر صاحب نے ٹھکانے کی بات کہی تو مضمون بھر میں صرف یہی اس لئے کہ نہ خارجیوں کو توبہ نصیب ہوئی نہ رافضیوں کو نہ معتزلہ کو نہ قدریہ جبریہ کو نہ مولوی اسماعیل کو نہ ابن عبدالوہاب اور وہابیوں کو نہ مولوی خلیل احمد مولوی رشید احمد کو مسئلہ امکان کذب اور عقیدہ تقلیل علم حضور از علم شیطان سے نہ مولوی اشرف علی صاحب کو حضور کے علم کو جانور چوپاؤں کے علم سے تشبیہ دینے سے کیونکہ یہ لوگ

اپنے مذہب اور اپنے عقیدہ کو جو سرتاپا بدعت ہی بدعت ہے، بدعت نہیں جانتے بلکہ حق سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اہلِ حق نے ہر ایک کے زمانہ میں ان کی بدعتوں کو دلائل سے ثابت کر دیا مگر وہ تو لاتسلّم کا سبق یاد ہو چکا ہے۔

اور آپ شوق سے اہلِ حق کو اہلِ بدعت کہیں مگر آپ کسی کو وہابی کہنے سے کیوں چڑھتے ہیں جب کہ وہابیت اُن کی گھٹی میں دی گئی ہو اور وہ فخر کے ساتھ اپنے کو وہابی یا وہابیوں کے عقیدے کو عمدہ کہتے ہوں۔

مغالطے

آپ فرماتے ہیں۔ اہلِ بدعت کا خاصہ ہے کہ جب شرک آمیز عقائد اور رسمات پر انھیں ٹوکئے تو وہ چراغ پا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو تم اس قدر بے اختیار سمجھتے ہو۔ ان لوگوں نے مجازی محبوں اور محبوبوں کے انداز پر اللہ اور رسول اور اولیاء اللہ کے روابط کو قیاس کیا ہے۔ اس کا اظہار اپنے شعروں میں وہ اس طرح بھی کر چکے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب۔

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا۔"

وہابیوں کا خاصہ ہے کہ جب اللہ کے محبوبوں کے وہ مراتب خصوصی اور بلند شانیں اور خدا کے دربار میں اُن کی وجاہت و عزت جو عام انسانوں کو نہیں ملتی ہے بیان کی جاتی ہے تو سُن کر آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور شرک وکفر کی مشین چالو کر دیتے ہیں غالباً ان لوگوں نے خدا کے محبوبوں کو عام مخلوق اور اپنی طرح سمجھ لیا ہے اور اس کا اظہار وہ اپنے ان جملوں میں کر چکے ہیں کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے

اور وہ ہمارے بڑے بھائی ہیں اور ہم جیسے بشر ہیں ان کے اس قسم کے قول کو مولانا
روم نے بھی نقل کیا ہے۔

ہمسری با انبیاء برداشتند اولیا را ہم چو خود پنداشتند
گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر ماؤ ایشاں بستۂ خوابیم و خور

حالانکہ انھیں اُن آیتوں اور حدیثوں کی خبر نہیں جن میں اُن کی محبوبیت
حقیقہ کی بلند شان جلوہ گر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ اس
آیت میں اللہ تعالےٰ نے حضور کا نام "محمد احمد" لے کر پکارنے کو حرام فرما دیا حضرت عبداللہ
ابن عباس فرماتے ہیں کہ نام کے ساتھ نہ پکارو بلکہ وصف کے ساتھ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہو
خداوند تعالیٰ نے نام لیکر پکارنے کو حرام قرار دیا یہ حضور کی شانِ محبوبیت نہیں
اور فرمایئے کہ یہ مجازی محبوبیت ہے یا حقیقی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا
یعقلون۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اِدھر اُدھر سے پکارنے والے کو بیوقوف
بتایا کیا اس میں حضور کی شانِ محبوبیت کا اظہار نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو انھم صبروا حتیٰ تخرج الیھم انھیں صبر کرنا چاہئے
تھا بلاتے نہیں یہاں تک کہ تم خود آتے۔ اس میں حضور کی محبوبیت کا ظہور نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقولوا راعنا ہمارے نبی سے راعنا نہ کہو اس لئے کہ
اس میں گستاخی کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ حضور کی محبوبیت کی دلیل نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ذٰلکم کان یؤذی النبی۔ کھانا کھانے کے بعد لے

صحابہ کتنا رایہاں بیٹھا رہنا اور بات کرتے رہنا اس سے ہمارے نبی کو ایذا ہوتی ہے یعنی آئندہ ایسا نہ کرنا اس میں حضور کی محبوبیت ظاہر نہیں۔ اور فرمایئے کہ یہ مجازی محبت و محبوبیت ہے یا حقیقی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ عالم آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ امام رازی تفسیر میں فرماتے ہیں معنے اس کے یہ ہیں۔ لانک تفعل فی الدنیا ما یرید وانفعل فی الاخرۃ ما ترید۔ دنیا میں تم ہمارے ارادہ کے مطابق عمل کرتے ہو اور آخرت میں جو تم کہو گے وہ ہم کریں گے۔ یہ شانِ محبوبیت نظر نہیں آتی۔

حضور کو لوگوں نے معاذ اللہ ابتر کہا مجنون بتا۔ بنالک کہا ودعہ رب محمد محمد او قلی کہا۔ حضور نے کچھ جواب نہ دیا۔ حالانکہ حضور کو کہا گیا تھا حضور جواب دیدیتے مگر اللہ جواب دیتا ہے۔ ان شانئک ھو الابتر۔ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون۔ تبت یدا ابی لہب۔ ما ودعک ربک وما قلی۔ یہ حضور کی محبوبیت کے کھلے نشان نہیں۔

حضور فرماتے ہیں۔ الا وانا حبیب اللہ۔ خبردار ہو جاؤ میں حبیب خدا ہوں یہ حضور کے محبوب ہونے کی صاف تصریح نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ ما اری ربک الا یسارع فی ھواک۔ میں آپ کے خدا کو دیکھتی ہوں کہ وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ یہ حضور کی محبوبیت کا بیان نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کی معافی کے لئے حضور کے وسیلہ

سے دعا مانگی ۔ اللہ تعالے نے فرمایا تم نے کیسے جانا ' عرض کیا کہ زندہ ہونے کے
بعد میں نے عرش کے ہر پایہ پہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ لکھا دیکھا۔
فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک مجھے یقین ہو گیا
کہ اپنے نام سے ملا کر اسی کا نام لکھے گا جو مخلوق میں تیرا محبوب ہوگا ۔ جواب ملا ۔
انہ احب الخلق اسلئے وہ تمام مخلوق میں میرے محبوب ہیں ۔ یہ حضور کی محبوبیت
کی کھلی دلیل نہیں اور فرمایئے کہ یہ مجازی محبوبیت کے آثار ہیں یا حقیقی محبوبیت
کے جلوے ۔

حضور فرماتے ہیں رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ ۔ بہت سے
ایسے ہیں جو پراگندہ بال گرد آلود اگر وہ قسم کھالیں کہ اللہ ایسا کردے تو اللہ
ویسا ہی کردے گا ۔ کہیئے یہ محبوبان خدا کی محبوبیت نہیں ہے ۔

حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ جب نوافل سے تقرب
حاصل کر لیتا ہے تو احببتہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے اور جب محبوب ہو جاتا ہے
تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے سنتا ہے ' نظر ہو جاتا ہوں کہ اس سے
دیکھتا ہے ' ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ اس سے اس کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ معنے یہ ہیں کہ میں کان ہو جاتا ہوں یعنی وہ قریب
وبعید کی ہر چیز سننے لگتا ہے ۔ نظر ہو جاتا ہوں کہ نزدیک و دور کی چیز دیکھنے لگتا ہے ہاتھ
ہو جاتا ہوں کہ دور و نزدیک شکل و آسان پر تصرف کرنے لگتا ہے ۔ یہ محبوبان خدا کی محبوبیت
جلوہ ریز نہیں ہے ۔

حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ

بالحرب جو میرے دوست سے عداوت رکھے میں اُس کو اعلانِ جنگ دیتا ہوں۔ یہ محبوبانِ خدا کی محبوبیت کی علامت نہیں ہے۔

آپ نے جس شعر کو لکھکر تنقید نہیں بلکہ اعتراض کیا ہے پہلے میں بتا دوں کہ کس کا ہے۔ اُن کا ہے جو ہندوستان کے اپنے ہم عصروں کے مقابلہ میں ہر فن میں تبحر جن کی تصنیفات کی تعداد تقریبًا تین ہزار ہے جن کو عرب و عجم کے علمائے مجدد کا خطاب دیا اور ائمہ و علماء حرم نے جن سے سندیں لیں ہر مسئلہ کو جن کی تحقیق نے آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا جنھوں نے وہابیت و دیوبندیت کو موت کے گھاٹ اُتارا جن کا نام ہی وہابیت کے بھوت اتارنے کے لئے تعویذ تھا جن کے مقابلہ میں اکابر دیوبند کے پتے پھٹتے تھے جس پر گرفت کی جان نہ بچا سکا جن کے انتقال پر اُس وقت کے اکابر دیوبند کو کہنا پڑا کہ دنیا سے علم کا چراغ بجھ گیا جنھوں نے ندوۃ العلما کو خاک میں ملا دیا جو علم قرآن و حدیث فقہ و کلام میں طاق تھے جس پر فتاویٰ رضویہ جو بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد تقریبًا ۶ سو صفحات پر مشتمل ہے شاہد عدل ہے ماہر صاحب آپ کے بڑوں کا اُن کے شاگرد در شاگرد در شاگرد کے برابر ہونا تو درکنار جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔

فن شاعری میں وہ کمال حاصل تھا جن کی داغ نے گواہی دی جن کی شاعری بلبل و گل حسن و عشق مجازی سے پاک تھی خدا کی حمد نعت رسول محبت حقیقی کے جلوں سے پر تھی یا پھر وہابیت و دیوبندیت کے گلے پر چھری تھی۔

ماہر صاحب آپ کیا جانیں شاعری آپ سے اگر فن معانی و بیان و بدیع

و عروض کے چند سوالات کر دیئے جائیں تو منہ دیکھنے لگیں۔ آپ کیا جانیں عشق مجازی و حقیقی کے مدارج کو جو دونوں میں فرق کر سکیں۔

وہ عشق مجازی کی حد کو جانتے ہیں اور حقیقی کی منتہا کو لطف یہ کہ شاعری سے نہیں دیوان سے نہیں ذوق و غالب، داغ و امیر کے کلام سے نہیں بلکہ قرآن سے۔

یہ شعر انھیں کا ہے جس کی حقیقت تک آپ نہ پہنچ سکے اور صرف وہابیت و خشک توحید کے چکر میں پھنس کر دماغ کو ماؤف کر چکے۔ سنئے اور ایک ایسا نکتہ سنئے کہ آپ کے دل پر مثل خال نکتہ پیدا کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا اعطینٰک الکوثر۔ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا اعطینا ثلاثی مزید ہے۔ عطا ثلاثی مجرد۔ فقہ میں بتایا گیا ہے کہ لفظ عطا تصدق نحل ہبہ کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں اور عقد ہبہ اُن سے ایسا ہی منعقد ہوتا ہے جیسے لفظ ہبہ سے اور ہبہ مفید ملک ہے۔ یعنی موہوب لہٗ شے موہوب کا مالک ہو جاتا ہے تو اعطینا کے معنے ہوئے وھبنا اور وھبنا کے معنی ہوتے ملکنا یعنی ہم نے مالک بنایا۔

مِلک کی تین صورتیں ہیں یعنی اگر کوئی کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو یا بذریعہ خرید یا بذریعہ وراثت، یا بذریعہ ہبہ، یہ تینوں چیزیں مفید ملک ہیں خداوند اپنی مالک ہیں سے حضور کو کوثر کا مالک بناتا ہے۔ تو خرید و فروخت کی ضرورت نہیں اور وراثت بھی نہیں کہ اللہ ہی سب کا وارث ہے مورث مرے تو وارث کو ملے اللہ تعالیٰ ہی ازلی و ابدی ہے۔ تملک کی دو قسمیں تو معدوم ہو گیا۔ رہا

ہبہ تو فرمایا ہم نے ہبہ کیا۔ خرید و فروخت کا تعلق محبت سے نہیں۔ دشمن بھی سودا لے جاتا ہے۔ وراثت کی تقسیم مورث کے اختیار میں نہیں۔ اسی وجہ سے مورث کے اگر کچھ ورثہ نافرمان اور دشمن ہوں جب بھی حصہ مل جاتا ہے ھبہ کا تعلق صرف محبت سے ہے کہ دشمن کو ہبہ نہیں کیا جاتا۔ ہبہ کرنے والے کو موہوب لہ سے محبت ہوتی ہے تو اس کو ہبہ کر دیتا ہے اب اس شعر کے معنے ہوئے کہ اے نبی ہم نے تم کو کوثر کا مالک بنایا کہ تم ہمارے محبوب ہو۔ اگر وہابیت کے جراثیم نہیں ہیں۔ تو پہلے مصرعہ میں تو مالک ہی کہوں گا۔ کہ ہو مالک کے حبیب، کا مطلب بے گرد و غبار سمجھ میں آگیا ہوگا۔ یہ مصرعہ انا اعطینا ک کا پورا پورا ترجمہ ہے۔

جب اللہ کے حضور محبوب ہوئے اور خدا محب اور یہ عطا و ہبہ محبت کی وجہ سے ہے تو خدا دے رہا ہے اور مالک بنا رہا ہے، اور حضور لے رہے ہیں اور مالک ہو رہے ہیں تو ہیں تمھیں دونوں کے درمیان دخل دینے کی کیا ضرورت؟ وہ محب وہ محبوب، ہم تم کون جو مداخلت کریں اور کہیں کہ اللہ مالک نہیں بنا سکتا حضور مالک نہیں ہو سکتے۔ اس میں شرک لازم آئے گا اور توحید کے خلاف ہو جائے گا تمھیں کیوں جلن ہوتا ہے تمھارا کلیجہ کیوں پھٹتا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ۔ تم منع کرنے والے اور حد مقرر کرنے والے کون لا مانع لما اعطیت۔ دوسرے مصرعہ "یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا، نہیں میرا تیرا محاورہ زبان میں استعمال کیا جاتا ہے بمعنی عدم مداخلت جیسے عام طور سے بولتے ہیں وہ جانیں، وہ جانیں ہمیں تمھیں کیا۔

جیسے علمائے حقیقت شناس نے فرمایا کہ کہیں کہیں اللہ تعالیٰ اپنے انبیا پر عتاب بھی فرماتا ہے تو اُس عتاب سے تم بحث مت کرو دلائل میں اُن عتابوں کا تم ذکر مت کرو (ماہر صاحب کے کلام میں یہ انداز بہت ہے) وہ جانیں وہ جانے، ہم تم کون اُن کے معاملات میں "ہم" مداخلت نہ کرنا چاہیئے ماہر صاحب اُردو سیکھیے، ادیبوں کے کلام سمجھنے کی لیاقت پیدا کیجئے، محاورۂ زبان سے واقف ہو جئے تب چہ میگوئی فرمایئے۔

جناب ماہر صاحب حضور محبوب بھی ہیں محب بھی۔ جب حضور جلوۂ محبوبیت میں ہوتے ہیں تو خدا کی طرف سے اُن شانوں کا ظہور ہوتا ہے جن کا اوپر تذکرہ ہوا اور لعمرک فرماکر جان کی قسم یاد فرمائی جاتی ہے۔ وقیلہ فرماکر گفتگو کی قسم یاد فرمائی جاتی ہے۔ لا اُقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد فرماکر مکان کی قسم یاد فرمائی جاتی ہے والعصر فرماکر زمان کی قسم یاد فرمائی جاتی ہے اور جب میدانِ محبت میں قدم رکھتے ہیں تو خدا کی طرف سے لم اذنت لھم فرمایا جاتا ہے عبس وتولیٰ فرمایا جاتا ہے شیون الٰہی کے ظہور سے مختلف انداز ہیں۔ ہمیں تمھیں نہ اس میں دخل دینے کی ضرورت نہ اُس میں۔

جناب ماہر صاحب اب نظر نظر کا فرق ہے۔ آپ کی نظر صرف شیون بشریت وعبدیت پر ہے جیسے شیطان کی نظر حضرت آدم کی صرف بشریت پر تھی۔ اسی واسطے تو اُس نے کہا لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من طین۔ حضرتِ نوح کی قوم کا فرین کی نظر صرف بشریت پر تھی۔ انھوں نے کہا البشر یھدوننا۔ یہ سب معہ آپ کے لوازم بشریت تک رہ گئے۔ علم غیب استمداد ملکیت اختیا

میلاد، قیام میلاد، تصرفات کے منکر ہو گئے۔

بحمد اللہ کہ اہلِ حق و اہلِ بصیرت نے فرشتوں کی طرح شیونِ محبوبیت دیکھی، اُن پر خدا کا بے حد فضل و کرم دیکھا، اُس کے عطا میں کمی، اُن کے دامن میں کوتاہی نہ دیکھی، سر جھکا کر مان لیا اور فرمایا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

انا اعطینٰک الکوثر ـــــ ساری کثرت پاتے یہ ہیں

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم ـــــ رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اسی پر بس نہیں شان بشریت و عبدیت بھی دیکھی تو کہہ دیا خدا نہیں خدا کے بیٹے نہیں۔ خدا کا ان میں حلول و اتحاد نہیں ذاتی کوئی چیز نہیں جو کچھ ہے عطائی وہبی اسی شان بشریت سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں نماز پڑھنا روزہ رکھنا اللہ کے احکام کی اطاعت کرنا خدا سے دعائیں مناجاتیں رحمت، وکرام کی درخواست کرنا اور انتہا درجہ کا تقوی اور خوف کا ہونا۔

جناب ماہر صاحب دیکھئے۔ حضور یارب اُمتی اُمتی فرما کر رو رہے ہیں۔ یہ شان عبدیت ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل سے فرماتا ہے جا کر پوچھو کہ رونے کا سبب کیا۔ پوچھکر خدا سے عرض کیا فرمایا جاؤ اور کہو انا سنرضیک فی اُمتک ولا نسوءک۔ اُمت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کرلیں گے اور آپ کا دل نہ دکھائیں گے۔ یہ محبوبیت ہے۔

واقعہ قیامت میں ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ میں سجدہ کروں گا اور

خدا کی حمد بجالاؤں گا۔ یہ شانِ عبدیت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے گا سر اُٹھاؤ کہو بات سنی جائے گی۔ مانگو جو مانگنا ہو عطا کیا جائے گا شفاعت کرو قبول ہوگی۔ یہ شان محبوبیت ہے۔

جناب ماہر صاحب جس کو خدا نے دونوں آنکھیں دی ہیں وہ دونوں شانیں دیکھتا ہے اور ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے، اور جو کانا ہو وہ صرف بشریت و عبدیت دیکھتا ہے، جب شانِ عبدیت کا ظہور ہوتا ہے تو ادھر سے نیاز کیشی ہوتی ہے اور جب شانِ محبوبیت جلوہ گر ہوتی ہے تو ادھر سے ناز برداری ہوتی ہے۔ یہاں دباؤ اور خوف کا تصور کرنا ذہن کی گندگی پر دلالت کرتا ہے بلکہ صرف خدا کا فضل اور اس کا کرم .... دباؤ اور خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ محض فضل و کرم سے جس کا وعدہ فرمالیا ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ "اس سے یہ نکتہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ دنیوی محبوبوں کی طرح اپنے محبوب رسول کی رضا کا پابند ہے یا آپ کی رضا جوئی میں لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں شدید ترین گستاخی اور بے ادبی ہے"

یہ کس نے قید لگائی کہ دنیوی محبوں کی طرح ہم تو دینی اور حقیقی محبوب کہتے ہیں۔ یہ آپ کا افترا ہے کہ کسی نے یہ کہا کہ رضا کا پابند ہے۔ اللہ مختار مطلق ہے اُس پر معتزلیوں کے مذہب کی طرح کوئی چیز واجب نہیں، لہٰذا وہ کسی کا بجبر پابند نہیں مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جاتا کہ جب بندہ اُس کا مطیع و فرماں بردار ہو اور جیسا خدا چاہتا ہو ویسا ہو تو مقرب بارگاہ اللہ محبوب ہو جاتا ہے۔ اور

محبوبیت کا انعام اُسے یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض نہیں ہوتا اور اپنے فضل وکرم سے اُس کو راضی رکھتا ہے۔

ملا علی قاری کی جملہ وانا حبیب اللّٰہ کے تحت مرقات میں خلیل وحبیب کا فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں الخلیل یکون فعله برضاء الله والحبیب یکون فعل الله برضاه قال الله تعالے فلنولینك قبلة ترضاها ولسوف یعطیك ربك فترضىٰ خلیل کا فعل اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ حبیب وہ ہے کہ اللہ کا فعل اس کی رضا کے لئے ہے۔ پھر اس مضمون پر آیہ فلنولینك قبلة ترضاها۔ اور ولسوف یعطیك ربك فترضىٰ سے استدلال فرمایا۔ یعنی یہ آیتیں بھی یہی بتاتی ہیں کہ اللہ تعالے اپنے حبیب کی رضا چاہتا ہے

ملا علی قاری نے استدلال میں وہی آیت پیش کی جس پر آپ گفتگو کررہے ہیں اور آپ کے خلاف بتایا۔ فرمایئے اُنھوں نے غلط کہا۔ اگر آپ کا غلط کہہ دینا تو کوئی بعید نہیں۔ اس لئے کہ آپ کے مزاج میں غیر مقلدیت کا اثر پیدا ہوچکا ہے۔ اور قرآن کے معنے تفسیروں کے پُرانے ذخیرہ سے آپ سمجھنا نہیں چاہتے۔ میرے نزدیک آپ کا سمجھنا غلط ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ میں اس علم کا حصہ نہیں جو ملا علی قاری کا علم ہے اور حکم یہ ہے کہ اتباع اُس کا کیا جائے جس کا علم زیادہ ہو تفسیر روح البیان میں ہے وینبغی لطالب العلم ان یختار الاعلم الاورع بعد التامل المنام۔

اوپر حدیث گذر چکی ہے انا سنرضیك فی امتك یہ ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔ جب تو دوبارہ حضرت جبرئیل

کو بھیج کر یہ پیغام پہنچایا۔ امام رازی کے قول میں چاہنے کا لفظ موجود ہے وہ فرماتے ہیں کا نہ تعلے بقول لولا عذث ولا ابغضك ولا اغضب علی احد من اصحابك اتباعك واشیا علك طلباً مرضاتك وتطیباً لقلبك یہ کس دلہان نے آپ کے دماغ میں ڈالا جو بار بار دباؤ دباؤ کا جملہ استعمال کیا جاتا ہے کیا خون کا دباؤ تو آپ پر نہیں ہے۔ دباؤ ہوتا ہے۔ جبرو اکراہ میں یہاں صرف فضل الہی ہے۔

ذرا یہ تو بتائیے کہ جب خداوند تعالے نے آیہ ولسوف یعطیك ربك فترضی نازل فرمائی تو حضور نے فرمایا اذا لا ارضی وواحد من امتی فی النار میں تو راضی نہ ہوں گا جب کہ میرا ایک اُمتی بھی جہنم میں رہا (تفسیر کبیر و تفسیر جلالین) فرمائیے حضور کا یہ فرمانا کس انداز میں ہے انداز گفتگو کا جاننے والا اسے ناز نہ کہے گا۔

حضور نے بدر کے دن فرمایا اللھم انشدك عھدك ووعدك اللھم ان تشا لا تعبد بعد الیوم اے اللہ میں تجھ کو قسم دلاتا ہوں تیرے عہد و وعدہ کی اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری عبادت کرنے والا آج کے بعد کوئی نہ رہے (تو جو چاہے کر) حضرت صدیق نے یہ جملے سن کر عرض کیا حضور بس بس آپ نے بہت مبالغہ فرمالیا۔

فرمائیے حضور کا ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ سے اس انداز میں عرض کرنا ناز نہیں۔

حضور فرماتے ہیں راضی نہ ہوں گا۔ اللہ فرماتا ہے انا سنرضیك ہم راضی

کرلیں گے یہ ناز برداری نہیں۔ بدر کے دن جو کلمے فرمائے اس کے بعد خدا نے فتح اور شاندار فتح عطا فرمائی یہ ناز برداری نہیں۔

فرمایئے ملا علی نے فرمایا کہ حبیب وہ ہے کہ اللہ کا فعل اُس کی رضا کے لئے صاحب تفسیر کرنے فرمایا اللہ اپنے نبی کی رضا کا طالب ہوتا ہے یہ آپ کے نظریہ کے مطابق اللہ کے دربار میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے ہوئے۔

اور فرمایئے کہ حضور نے ناز فرمایا جیسا کہ اوپر گذر چکا تو آپ کے واہمہ کے مطابق معاذاللہ حضور توحید کے معاملہ میں بے پروا ہوتے اور خدا نے ناز برداری فرمائی تو وہ خود اپنی توحید کے معاملہ میں بے پروا ہوا۔

آپ فرماتے ہیں۔ ان کو اسی میں لطف آتا ہے کہ کوئی نہ کوئی نکتہ پیدا کرکے اللہ اور رسول کو ایک ہی سطح پر لے آئیں" لعنۃ اللہ علی الکاذبین

بلکہ آپ کو اس میں مزہ آتا ہے۔ کہ قرآن وحدیث کو ارشادات علما کو پس پشت ڈال کے اپنی رائے کو دخل دے کے ایسی بات کہو کہ صرف عبدیت وبشریت رہ جائے اور محبوبیت کی شانیں ختم ہو جائیں تاکہ ہم کو بڑے بھائی اور بشر مثل کہنے کا موقعہ مل جائے قاعدہ ہے کہ انسان جس ماحول اور جن حالات میں ہوتا ہے انھیں کی طرف دوسروں کو کھینچنا چاہتا ہے۔ اللہ والے اللہ والا بنانا چاہتے ہیں۔ شیطان والے شیطان بنانا چاہتے ہیں۔

وسیلہ

آپ نے لکھا " اہلِ بدعت نے وسیلہ کا جو ایک تصور قائم کر رکھا ہے اُس کے ثبوت میں وہ قرآنِ کریم کی یہ آیت یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ

وابتغوا الیہ الوسیلۃ بے تکلف پڑھ دیتے ہیں"۔ اس کے بعد آپ نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وسیلہ صرف اعمالِ صالحہ ہیں کسی کی شخصیت وسیلہ ذریعہ نہیں جس سے ظاہر ہے کہ حضور بھی آپ کے نزدیک وسیلہ نہیں۔۔ مفسرین کا حوالہ دینے کے بعد یہ بتایا کہ وسیلہ کی تفسیر میں صرف اعمال بتائے ہیں

جناب ماہر صاحب آپ کو حضور اور محبوبانِ خدا کے وسیلہ ہونے سے انکار ہو تو ہو اور ہونا چاہیئے کہ آپ کے دماغ میں وہابیت کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں بحمد اللہ کہ ہم اہلِ سنت تو نہ اس کا انکار کریں، نہ اعمالِ صالحہ کے وسیلہ ہونے کا انکار کریں۔ دونوں وسیلہ ہیں مگر ایک بات لکھے دیتے ہیں جس کا سمجھنا اسی کے لیے ممکن ہے جس نے منطق و فلسفہ پڑھا ہو اور آپ تو اس سے کورے ہی ہیں۔ خیر کوئی نہ کوئی تو سمجھ ہی لے گا۔

جن شخصیتوں کے وسیلہ ہونے کے آپ منکر ہیں وہ ذوات و اعیان و جواہر ہیں اور جوہر وہ ہے جو قائم بالذات ہو اعمال صالحہ ہیں صفات و اعراض عرض وہ ہے جو قائم بالغیر اور محتاج الی المحل ہو۔ اور جوہر طاقتور اور اونچے درجہ کی چیز ہے کہ عرض اُس کا محتاج ہے عرض کمزور ہے اُس سے کم درجہ ہے کہ عرض محل و جوہر کا محتاج ہے۔

حضور اور خدا کے محبوب بندوں کی شخصیتیں۔ جوہر ہو کر طاقتور اور اونچے درجہ کی چیز ہو کر تو وسیلہ نہ ہو سکیں اور اعمال صالحہ اعراض اور جوہر کے محتاج اور نیچے درجے کی چیز ہو کر وسیلہ بن جائیں۔ رونا آتا ہے اُن کی عقلوں پر جو محبوب شخصیتوں کو وسیلہ نہیں جانتے۔

اچھا اب وہ بات سنا دوں جو آپ کی بھی سمجھ میں آجائے۔ سنیئے
کیا آپ کو سو فی صدی یہ یقین ہے کہ ہمارے اعمال خدا کے دربار میں یقیناً مقبول
ہیں تو آپ فرمائیں گے نہیں۔ اور کہنا بھی یہی چاہیئے۔ اب یہ بتایئے کہ حضور
اللہ کے دربار میں مقبول ہیں اور آپ کو مقبول ہونے کا سو فی صدی یقین ہے
تو آپ فرمائیں گے سو فی صدی یقین کامل ہے کہ حضور مقبول بارگاہ الٰہی ہیں
اور یہ کہنا ہی پڑے گا ورنہ شک و تردد میں کافر ہو جائے گا تو حیرت ہے آپ
پر کہ جس کے مقبول ہونے کا یقین کامل نہ ہو اس کو تو وسیلہ سمجھو اور جس
کے مقبول ہونے کا یقین کامل ہو اُس کے وسیلہ ہونے سے انکار کرو حالانکہ
وسیلہ وہی چیز ہو سکتی ہو جو مقبول ہو جائے آپ نے اعمال صالحہ ادا کئے
اور وہ کسی وجہ سے مقبول نہ ہو سکے تو وہ وسیلہ کیسے بن جائیں گے۔

یہ بھی سمجھ میں نہ آئے تو یہ سنیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور کو
وسیلہ بنایا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا هو وسیلتک
و وسیلۃ ابیک آدم، حضور تیرے اور تیرے باپ آدم کے وسیلہ ہیں۔ (شفا
شریف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ ہم تیرے نبی کو وسیلہ
بناتے تھے تو بارش نازل فرماتا تھا۔ اب تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے
ہیں۔ بارش نازل فرمادے۔

علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں کہ الانبیاء والرسل وسائط
بین اللہ تعالیٰ وبین خلقہ انبیاء و رسل مخلوق اور خالق کے درمیان وسیلہ و
واسطہ ہیں۔ تفسیر روح البیان میں زیر آیہ درود ہے (مس) وما سبق من ان نبینا

علیہ السلام ہو الواسطہ بینا وبینہ تعالے والوسیلۃ ولابد من تقدیم الوسیلۃ قبل الطلب وقد قال اللہ تعالے وابتغوا الیہ الوسیلۃ وقد توسل آدم علیہ السلام الی اللہ تعالیٰ بسید الکونین فی استجابۃ دعائہ وقبول توبۃ کما جاء فی الحدیث

اس کا راز وہی ہے جو گذر چکا ہے کہ نبی ہمارے اور اللہ کے درمیان وسیلہ و واسطہ ہیں اور طلب سے پہلے وسیلہ ہونا ضروری خدا نے فرمایا ہے وابتغوا الیہ الوسیلہ حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں وسیلہ جانا جیسا کہ حدیث میں آیا۔ علامہ سید زینی دحلان دور سیفہ میں فرماتے ہیں والحاصل ان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ صحۃ التوسل و جوازہ بالنبی صلی اللہ علیہ فی حیاتہ وبعد وفاتہ وکذا بغیرہ من الانبیاء والمرسلین صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین وکذا بالاولیاء والصالحین۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ حضور سے اور تمام انبیاء و رسل سے اور اولیاء و صالحین سے توسل کرنا ان کو وسیلہ بنانا زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی جائز و صحیح ہے۔

حضرت شیخ محقق محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں۔ اما توسل و ابتہال و استشفاع بحضرت سید رسل و استعانت بجاہ جناب وے صلی اللہ علیہ وسلم فعل انبیاء و مرسلین و سیرت خلف و سلف صالحین است۔

علامہ ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں لم یزل العلماء و ذوو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ویتوسلون

الی اللہ تعالےٰ فی قضاء حوائجہم علما اور حاجت مند امام ابوحنیفہ کے مزار کی زیارت کرتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں اُن سے توسل کرتے ہیں انھیں وسیلہ بناتے ہیں۔

جناب ماہر صاحب آپ ان سب کی نہ مانیں تو آپ کے پیشوا و مقتدیٰ مولوی اسماعیل دہلوی اور اُن کے پیرجی کا ہی فتوٰی پیش کر دوں۔

صراط مستقیم ص۵۲ اُس کا بیان اس طرح ہے کہ بے شک مرشد اللہ کے راستہ کا وسیلہ ہے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے یا ایہا الذین آمنو اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ص۱۱۲ طالب کو چاہیئے کہ پہلے باوضو دو زانو بطور نماز بیٹھکر اس طریقہ کے بزرگوں یعنی حضرت معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ حضرات کے نام فاتحہ پڑھکر بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور وسیلہ سے التجا کرے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد صاحب تو آپ اور آپ کے امام و امیر کے نزدیک حامی سنت ماحی شرک و بدعت ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی مجددی کے تتمہ و تکملہ ہیں مجاہد اسلامی ہیں۔ کیا فرمائیں گے آپ ان کے متعلق کہ وہ اولیاء اللہ تک کو وسیلہ مانتے ہیں اور اُسی آیت سے استدلال کرتے ہیں جس آیت کو آپ نے پیش کر کے بتایا کہ وسیلہ سے شخصیت مُراد نہیں ہے۔

آیئے آپ کو ایک قصہ سنائیں۔ سنیوں کے محلہ میں ایک مسجد شیعوں کی تھی اُس کا موذن صبح کی اذان کے ہر کلمہ کے بعد حضرت صدیق حضرت

فاروق حضرت ذوالنورین کو منہ بھر بھر کے گالیاں دیتا تھا۔ سنی سنتے سنتے تنگ آگئے انھوں نے ترکیب سوچی کہ رات کو مسجد کے چاروں گوشوں میں ایک ایک پوشیدہ ہو جائے صبح کو جب وہ اذان دے اور حضرت ابوبکر کو گالی دے تو ایک شخص نکل کر اپنا نام ابوبکر بتا کر خوب مارے اسی طرح دوسرا تیسرا چوتھا۔ اُس نے وہی طریقہ جاری کیا، ابوبکر نامی شخص آیا۔ اُس نے کہا میں ابوبکر ہوں مجھکو گالی دیتا ہے اور خوب پٹیا تو کہتا ہے کہ میں نے تو عمر کو کہا ہے تو دوسرا آیا اور اپنا نام عمر بتا کر کہا کم بخت مجھے گالی دیتا ہے اور پٹیا، تو کہتا ہے کہ میں تو عثمان کو کہتا ہوں، تیسرا شخص عثمان نامی نکل کر آیا، پھر تینوں نے پٹائی شروع کی تو بولا اور چیخا' یا علی آپ کے دشمن مجھے مارے ڈالتے ہیں، اتنے میں علی نامی چوتھا شخص آیا اُس نے کہا کمبخت تو انھیں ہمارا دشمن کہتا ہے اور چاقو نکال کر ناک کاٹ لی' پھر سب غائب ہو گئے۔ اُس نے اپنی ناک پر پٹی باندھی اور مسجد میں بیٹھ گیا۔ جب اور شیعہ نماز پڑھنے آئے دیکھا بُرا حال ہے کراہ رہا ہے، ناک پر پٹی بندھی ہے۔ دریافت کیا تو اُس نے کہا' صبح کو وہ تینوں دشمن آگئے اور مجھے مارا' لوگوں نے کہا تو نے علی شیر خدا کو کیوں نہ آواز دی' وہ تو ہمارے ہیں اور ہم اُن کے شیعہ ہیں' وہ بولا غضب تو یہی ہے کہ ان کو بُلایا وہ آئے اور ناک کاٹ کر تو وہ ہی لے گئے۔

جناب ماہر صاحب آپ انبیا اولیا کے وسیلہ ہونے کا انکار کرتے اور توحید نمبر نکالتے ہیں پیسے خرچ کرتے ہیں، مگر آپ کے مقتدا پیشوا ان کو وسیلہ کہکر آپ کی ناک کاٹ گئے۔ اور نہ صرف وسیلہ کے مسئلہ میں بلکہ فاتحہ نذر نیاز

عرس، علم غیب، شفاعت، تصرفات، استعانت تمام مسائل ہیں، صراط مستقیم کی باوضو قبلہ رخ ہو کر تلاوت فرمائیے ان سب کا ثبوت اس میں ملے گا یا ہماری کتاب تحفۃ الوہابیہ جو ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور انھیں کی زبانی انھیں مسائل کے ثبوت میں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

مفسرین کرام نے الوسیلہ کی تفسیر میں طاعات واعمال صالحہ بتائے ہیں تو انبیاء ورسل کے وسیلہ ہونے کا انکار بھی کیا ہے اگر ایسا نہیں ہے اور واقعی ایسا نہیں ہے تو آپ کو انکار کرنے کا کیا حق ہے۔

تمام مفسرین محدثین متقدمین متکلمین اولیا ومشائخ مجتہدین انبیا اولیا کو وسیلہ جانتے ہیں چنانچہ انھوں نے جہاں وسیلہ کا ثبوت دیا اسی آیت کو پیش کیا۔ خصوصًا اس مقام پر جہاں یہ آیت موجود ہے اس کی تفسیر طاعات واعمال سے کرنے کی وجہ ہے جو آپ کے ذہن میں نہ آئی۔ یہ ہر ایک سچے مسلمان کا عقیدہ ہے کہ انبیا واولیا وسیلہ ہیں اور اُن کے وسیلہ ہونے سے کسی کو انکار نہیں اور طاعات واعمال بھی وسیلہ ہیں خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اعمال صالحہ سے غفلت برتیں اور صرف پہلے وسیلہ پر اکتفا کریں یا اُس سے انکار کر دیں اس لئے ان کو وسیلہ کی تفسیر میں، طاعات واعمال کی تصریح کرنی پڑی۔

آپ فرماتے ہیں کہ تفسیر جلالین سے لیکر تفسیر کبیر تک"

بہت دنوں میں تفسیر کبیر کا نام لیا ورنہ اب تک تو عقلی گدے ہی جماتے رہے، مگر وہ بھی جب جبکہ بظاہر اپنی خواہش کے مطابق پایا۔ مسئلہ علم غیب

استمداد شفاعت ملکیت اختیار وغیرہ سے تعلق رکھنے والی آیتوں کی تفسیر میں
جو مذہب اہل سنت کے موافق اور آپ کے نظریہ کے مخالف لکھا تو کسی تفسیر
کا نام لیا۔ ماہر صاحب فلا تتبعو الہدیٰ

اغناھم اس آیت کی جو جناب نے تفسیر فرمائی یعنی یہ کہ حضور کی دعا کی برکت سے
لوگ آسودہ حال ہو گئے .... معلوم ہوتا
ہے کہ آپ نہ نحو صرف جانتے ہیں نہ معانی و بیان۔ اغنا فعل ہے اُس کے
دو مسند الیہ یعنی فاعل ہیں اللہ اور رسولہ جس کا صاف ترجمہ یہ ہے غنی کر دیا
اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے۔

تفسیر جلالین میں ہے بالغنائم بعد شدۃ احتیاجھم یعنی اُن کو غنیمت
کا مال دیا جب کہ اُن کو بہت حاجت تھی۔

اسی قسم کی ایک آیت اس سے پہلے ہے ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ
ورسولہ۔ روح البیان میں ہے او ما اعطاھم الرسول من الصدقات یعنی
جو ان کو رسول نے صدقات دے۔

دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ غنیمت اور صدقات حضور نے تقسیم فرمائے
تو غنی کرنے والے بھی رسول ہوئے۔

اللہ تعالٰے نے اپنا واغنا میں اپنا بھی ذکر فرمایا اور مقدم رکھا اس لئے
کہ لوگ سمجھ لیں کہ معطی حقیقی تو اللہ ہی ہے اور حضور کو اللہ نے تقسیم و عطا کے لئے
مقرر فرما دیا۔ مظہر عطاء الٰہی یہی ہیں ان کا دینا اللہ ہی کا دینا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے وذکر اللہ تعالیٰ للتعظیم او للتنبیۃ علی ان فی ما

فعلہ الرسول علیہ السلام کان بامرہ سبحانہ پھر آیہ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ کے تحت میں فرمایا وذکر اللہ لتعظیم وللتنبیہ علی ان ارضاء الرسول ارضاء اللہ غرضکہ مہاجرین وانصار کو مال غنیمت حضور نے دیا توان کو غنی فرمانے والے حضور ہوئے۔ اہل سنت، صرف اسی مسئلے کے ثبوت میں کہ اغنا وابتا واعطا کی نسبت واسناد حضور کی طرف انھیں آیتوں کو پیش کرتے ہیں اور بس وہابیہ اتنا کہنے پر بھی شرک کا فتویٰ لگا دیتے ان کا رد انھیں آیتوں سے کیا جاتا ہے اس کے بعد جو ماہر صاحب نے اردو چھانٹی ہے وہ مثل سابق ہرزہ سرائی کے سوا کچھ نہیں، ان کا جواب دیا جاچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

آپ فرماتے ہیں" پھر اغناھم اللہ ورسولہ کی تفسیر میں کیا یہ کہیں ملتا ہے کہ صحابہ کرام نے فقر واحتیاج کے عالم میں اپنے گھروں میں بیٹھ کر یا دور بستیوں میں رہ کر رسول اللہ سے استغاثہ کیا ہو یا رسول اللہ ہماری محتاجی دور کردیجئے ہمیں غنی بنا دیجئے"

ہم کو اولا تو یہ ملتا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نانوتہ میں بیٹھے ہوئے کہتے ہیں۔ ؎

مدد کرائے کرم احمدی کہ تیرے سوا ...... نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اور یہ بھی ملتا ہے کہ جب آپ جیسے کے گھر میں آگ لگتی تو محلہ والوں بستیوں والوں سے استغاثہ کرتا ہے۔ آگ لگ گئی چلیو دوڑیو بجھائیو۔

صحابہ کرام فقر وفاقہ میں اس وقت تھے جب تک اسلام میں قوت

نہ آئی تھی، جہاد نہ ہوتے تھے مالِ غنیمت نہ ملتا تھا۔ جب مالِ غنیمت آنے لگا حضور نے تقسیم فرمایا اور اتنا اتنا دیا کہ غنی و دولت مند بنا دیا ان حالات کو اندھا ہی نہیں دیکھ سکتا۔ علاوہ بریں اگر کسی نے استغاثہ کیا بھی ہوگا تو ڈھول بجا کے نہیں منادی کر کے نہیں، کہ ہر ایک کو اطلاع ضروری ہو۔ عدم وجدان عدم وجود کی دلیل نہیں۔ آپ یہی دکھا دیجئے کہ کس نے کن الفاظ میں خدا سے استغاثہ کیا۔ اگر وہ نہیں ملتا تو یہ بھی تو نہیں ملتا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ اس آیت کو لکھ کر جو منطق چھانٹی ہے اور اسی طرح آگے کچھ اور بھی اڑائی ہے اس سب کا جواب ایک اسی قاعدہ کے مطابق دیتے ہیں جو امام رازی نے حدیث تقرب بالنوافل کی تفسیر میں لکھا ہے وہ فرماتے ہیں لفظی ترجمہ سنیئے۔

> "جب نورِ جلالِ الٰہی بندہ متقرب کا کان ہو جاتا ہے تو بندہ قرب و بعید کی آواز سنتا ہے اور جب نظر ہو جاتا ہے تو دور و نزدیک کی چیز دیکھتا ہے اور جب ہاتھ ہو جاتا ہے تو مشکل و آسان اور قریب و بعید پر تصرف کی طاقت رکھتا ہے۔"

اسی قاعدے پر اغنا و اعطا و امداد و اعانت و اغاثہ و دفع بلا اور ہر عجیب و غریب فعل کا ظہور رہے۔ اس آیت کے بھی یہی معنے ہیں کہ چونکہ نورِ جلالِ الٰہی حضور کا ہاتھ ہو گیا اس لئے حضور کا پھینکنا اللہ ہی کا پھینکنا ہے یعنی خدا کی صفت قدرت کا ظہور رہو رہا ہے اسی طرح حضور کا مال دینا خدا کے نورِ جلال کا مظہر ہو گیا ہے اس لئے حضور کا دینا اللہ ہی کا دینا ہے لہٰذا ایک فعل کی نسبت دونوں کی طرف اپنی حیثیت کے

مطابق ہو سکتی ہے۔

آپ لکھتے ہیں غیر اللہ سے استعانت کے جواز میں اہل بدعت جب قرآن کریم کی آیت استعینوا بالصبر والصلوٰۃ سے استدلال کرتے ہیں تو ان کے ذہن و فکر کی اس کجی پر بڑا دکھ ہوتا ہے۔"

ماہر صاحب آپ نے نحو کی ابتدائی کتاب شرح مایہ عامل بھی پڑھی ہے جس میں یا حرف جار کے معانی بتائے ہیں اور لکھا ...... "یا استعانت کے لئے آتی ہے جیسے کتبت بالقلم۔

اگر آپ نے نہیں پڑھی ہے تو آپ کو بغیر پڑھے اس قسم کے مضامین پر بحث کرنے کا حق نہیں اور اگر پڑھی ہے تو پڑھ کر نہ سمجھنے پر آپ کے ذہن کی بلادت و غباوت پر ماتم کرنا چاہیئے۔

یہ تو فرمایئے کہ جب آپ قلم سے لکھنے کی مدد چاہتے ہیں تو ایہا القلم کہکر پکارتے ہیں اور آم کاٹنے کے لئے چاقو سے مدد چاہتے ہیں تو یا سکین کہتے ہیں اور جب پیٹ بھرنے کے لئے روٹی سے مدد چاہتے ہیں تو یا روٹی کہتے ہیں جب ان استعانتوں میں یا قلم یا چاقو یا روٹی نہیں کہتے تو استعانت کے لئے بالصبر بالصلوٰۃ کہنے کی کیا ضرورت ہوگی ....

...... جو آپ کو ایک انضراعی مضمون لکھنے کی ضرورت پیش آتی من انصاری الی اللہ

حیرت ہے اور افسوس معلوم ہوتا ہے کوئی چول کھسک گئی ہے من انصاری الی اللہ خدا نے کب کہا ہے جو آپ نے اس پر متضرع کرتے ہوئے الٹی ٹیڑھی ہانکی یہ مقولہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ہے حواریوں سے فرمایا من انصاری الی اللہ

میرا مددگار کون ہے، خدا نہیں فرما رہا ہے کہ میرا مددگار کون ہے، آپ کو صرف یہی جملہ سنا سنایا یاد رہا ہوگا، پوری آیت دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہوگا، وہ یہ ہے فلما احسن عیسےٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔

یہ ہے آپ کا رویہ قرآن کے ساتھ کہ قرآن کچھ کہتا ہے اور آپ کچھ اُڑاتے ہیں، یہی حال آپ کا حدیثوں کے معاملہ میں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"وانما انا قاسم واللہ یعطی" پڑھ کر کس زور شور سے اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تمام خزانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیئے ہیں حقیقی تو اللہ ہی ہے رسول اللہ اُس عطا کے "قاسم بانٹنے والے ہیں"

جناب ماہر صاحب۔ علم و حکمت کا خزانہ تو سب سے بڑا ہے اور دولت مال سے زیادہ حیثیت رکھتا ہے اسی علم و حکمت کے ذریعہ دولت دنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ آج کل بڑی بڑی جماعتوں کے امیر و قائد صدر و ناظم کی تجوریاں اسی علم و حکمت کی بدولت بھری ہوئی ہیں جو بھوکے مرتے تھے وہ موٹروں ہوائی جہازوں ایر کنڈیشن فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہیں۔ جن کو کبھی ایک آدھ غزل پر چھ سات روپیہ مل جاتے تھے وہ آج کل مالدار بنے ہیں ایڈیٹر ہو گئے جسیم و ضخیم رسالوں کے مالک ہیں ہزاروں کی آمدنی ہے یہ علم و حکمت ہی کا تو طفیل ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ حضور علم و حکمت کے خزانے خدا سے پاتے ہیں اور تقسیم فرماتے ہیں تو قاسم خزانہ الٰہی تو ہوئے۔

جب علم و حکمت بخشا اور یہ سبب ہوا دوسرے خزانوں کا تو معنے یہ ہوئے کہ سب

کچھ بخشا اور سب کچھ حضور تقسیم فرماتے ہیں۔

دیکھئے یہ ہی قاسم والی حدیث کتاب الاسامی میں بھی ہے۔ حضور فرماتے ہیں سموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی فانی انما جعلت قاسما اقسم بینکم۔ میرا نام پہ نام رکھ لو مگر میری کنیت پہ کنیت نہ رکھو اس لیے کہ میں قاسم بنایا گیا ہوں تمھارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ مرقاۃ میں ہے بل لوحظ فی معنے القاسمیۃ اعتبار القسمۃ فی الامور الدینیۃ والدنیویۃ بلکہ معنے قاسمیت میں امور دینیہ اور دنیویہ میں قسمت ازلیہ کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اسی مطلب کی وضاحت علامہ ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں یوں فرمائی اذ ہو خلیفۃ اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وارادتہ۔ اس لئے کہ حضور اللہ کے خلیفہ اعظم ہیں جن کے ہاتھوں میں خدا نے اپنے کرم کے خزانے نعمتوں کے خوان دے دیئے ہیں۔ علامہ فاسی شارح دلائل الخیرات اسی کے معنے میں کہتے ہیں کل ما ظہر فی العالم فانما یعطیہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی بیدہ المفاتیح فلا یخرج من الخزائن الا لمعیۃ الا علی ید یہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عالم میں جس کو جو ملتا ہے اُس کو حضور دیتے ہیں ان کے ہاتھ میں چابیاں ہیں خزائن الٰہیہ سے جو چیز نکلتی ہے وہ حضور کے ہاتھ پر۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر اپنی حکومت کے نظام کے پیش نظر حضور کو خلیفہ اعظم و نائب اکبر بنا کر اپنے خزانے تقسیم فرمانے کے لئے عطا فرما دیئے تو آپ کا کلیجہ کیوں جلتا ہے آپ کے دل میں کیوں درد ہوتا ہے آپ کی آنکھوں میں کیوں اندھیرا آجاتا ہے کیا اللہ کو مختار و متفضل و منعم نہیں مانتے کہ وہ اپنے

محبوب کو اپنی حکومت میں تقسیم خزائن کے لئے مقرر فرما دے، اس میں خدا
کی توحید پر اور اس کی ملکیت و اختیار پر تو کوئی اثر آتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
اپنی حکومت میں بہت سے فرشتوں کو مختلف کاموں کے لئے مقرر فرما دیا ہے
وہ خود فرماتا ہے۔ فالمدبرات امرا قسم ہے مدبرات امر کی۔ امام رازی فرماتے
ہیں۔ فاجمعوا علی انہم ھم الملائکۃ قال مقاتل یعنی جبرئیل ومیکائیل و
اسرافیل وعزرائیل علیہم السلام یدبرون امر اللہ فی اھل الارض و
ھم المقسمات اھل مفسرین کا اجماع ہے کہ مدبرات امر سے فرشتے مراد ہیں
امام مقاتل نے فرمایا حضرت جبرئیل حضرت میکائیل حضرت اسرافیل حضرت
عزرائیل کہ یہ حضرات اہل زمین میں امر الٰہی کی تدبیر کرتے ہیں اور یہی حضرات
امور الٰہی کے قاسم ہیں۔ تفسیر جلالین میں آیہ فالمقسمات امرا کی تفسیر میں ہے
ای الملائکۃ تقسم الارزاق والامطار وغیرہا۔ بین العباد والبلاد مقسمات
امر وہ فرشتے ہیں جو رزق اور بارش بندوں اور شہروں میں تقسیم کرتے ہیں۔

جناب ماہر صاحب قاسم رزق اللہ قاسم نعمت اللہ قاسم خزانہ اللہ
قاسم امر اللہ جب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور توحید پر اثر نہ ہوا تو حضور
کو اگر قاسم کہدیا تو آپ کیوں چہ میگوئی کرنے لگے۔ وسیلے کے معنے میں تو تفسیر جلالین
سے لے کر کبیر تک دیکھ ڈالی اور اس مسئلہ میں اپنی رائے کو دخل دینے لگے اس وقت
تفسیر جلالین اور کبیر اٹھانے کے لئے کیا ہاتھ شل ہو گئے تھے، یا جو آپ کو میٹھا
معلوم ہو غپ اور جو کڑوا معلوم ہو تھو۔ مفاتیح خزائن الارض۔
والی حدیث بھی اپنے معنے میں صریح ہے روئے زمین کے خزانہ کی چابیاں

حضور کو دی گئیں اور جس جس کو اور جب جب اللہ کا حکم ہوا عطا فرماتے ہے۔
یہ حدیث آیہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ کے منافی نہیں۔
اس لئے کہ خزائن اللہ محدود و متناہی نہیں جن کا کوئی احاطہ کر سکے تو مطلب
یہ ہوا کہ میرے پاس تمام خزائن غیر محدود و غیر متناہیہ نہیں ہیں۔ اس سے
بعض کی نفی نہیں ہوتی اسی بعض کا ذکر مفاتیح خزائن الارض میں ہے اور
وہ تو خزائن الہیہ کے مقابلہ اقل در اقل ہے۔

اس کے بعد پھر وہی چادر پھول فاتحہ جس کو کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ قوت حافظہ کمزور ہے یہ یاد نہیں رہتا کہ ہیں یہ مسائل لکھ
چکا ہوں یا کچھ گھبراہٹ اور پریشانی کا عالم ہے یا غضب کا پارہ بہت چڑھا ہوا
ہے یہ دیکھا گیا ہے کہ گھریلو معاملات میں جب جھگڑا ہوتا ہے تو غضب کی
حالت میں ایک دو دفعہ نہیں بیسیوں مرتبہ کہہ بیٹھا ہے طلاق طلاق طلاق۔
اور کہتا ہوا باہر چلا جاتا ہے یہی حالت ماہر صاحب کی معلوم ہوتی کہ غصہ کا نشہ
چڑھا ہوا ہے اور ایک ایک بات بلد بار کہے چلے جاتے ہیں۔ ہوش وحواس والا
آدمی زیادہ سے زیادہ تین دفعہ بات کہہ دے تاکہ پہلی دفعہ میں ذکی دوسری دفعہ
میں متوسط تیسری دفعہ میں غبی سمجھ لے۔ مگر جب اس سے زیادہ بات کرتا ہے
تو لوگ بکواسی یا خبط الحواسی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اعینونی یا عباد اللہ۔ استعانت کے جواز کے لئے قرآن کی آیتیں ہیں اور
حدیثیں ہیں نہ صرف یہی حدیث کہ یہ حدیث اگر کسی وجہ سے کمزور ہو جائے
تو استدلال ہی غلط ہو جائے۔ جب اور دلائل موجود ہیں تو یہ حدیث تائید

میں پیش کی جا سکتی ہے۔

علاوہ بریں حدیث کی ایک سند میں کچھ علت و نکارت ہو تو باقی اور سندیں بیکار نہ ہو جائیں گی یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو قوی ہیں۔ اصول حدیث پڑھیے اور سبق یاد کیجیے۔ تب حدیث کی سند پر گفتگو کیجیے

تاریخی تجزیہ

یہ آپ کے تجزیوں کا آخری تجزیہ ہے جس میں آپ نے تصوف پر بحث کی ہے اور شیعہ کے عقائد و معمولات پر کھل کر گفتگو فرمائی ہے۔ جہاں تک شیعہ کے مخصوص خیالات پر تنقید کی اس میں ہمیں غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں تصوف کے متعلق ضرور کچھ غور کرنا ہے۔

آپ نے فرمایا ہے" صوفیائے کرام کے بعض احوال و اقوال رسم اور طریقے تو ان کے جانچنے کے لئے اللہ نے جو کتاب و سنت کی کسوٹی بنا دی ہے اسی پر ان کو پرکھ کر دیکھا جائے گا اور یہ کسوٹی جو بتائیگی وہی حق ہوگا"۔

بالکل صحیح و درست مگر کسوٹی پر کسنے اور کھرے کھوٹے بتانے کے لئے سنار چاہیے نہ کمہار۔ عالم چاہیئے نہ شاعر، قائل چاہیئے نہ ناقل۔

ایمان و اسلام کے راستہ کی منزلوں کے طے کرنے کے مقصود اعظم دو ہیں ایک نجات آخروی دوسرے معرفت الٰہی۔

نجات اخروی حاصل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ عذاب جہنم سے بچ جائیں، جنت حاصل ہو جائے۔ یہ چیز کفر و شرک و عصیان سے بچنے سے ایمان و تقوی کے اختیار کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

ایمان وتقوی اور کفر و شرک وعصیاں کا صاف وصریح بیان کتاب و سنت میں بہ الفاظ ظاہرہ صریحہ کردیا گیا اور ہر ایک کی تفصیل بھی اسی طرح بتادی گئی۔ اس دفعہ کے ماتحت کلی اور جزئی جتنی چیزیں اللہ کی طرف سے حضور کے پاس تبلیغ کے لیے آئیں بغیر کسی ایک ذرہ کی کمی کے حضور نے عام طور سے سب کو پہنچا دیں اس میں کسی کے لیے کوئی امتیاز یا رازدارانہ حیثیت اختیار نہ فرمائی۔ اس کو شریعت کہتے ہیں اور اس کے علم کو علم الشرائع والاحکام کہتے ہیں۔ حضور کے بعد خلفائے راشدین نے حتی الامکان اسی کی تبلیغ فرمائی اور قیامت تک مسلمانوں کے ایک گروہ کے متعلق اسی کی تبلیغ خدا کی طرف سے فرض قرار دی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ اور فرمایا فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم۔ حضور نے فرمایا بلغوا عنی ولو آیۃ۔

ہر مسلمان کو اس دفعہ کا علم فرض وضروری ہے یا تو تمام شرائع واحکام کا علم سیکھے یا اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کسی سے دریافت کرتا رہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

معرفت الٰہی۔ ہدیہ سعیدیہ کے حاشیہ میں ہے اعلم ان السعادۃ العظمی منوطۃ بمعرفۃ الواجب تعالی بذاتہ وصفاتہ وآثارہ۔ سعادت عظمیٰ کا حصول موقوف ہے اس پر کہ خدا کی ذات وصفات وآثار کی معرفت حاصل ہو۔ پھر فرمایا والطریق الیہا اما الریاضۃ والکشف او النظر والاستدلال فالسالکون

الاول مع التزام الشریعۃ البیضاء ھم المتصوفۃ وبلا دنہ الاشراقیۃ والسالکون للثانی مع التزام الشریعۃ الغراء ھم المتکلمون وبلا دنہ الحکماء المشائیۃ ۔ اس سعادت کے حاصل کرنے کے دو طریق ہیں ریاضت وکشف ۲ نظر واستدلال صاحبان ریاضت وکشف شریعت بیضا کے ساتھ ساتھ اس راستہ کو طے کرنے والے صوفیا ہیں ورنہ حکمائے اشراقیہ اور صاحبان نظر و استدلال شریعت غرا کو ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ تو متکلمین ورنہ حکمائے مشائیہ ۔متکلمین کے علم کو علم کلام کہتے ہیں صوفیا کے علم کو علم تصوف یا علم طریقت کہتے ہیں ۔علم کلام وتکلم وتلفظ سے متعلق سے جو ظاہر وباہر ہے لہذا اس کو علم ظاہر بھی کہتے ہیں اور علم تصوف الفاظ وحروف سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ کشف وریاضت سے جس کا تعلق براہ راست قلب وباطن سے ہے اس لیے اس علم کو علم باطن کہتے ہیں۔

یہ دونوں علم کتاب وسنت میں موجود ہیں اسی واسطے حضور نے فرمایا لکل آیۃ منھا ظھر وبطن ولکل حد مطلع (مشکوۃ) ہر آیت کے ایک ظاہری معنے ہیں دوسرے باطنی جب ہر آیت کے ظاہری وباطنی معنے ہوں گے تو لامحالہ ظاہری کے جاننے والے اصحاب علم ظاہر کہلائیں گے اور باطن کے جاننے والے صاحبان علم باطن ۔پہلے متکلمین عظام ہیں۔ دوسرے صوفیاء کرام ۔اور یہ خدا کا کرم ہے کہ دونوں علموں کو ایک میں جمع فرماوے تو وہ ظاہر وباطن کا دونوں کا عالم وعارف ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حفظت من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں فاما احدھما فبثثتہ فیکم واما الاخر فلو بثثتہ قطع هذا البلعوم یعنی مجری الطعام (مشکوۃ)، میں نے حضور سے دو علم یاد کئے ہیں ایک تو میں نے تم میں پھیلا دیا اور دوسرا اگر ظاہر کروں تو یہ گلا کاٹ دیا جائے علامہ طیبی نے فرمایا اور حضرت شیخ محقق نے لمعات میں نقل کیا لعل المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق والثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اهل العرفان - پہلے علم سے مراد علم احکام و اخلاق ہے۔ دوسرے سے مراد وہ علم اسرار و رموز ہے جس کو غیر سے محفوظ رکھا گیا جو علما باللہ اہل عرفان سے خاص ہے۔

یہ یاد رکھئے کہ ان تمام علوم و معارف کے مخزن و منبع صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں علم ظاہر کے اول عارف آپ ہی کی ذات ہے۔ صاحب تفسیر روح البیان آیہ فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی تفسیر میں فرماتے ہیں لا شک ان ما اوحی الیہ علیہ السلام تلک اللیلۃ لہ علی اقسام قسم اداہ الی الکل وھو الاحکام والشرائع وقسم اداہ الی الخواص وھو المعارف الالھیۃ وقسم اداہ الی اخص الخواص وھو الحقائق ونتائج العلوم الذوقیہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شب معراج اللہ تعالی نے حضور کی طرف جو وحی فرمائی وہ کئی قسم کی ہے ایک تو وہ جو سب کو پہنچادی یہ احکام و شرائع ہیں اور دوسری قسم وہ جو خواص کو پہنچائی یہ معارف الٰہیہ ہیں تیسری قسم وہ جو اخص الخواص تک پہنچائی اور وہ حقائق و نتائج علوم ذوقیہ ہیں۔

حضور سے علم حاصل کرنے والے صحابہ ہی ہیں اور اُن میں مختلف درجات کے حضرات ہیں، ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حضور سے علم حاصل کیا۔ جن میں حضرات خلفائے اربعہ کا نمبر سب سے آگے رہا علم ظاہر میں بھی علم باطن میں بھی علم شرائع و احکام میں بھی علم اسرار و رموز میں بھی یہ حضرات متکلمین کے بھی استاد ہیں اور فقہا کے بھی اور صوفیا کے بھی۔

اسلام قیامت تک کے لئے آیا ہے اُس کے اعتبار سے حضور اور صحابہ کا زمانہ گویا ابتدائی زمانہ ہے۔ حضور کے زمانہ میں اُصول و ضوابط اور بہت سے جزئی احکام کے ساتھ اسلام مکمل کر دیا گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم تبلیغ بھی شروع ہو گئی اِدھر اُدھر پہنچنا بھی شروع ہو گیا۔ حضور تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرام کے ذمہ یہ کام آیا اس میں مہتم و اہم علم شرائع و احکام کی تبلیغ تھی اس لئے کہ کفر و شرک و عصیاں کے جراثیم کا مداوا تو یہ ہی تھا اور نتیجۃً جہنم سے بچنا اور جنت کا ملنا تھا وہ بغیر پابندی شریعت و احکام کے غیر ممکن ہے لہٰذا تمام صحابہ اسی کی نشر و اشاعت تبلیغ و ارشاد کی طرف متوجہ رہے۔ یہ تھا درجۂ فرضیت میں۔ علم باطن اول تو تمام صحابہ کے لئے غیر ممکن سا تھا اس لئے حضور نے جس جس کو اہل جانا عطا فرما دیا اور وہ چونکہ درجۂ استحباب و استحسان میں تھا اور حصول جنت کے بعد رفعت درجات کا سبب تھا اُس وقت اُس کے نشر و اشاعت کی ضرورت اُس طرح نہ تھی جس طرح علم شرائع و احکام کی۔ لہٰذا خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں توجہ تام و نظر کامل علم شرائع و احکام کی تبلیغ کی

طرف رہی۔ اور علم باطن منظر عام پہ نہ آیا اور ضرورت ہی کیا تھی کم وبیش ہر شخص جانتا ہی تھا۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک حضرات خلفائے ثلاثہ اور بہت سے صاحبان علم باطن صحابہ نہ رہ سکے اور ادھر تبلیغ شرائع و احکام کے خدام لاکھوں کی تعداد میں یعنی حضرات تابعین موجود تھے۔

حضرت مولا علی نے اُس علم کا سلسلہ وسیع فرمادیا اور زیادہ توجہ اُس طرف منعطف کی اور یہ اس لئے کہ بہرحال یہ ایک علم ہے اور عطیہ خدا و رسول ہے اور مفید ومفیض ہے اگرچہ درجہ استحسان ہی میں خیال ہوا اکثر اس علم کے حاملین دنیا سے جاچکے ہیں کہیں یہ مٹ نہ جائے۔ حضرت نے اس طرف توجہ فرمائی تعلیم دی اس لئے آپ خلفائے ثلاثہ کے بعد ۔اس میدان کے شہسوار اور کتاب ولایت کے عنوان مشہور ہو گئے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ایک تو سرکار سے اسی طرح آپ کو یہ علم پہنچا جس طرح اور صحابہ خصوصًا خلفائے ثلاثہ کو۔ حدیث میں موجود ہے حضرت جابر فرماتے ہیں دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ (مشکوٰۃ) طائف کے دن حضور نے حضرت علی کو بلایا اور بہت دیر تک رازدارانہ گفتگو فرمائی لوگوں نے کہا کہ آج حضرت علی سے بہت دیر تک گفتگو فرمائی حضور نے فرمایا میں نے گفتگو نہیں کی بلکہ اللہ نے یعنی اللہ کے حکم سے علامہ طیبی نے

اس کی شرح میں فرمایا کان ذلک اسرارالھیۃ و امور اعینۃ جعلہ من خزا ئنھا وہ اسرار الٰہی اور امور غیبیہ کی گفتگو تھی حضور نے حضرت علی کو ان علوم کا خازن بنایا۔

دوسرے یہ کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق اور حضرت عثمان سے بھی وہ علوم حاصل ہوئے اس لئے کہ آپ ہر خلیفہ کے وزیر رہے اس طرح آپ علم باطن کے مخزن ہوئے جس طرح آپ علم ظاہر کے معدن تھے۔ پھر آپ منبع ہوئے اور اس علم کا فیضان شروع ہوگیا۔ یعنی ولایت و طریقت روحانیت اور تصوف کا منصب حضرت مولا علی سے کثرت ظہور کے ساتھ جاری ہوا

ولایت کے لئے یہ کوئی فرض نہیں ہے کہ حضرت صدیق یا حضرت علی کے سلسلہ سے انتساب ہو اور نہ حصول ولایت اس پر موقوف، مگر جب یہ دو با برکت صدیقی و علوی سلسلے فیضان و تبریک کے لئے جاری ہیں تو کیوں نہ استفاضہ اور برکت حاصل کی جائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی اور فرمایا لولا السنتان لھلک نعمان۔

اسی طرح دوسرے ائمہ بھی منسلک ہیں۔ اور اس کا ذکر ضروری نہیں عدم ذکر اس امر کی دلیل نہیں کہ آپ دعوے کے ساتھ کہہ سکیں۔ کہ وہ طریقت کے کسی سلسلہ میں منسلک نہیں ہیں۔ آپ کے نزدیک ہونے کی کوئی تصریح ہو تو پیش کرنا لازمی تھی کہ دعویٰ بغیر دلیل مقبول نہیں اور جو دلیل نہیں پیش کرتا ہے اس کے لئے پھر دلیل ہے۔

چونکہ یہ طریقہ علم باطن سے تعلق رکھتا ہے اور درجہ استحباب میں ہے اور اس سے اہم ظاہر ہے ائمہ مجتہدین وحضرات محدثین نے اپنی تمام تر توجہات اسی طرف منعطف فرمادیں اور اسی سلسلہ میں مشہور ہو گئے جس طرح اصحاب علم باطن باوجودیکہ وہ علم ظاہر سے بھی مالامال تھے مگر اُن کی توجہات اسی طرف زیادہ رہیں اس لئے وہ اس میں مشہور ہو گئے یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکومت کا نظام ہے کہ اس نے کام تقسیم فرما دیا اور ہر کام کے لئے خاص آدمیوں کا انتخاب فرمادیا۔ اگر ائمہ مجتہدین وغیرہم سلسلہ علم باطن میں اس طرح جیسے کہ حضرت سرکار بغداد حضرت خواجہ نقش بند حضرت خواجہ سہروردی حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مشہور نہ ہوئے تو اس کے یہ معنے نہ سمجھے جائیں گے کہ وہ صاحبان ولایت نہ تھے جیسے ان کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ صاحبان علم ظاہر نہ تھے۔

اس موضوع کے متعلق میں اس وقت صرف اسی قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ چند اصولی چیزیں تھیں۔ باقی جناب ماہر صاحب نے اس موضوع میں بھی حسب دستور سابق زبان کی آزادی سے کام لیا ہے تفصیل کی ضرورت ہو تو ان حضرات کی کتابیں دیکھی جائیں۔ خصوصاً فصوص الحکم اور اُس کی شرح عارف جامی کی اور صرف دیکھنے سے کام نہ چلے گا بلکہ اُن کے دربار میں حاضری اختیار کی جائے۔ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔

دعوتِ استحکام

اس ماہانہ رسالہ فاران کے توحید نمبر کے نقش اول میں جن جن مسائل کو پیش کیا گیا ہے اور شرک و بدعت کے فتوے تراشے گئے ہیں وہ آج سے مدتوں پہلے صاف ہو چکے ہیں جوابات دیئے جا چکے ہیں، سمجھائے جا چکے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے نظریہ کے ماتحت عامل ہے اور حق سمجھ کر عامل ہے۔ ضرورت نہیں تھی کہ اس میں چھیڑ چھاڑ کی جاتی مگر کیا کیجئے ہوا و ہوس کو کہ وہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتی اور ایک نہ ایک فتنہ کھڑا کر دیتی ہے۔

فاران کا یہ نمبر بھی ایک فتنہ کی شکل میں نمودار ہوا فتنہ کی روک تھام ازبس ضروری ہے۔ احباب نے اصرار کیا اور یہ بوجھ میرے سر لاد دیا۔ میں کچھ تو اپنی علالتوں سے مجبور، دوسرے دارالعلوم منظہریہ کے طلبہ کی تعلیم میں بے حد مشغول، وقت نکال نکال کر یہ چند اوراق پیش کر دیئے ہیں۔

برادرانِ اہلِ سنت کو چاہیئے کہ اس قسم کے وسوسوں سے ہرگز متاثر نہ ہوں اور اس قسم کی پر تزویر تحریروں سے اپنے اعتقاد میں متزلزل نہ ہوں۔ باطل چند دن کے لئے زور سے اُبھرتا ہے مگر حباب کی طرح نشین ہو جاتا ہے۔ بہت سے مذہب و نظریئے دنیا میں آئے مگر ختم ہو کر رہ گئے۔ مذہب اہلِ سنت بہر دو وصف علم ظاہر و علمِ باطن اپنی رفتار سے چلا آرہا ہے اور چلتا رہے گا۔ اللہ تعالے اپنے حبیب

صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوں کے طفیل میں ہمیں اپنے عقائد حقہ پر قائم رکھے، اور وساوس شیاطین سے محفوظ رکھے۔

نقشِ اوّل

توحید نمبر میں بہت سے نقوش ہیں اور ہر نقش کے نقاش جدا جدا ہیں۔ مگر نقوش زیب زیب وہی ہیں جو نقش اول میں ہیں اور میری فراست کہتی ہے کہ یہ نقش اول اُن تمام نقوش کے بعد تیار ہوا ہے اور اُنھیں کا چربہ ہے۔ اسی لئے اس میں تکرار ہے بے ربطی ہے حشو ہے جس نقش میں جو نئی چیز دیکھی بے ترتیب وہیں رکھدی۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اسے نقش اول کیوں قرار دیا۔ نقشِ آخر ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال میں نے جو تنقید کی ہے وہ تمام نقوش پر تنقید ہو گئی ہے۔ اس لئے کہ مسائل وہی ہیں اور وہی پُرانے استدلال اور بوسیدہ تمسکات۔ ضرورت نہیں ہے کہ ہر ہر نقش پر خط نسخ کھینچا جائے۔

میری اس تنقید میں کسی مسئلہ کی تفصیل و دلائل مقصود ہو تو بذریعہ تحریر مطلع کیا جائے۔ انشاء اللہ تسلی بخش تفصیل پیش کر دی جائے گی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلےٰ آلہٖ و اصحابہ وبارک وسلم

فقیر عبدالحفیظ حقانی۔

خادم دارالعلوم مظہریہ جامع مسجد آرام باغ کراچی

تقریظ از حضرت علامہ امام اہلسنت جناب مولینا

شاہ سید احمد سعید صاحب کاظمی امروہوی

ناظم اعلےٰ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان و مہتمم مدرسہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ نحمدہٗ ونصلے علی رسولہ الکریم

رسالہ زیر نظر کے متعلق اتنا عرض کر دینا کافی ہے۔ کہ اس کے مؤلف استاذ العلماء، حضرت علامہ مفتی عبدالحفیظ صاحب سابق مفتی آگرہ و شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ہیں۔ جن کا تبحر علمی اس رسالہ کی عظمت شان کا ضامن ہے۔

انشاء اللہ العزیز اس کے مطالعہ سے اہلسنت اور وہابیہ کے مابین تمام اختلافی مسائل میں ناظرین کرام کو ایسی بصیرت حاصل ہوگی۔ جس کے بعد اصولی طور پر کوئی تردد باقی نہ رہے گا۔

حضرت مفتی صاحب موصوف اس کی تالیف اور عزیز محترم مولانا سید سعادت علی قادری سلمہٗ، مولوی فاضل و فاضل انوار العلوم اس کی اشاعت پر اہلسنت کے نزدیک بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ مولا تعالیٰ اس رسالہ کو قبول عام فرما کر موجب ہدایت فرمائے۔ آمین۔

(دستخط) سید احمد سعید کاظمی غفرلہ مہتمم مدرسہ انوار العلوم ملتان
۳ رجنوری ۱۹۵۸ء

ضروری اطلاع

اقرار نامہ بوقتِ نکاح

حضرت مولانا سید مسعود علی صاحب قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان نے ایک اقرار نامہ بابتہ تفویض طلاق از طرف ناکح بمشورہ و بتصدیق علماء اہلسنت و جماعت مرتب فرمایا ہے۔ یہ اقرار نامہ موجودہ زمانہ میں جو شوہروں کی طرف سے مظالم اور عورتوں کی طرف سے عدالتوں میں دعوے دائر کئے جاتے ہیں۔ ان کا انسداد کرتا ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ قبل نکاح یہ اقرار نامہ ناکح سے تحریر کرایا جائے۔ یا محررہ اقرار نامہ بموجودگی دو گواہان ناکح کو سنایا جائے۔

مزید تفصیل اقرار نامہ میں موجود ہے۔

قیمت صرف ۲؍ دو آنے

ملنے کا پتہ:۔ سید سعادت علی قادری مدرسہ انوار العلوم ملتان

و

مکتبہ سعیدیہ کالے منڈی ملتان شہر

سید سعادت علی قادری نے پاک الیکٹرک پریس بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر سے چھپوایا